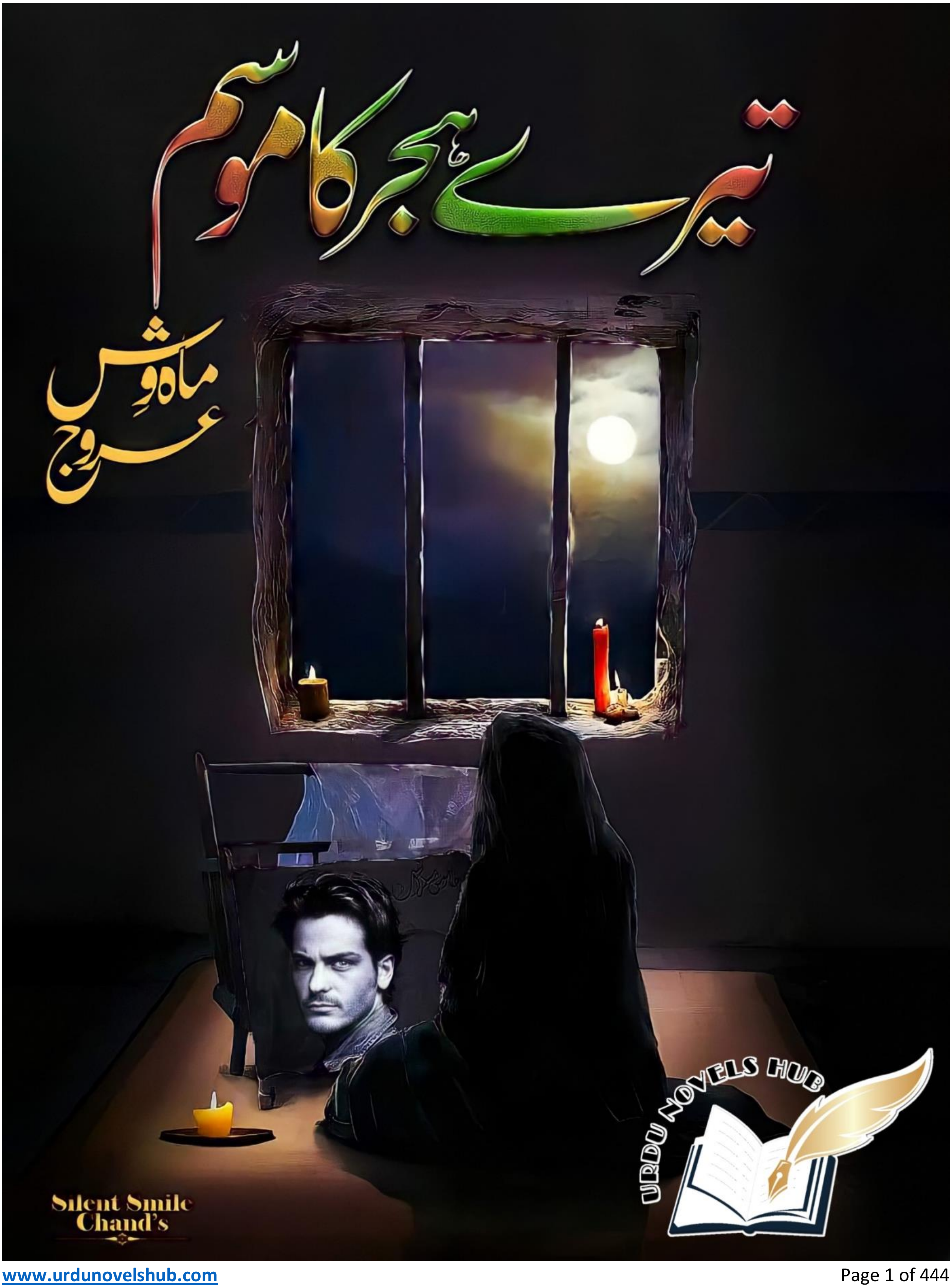
تیرے ہجر کا موسم
ماہ وِش عروج
URDU NOVELS HUB
Silent Smile Chand's

السلام علیکم!

ہمارے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والے تمام ناولز اور مواد بمعہ مصنفہ / مصنف کے نام سے محفوظ ہیں.

بغیر اجازت کوئی دوسرا ادارہ یا فرد ان تمام ناولز یا مواد سے متعلق مسودہ ویب سائٹ مصنفہ /مصنف کی اجازت کے بغیر نقل نہیں کرسکتا.

نقل شدہ مواد پکڑے جانے کی صورت میں متعلقہ فرد/بلاگ/ویب سائٹ کو درپیش آنے والے مسائل کا وہ خود ذمہ دار ہوگا.

نوٹ:

ہم اپنی ویب سائٹ اردو ناولز حب کے لیے لکھاریوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول/ناولٹ/افسانہ/کالم/آرٹیکل / شاعری شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں.

Email Address

urdunovelhubofficial@gmail.com

Whatsapp No. 0319-7115104

Facebook Group: Urdu Novels Hub

Facebook Page:

https://www.facebook.com/Urdu-Novels-Hub-109291934764260/

ان شاءاللہ آپکی تحریر ایک ہفتہ کے اندر اندر ویب سائٹ پر شائع کر دی جائے گی.

مزید تفصیلات کے لیے اوپر دیے گئے ای میل ایڈریس پر رابطہ کریں.

شکریہ

انتظامیہ اردو ناولز حب

#We-4

تیرے ہجر کا موسم

تحریر

ماہ وش عروج

وہ دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئی تھی۔گھر میں اکیلی تھی مگر پھر بھی آگے قدم بڑھاتے ہوئے اس نے ایک بار اپنی تسلی کے لئے پلٹ کر دیکھا تھا۔کب سے انتظار میں تھی کہ کب اسے یہ موقع ملے اور آج یہ موقع اسے مل گیا تھا۔تاجو جاثرہ احمد کے جانے کے بعد خلاف معمول اپنے کوارٹر میں جا چکی تھی۔وہ جاثرہ احمد کی خاص ملازمہ تھی اور صرف اسی کے کاموں کے لئے مختص تھی۔جاثرہ احمد کی خاص ملازمہ ہونے کے باعث گھر کے باقی ملازموں سے تاجو کو زیادہ اہمیت

دی جاتی تھی۔اب وہ بھی گھر پہ نہیں تھی تو عمارہ کو موقع مل گیا تھا۔ پچھلے ایک مہینے سے اپنے دل و دماغ میں بندھی اس شک کی گانٹھ کو کھولنے کا جس نے اسکی راتوں کا چین اور دن کا سکون چھین لیا تھا۔اسے شک تو تھا مگر وہ یقین کر لینا چاہتی تھی کہ جو خوف اس کے ذہن کو جکڑے بیٹھا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔

وہ اپنے پیچھے بےآواز دروازہ بند کرتی اندر داخل ہوئی تھی۔کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔دل کی دھڑکن اگلے پل کچھ بھی ہو جانے کے خوف سے سوا ہو گئی تھی اور اسے اپنی ٹانگوں کی کپکپاہٹ صاف محسوس ہو رہی تھی۔اس ڈر سے کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے، اسکے ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔وہ تجسس کے باوجود اس کمرے میں کبھی نہیں آتی تھی یا یہ کہنا ٹھیک ہو گا کہ اسے اس کمرے میں جانے سے منع کیا گیا تھا اور اسکے اس کمرے کے آس پاس بھٹکنے پر بھی کڑی نظر رکھی جاتی تھی۔جاثرہ احمد کبھی کمرے میں ہوتی بھی تھی تو کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ کمرے میں جائے سوائے ان کے شوہر ابرار احمد، ان کے بچوں اور تاجو کے۔۔

یہاں تک کہ جاثرہ احمد اپنی موجودگی میں ہی صفائی کرواتی تھی اور اپنی غیر موجودگی میں باہر سے تالا لگائے رکھتی۔پہلے پہل عمارہ ابراہیم کو یہ سب عجیب محسوس نہیں ہوتا تھا مگر جیسے جیسے اس گھر میں وقت گزرتا جا رہا تھا ویسے ویسے اسے عجیب سا لگنے لگا

تھا۔اسے جاثرہ احمد کی شخصیت کسی بند کتاب جیسی لگنے لگی تھی، کسی ایسے کمرے جیسی جس میں داخل ہونے پہ کمرے میں موجود ہر چیز نظروں سے پوشیدہ ہو جائے۔

عمارہ ابراہیم نے اندھیرے میں سوئچ بورڈ ٹٹول کر لائٹ آن کی۔کمرہ مدھم سرخ روشنی سے نہا گیا لیکن کمرے کا بایاں حصہ ابھی بھی تاریکی کی لپیٹ میں تھا۔یقیناً اس نے غلط بٹن پش کیا تھا۔اس نے اس روشنی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باقی دو بٹن بھی پش کر ڈالے۔کمرے میں ایک ہی ٹیوب لائٹ تھی۔جس کی دودھیا روشنی میں کمرے کی ہر شے واضح ہو گئی تھی۔دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے پورے کمرے پہ ایک طائرانہ نظر دوڑائی۔کمرے میں فرنیچر ضرورت کے مطابق اور سادہ تھا۔درمیانے سائز کا سرخ بلب چھت میں کمرے کے دائیں جانب نصب تھا۔کمرے کے وسط میں سامنے والی دیوار سے لگ کر بیڈ رکھا گیا تھا۔بیڈ کے دائیں جانب سائیڈ ٹیبل پہ سیاہ اور سرخ رنگ کا لیمپ رکھا تھا۔بظاہر تو کمرے میں ایسی کوئی غیر معمولی چیز نہیں تھی مگر ایک عجیب سا احساس اسکے دل کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔اس نے ایک بار پھر تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔اپنی تسلی کرنے کے بعد اس نے دروازہ واپس بند کیا اور کمرے میں موجود واحد الماری کی جانب آئی۔ہاتھ بڑھا کر الماری کھولنی چاہی مگر الماری لاکڈ تھی۔اچانک کسی چیز کے گرنے کی آواز نے کمرے کی خاموشی کو توڑا۔اس نے گھبرا کر فورا پلٹ کر دیکھا۔ٹیبل لیمپ زمین پہ پڑا تھا۔وہ پھٹی پھٹی

آنکھوں سے لیمپ کو دیکھ رہی تھی۔اس کی زبان آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی۔وہ کپکپاتی ٹانگوں اور ہوائیاں اُڑے چہرے کے ساتھ سائیڈ ٹیبل کی طرف آئی۔نجانے کیوں اسے محسوس ہوا کہ اسکا وجود کسی غیر انسانی وجود کی نگاہوں کی ذد میں ہے۔یہ خیال اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گیا۔وہ ہمت مجتمع کرتی لیمپ اٹھانے جھکی اور اسے واپس ٹیبل پہ بالکل پہلے کیطرح رکھ دیا۔بیڈ پہ بیٹھ کر کچھ دیر اس نے اپنے بکھرے اعصاب کو کنٹرول کیا۔پھر اس نے باری باری دونوں تکیے اٹھا کا چابیاں تلاش کیں مگر چابیاں وہاں نہیں تھی۔وہ مایوسی سے پورے کمرے پہ نظر دوڑا رہی تھی۔اسکی نظر وال کلاک پہ پڑی جو آٹھ کا ہندسہ پار کر رہی تھی۔نو بجنے میں کم وقت رہ گیا تھا۔اسے جو بھی کرنا ہے جلد کرنا تھا۔اس نے جلدی سے پہلی دراز کھولی، اسے خالی پا کر دوسری دراز کھولی۔دوسری دراز میں بھی کوئی چیز قابلِ گرفت نہیں تھی۔اس نے جلدی سے تیسری دراز کھولی۔دراز میں ایک سفید رومال رکھا تھا۔اس نے رومال باہر نکالا اور رومال کی تہیں کھولیں جس پہ سرخ روشنائی سے کچھ لکھا ہوا تھا۔پہلی نظر میں کسی ڈیزائن جیسا لگا تھا۔اس نے فوراً رومال کو واپس رکھا اور دراز بند کر دی۔جو وہ سوچ رہی تھی اگر وہ سچ تھا تو۔۔۔۔اسکا رنگ خوف سے زرد رنگ پڑ گیا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر کمرے سے نکل آئی۔

"آئے گا شہری بابو

تم دل پہ رکھو قابو

کرو انتظار آنکھیں بند کر کے

لے جائے گا اِک لڑکی پسند کر کے--"

بائیں ہاتھ میں سرخ پلاسٹک کی چھوٹی سی کٹوری، جس میں پیلے رنگ کا گاڑھا سا محلول تھا اور دائیں ہاتھ میں برش پکڑے ہوئے تھی، جسے وہ وقفے وقفے سے کٹوری میں ڈبکی لگواتی اور پھر چہرے پہ لیپ کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔

"لو جی---! دن چڑھا نہیں کہ لیپا پوتی شروع ہو گئی، ارے بس کر دے، اچھی بھلی شکل کا ستیاناس مار کر رکھ دیا ہے۔"

ذہرہ بی بی بیرونی دروازہ کھول کر گھر کے اندر داخل ہوئیں۔ان کے ہاتھ میں سبزی کا تھیلا تھا۔حُباب نے گلے میں پڑا ڈوپٹہ قریب ہی رکھی کرسی پہ ڈالا اور کٹوری آرام سے سنک میں رکھی، کیونکہ ابھی اس کے چہرے کا آدھا رقبہ باقی تھا، ان کی جانب آئی اور ان کے ہاتھ سے سبزی کا تھیلا لیا۔ذہرہ بی بی نے پلٹ کر دروازہ بند کیا۔

"بی اماں--آپ پھر کھیرے بھول گئیں، جاتے وقت کتنی بار یاد دلایا تھا آپکو۔"

حُباب نے مطلوبہ چیز کی تلاش میں تھیلے میں جھانکا۔

"لو دیکھو سبزی کی دکان پہ اچھے بھلے یاد تھے مجھے، وہ سبزی والا اس قدر بول رہا تھا، میرے تو دماغ کے کیڑے کھا گیا۔اسی کی باتوں میں دھیان سے نکل گیا۔آخر تم نے کھیرے کا کیا کرنا ہے جو روز ہی کھیرا کھیرا گا رہی ہوتی ہو۔" ذہرہ بی بی کرسی پہ بیٹھ گئیں۔

"ارے بی اماں کھیرا اسکن کے لئے بہت اچھا ہوتا ہے، چہرہ پہ لگاؤ تو چہرہ ایک دم لشکارے مارنے لگتا ہے، لیکن آپ تو بھول ہی گئیں۔اب تو دو دن بعد ہی جانا ہو گا۔آپ اتنی ساری سبزی جو اٹھا لائی ہیں۔" حُباب تھیلے اٹھائے کچن میں چلی گئی۔ساتھ ہی ساتھ وہ ذہرہ بی بی کو کھیرے کے فوائد سے بھی آشنا کرتی جا رہی تھی۔

"اچھا اچھا۔۔جا منہ دھو جا کر۔۔دل دہلائے دے رہی ہو اور ایک گلاس پانی کا پلاؤ، یہ نہیں دیکھتی کہ نانی تھک گئی ہوگی ایک گلاس پانی ہی پلا دوں لیکن نہیں۔۔اتنی لمبی ہو گئی مگر عقل گھٹنوں میں چھپی بیٹھی ہے۔" ذہرہ بی بی نے اپنے سفید ڈوپٹے سے ماتھے پہ چمکتا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔حُباب نے سنک میں ہاتھ دھوئے۔پانی کا گلاس اماں بی کے ہاتھ میں تھمایا اور برآمدے میں رکھے پیڈیسٹل فین کو گھسیٹتے ہوئے صحن میں لائی اور اسکا سوئچ، سوئچ بورڈ میں لگایا۔پنکھے کی ہوا ذہرہ بی بی کے سورج کی تمازت سے جلتے وجود سے ٹکرائی۔پانی پی کر گلاس انہوں

نے ٹیبل پہ رکھا۔حُباب واپس سنک کے پاس جا کھڑی ہوئی تھی اور چہرے پہ ہاتھ لگا کر محسوس کیا۔اسکا ماسک سوکھ چکا تھا۔جلدی سے چہرہ دھویا اور پھر منہ پھلائے ذہرہ بی بی کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"چل اب منہ پھلا کر کیوں بیٹھ گئی ہے۔اب ایسا بھی کوئی کفر نہیں ہو گیا۔کل خالد آئے گا تو اسے کہہ کر منگوا دوں گی۔"

ان کے کہنے پر اس نے منہ بسورتے ہوئے ان کیطرف دیکھا۔

"ائے اب اس میں ناراضگی والی کون سی بات ہے۔"

ذہرہ بی بی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولیں۔

"میں بتا رہی ہوں۔۔کل یاد سے منگوا دیجیئے گا ورنہ۔۔۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھی اور پاؤں پٹختی باورچی خانے میں چلی گئی۔

"یہ لڑکی بھی نہ۔۔۔کیا ہو جو یہ گھڑی گھڑی ناراض ہونا چھوڑ دے۔"

ذہرہ بی بی دائیں بائیں سر ہلاتی مسکرا رہی تھیں۔

"کچھ دوپہر کے کھانے کا بھی بندوبست کرنا ہے یا آج تمہاری خفگی کے شوربے میں روٹی ڈبو کر کھانی پڑے گی۔"

ان کی بات سن کر حُباب کچن کے دروازے میں دونوں ہاتھ کمر پہ جمائے کھڑی ہو گئی۔اب ذہرہ بی بی منہ پہ ڈوپٹہ رکھے ہنس رہی تھیں۔

"میں آپ سے اب بالکل بات نہیں کروں گی۔۔آپ ہنس رہی ہیں مجھ پہ۔۔"

وہ انکے ہنسنے پہ ناراضگی سے کہتی واپس کچن میں لوٹ گئی۔

"ہائے میرے اللہ۔۔۔"

زہرہ بی بی گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتی اٹھیں اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی کچن کے دروازے کی چوکھٹ پر آ کھڑی ہوئیں۔حُباب نے ان کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

"ارے میں تم پہ تھوڑی ہنس رہی تھی جو منہ پُھلا لیا ہے اور یہ جو لڑکیاں چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خفگان کا بخار چڑھا لیتی ہیں تو وہ بیاہ مانگتی ہیں۔" انھوں نے فریج کھول کر کنکھیوں سے اسکی طرف دیکھا۔

"اففف۔۔۔ایک تو آپ ٹھیک سے ناراض بھی نہیں ہونے دیتیں۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے گویا ہوئی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔۔کیا بنا رہی ہو؟"

وہ اس کے کندھے سے جھانکتی پوچھ رہی تھیں۔

"سبزی تھی نہیں اس لئے سوچا دال چاول بنا لیتی ہوں۔آپ کو پسند ہیں نا۔" اب وہ ناراضگی بھلائے بڑی محبت سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"ساتھ پودینے کی چٹنی بھی بنا لینا، بڑا من ہو رہا ہے۔"

وہ اس سے کہتی کچن سے نکل گئیں جبکہ وہ مسکرا کر سر ہلاتی کام میں جُت گئی۔آج سنڈے تھا اس لئے کھانا وہ بنا رہی تھی ورنہ روز تو زہرہ بی بی ہی بناتی تھیں۔گھر میں وہ دو ہی تو تھے اس لئے کام تو نہ ہونے کے برابر ہوتا تھا۔دونوں ہی ایک دوسرے کا خیال رکھتی تھیں۔حُباب کالج جاتی تھی۔۔وہ ایک علاقے کے سرکاری کالج میں تھرڈ ائیر کی طالبہ تھی۔زہرہ بی بی کے مرحوم شوہر یعنی حباب کے نانا کی اچھی خاصی پینشن تھی۔دونوں کی ضروریات کا دائرہ کار کم تھا اس لئے آرام سے دونوں کا گزارا ہو جاتا تھا۔حباب بہت سمجھدار اور حساس طبیعت کی مالک تھی۔وہ بہت چھوٹی تھی جب اس کی ذمے داری زہرہ بی بی کے ناتواں کندھوں پہ آ گئی تھی۔انھوں نے چار سال کی حباب کو سینے سے لگا لیا۔شوہر کی وفات کے بعد حباب کا وجود ہی ان کے جینے کا سہارا تھا۔تب سے اب تک انھوں نے حباب کی پرورش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔حباب بھی زہرہ بی بی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔

"تاجو۔۔۔!! تاجو۔۔!! کہاں مر گئی ہو؟"

کمرے میں قدم رکھنے کے بعد وہ واپس اپنی خاص ملازمہ کو پکارتے ہوئے کمرے سے باہر آئی تھی۔تاجو، جو کام ختم کرنے کے بعد اپنے کوارٹر میں جانے کے لئے تیار

کھڑی تھی، بھاگتی ہوئی اس کی طرف آئی تھی۔زبان پہ جلِ تُو جلال تُو کا ورد بھی جاری تھا۔

"جی بی بی---"

وہ سر پہ ڈوپٹہ جماتی قریب آئی۔اپنی مالکن کی تیز نظروں کو خود پہ محسوس کرتے ہوئے نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"کہاں مر گئی تھی۔ایک بار آواز پر کیوں نہیں آتی، کتنی بار کہا ہے کہ پہلی آواز پہ آیا کرو۔"

جاثرہ احمد کی قہر برساتی آنکھیں تاجو پہ جمی تھیں۔

"بی بی معافی چاہتی ہوں--میرا کام ختم ہو گیا تھا تو گھر جا رہی تھی۔کوئی کام تھا کیا؟"

تاجو نے پوچھا--نظریں اٹھا کر جاثرہ احمد کی جانب دیکھنے کی ہمت کبھی وہ نہیں جٹا پائی تھی اور نا ہی یہ جرآت کسی اور ملازم میں تھی کہ جاثرہ احمد کی قہر برساتی آنکھوں اور شعلے اگلتی زبان کے سامنے ٹک سکے۔

"کمرے میں کون گیا تھا؟"

جاثرہ احمد دھاڑی تھی۔اسکی فلک شگاف آواز عمارہ ابراہیم کے کانوں تک باآسانی پہنچ رہی تھی۔وہ تیزی سے بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف آئی اور بناء آہٹ پیدا کیے

تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔عمارہ ابراہیم کا کمرہ لاؤنج کے بالکل سامنے تھا اس لئے وہ دونوں کو باآسانی دیکھ سکتی تھی۔جاثرہ احمد کی پیٹھ اسکی جانب تھی جبکہ تاجو اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"کوئی نہیں گیا تھا بی بی جی۔۔آپکی اجازت کے بغیر تو وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا اور پھر میں تو یہیں تھی۔میں نے کسی کو بھی اس کمرے میں جاتے نہیں دیکھا۔"

تاجو نے ایک پل کو نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔

"دفع ہو جاو یہاں سے۔۔"

جاثرہ احمد کچھ لمحے اسے گھورتی رہی اور پھر قدرے تیز آواز میں تاجو سے کہا۔تاجو اندھا کیا چاہے دو آنکھوں کے مصداق وہاں سے یوں غائب ہوئی جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر اسے غائب کر دیا ہو۔عمارہ نے دروازے کو مزید کھولا۔جاثرہ احمد اب صوفے پہ براجمان پاوں جھلاتی نظر آ رہی تھی۔اسکے چہرے کے تنے تنے نقوش اسے صاف دکھائی دے رہے تھے۔وہ دھڑکتے دل کے ساتھ لاؤنج میں آئی۔جاثرہ احمد کی نظریں اپنے پیروں پر اور چہرے پہ سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔عمارہ ابراہیم بےآواز قدموں سے چلتی جاثرہ احمد کے قریب آئی تھی اور ہمت کر کے پوچھا۔

"کیا بات ہے بھابھی۔۔۔؟؟آپ غصے میں لگ رہی ہیں۔"

عمارہ نے اسے متوجہ کیا، حالانکہ اسے معلوم تھا کہ جاثرہ احمد اسکی آمد سے بے خبر نہیں ہے۔

"انیکسی کے ساتھ ملحقہ کمرے میں تم گئی تھی؟"

جاثرہ احمد صوفے سے اٹھ کر اسکے سامنے کھڑی ہوئی اور براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔بے طرح سرخ آنکھیں عمارہ ابراہیم پہ گویا اثر سا کر ڈالتی تھیں۔اب بھی یہی ہوا تھا۔وہ گم سم سی جاثرہ احمد کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اب بت بنی میرا منہ کیوں تک رہی ہو، جواب دو۔"

جاثرہ احمد نے ناگواری سے پوچھا۔

"نن۔۔نہیں بھابھی۔۔۔میں تو آپ کے جانے کے بعد سے اپنے کمرے میں ہی تھی۔"

وہ گڑبڑا گئی۔

آئندہ وہاں جانے کی غلطی مت کرنا۔"

جاثرہ احمد شہادت کی انگلی اٹھائے تنبیہی انداز میں کہتی پلٹ گئی۔عمارہ نے مڑ کر تب تک دیکھا جب تک جاثرہ احمد نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔اس کے منظر سے غائب ہونے کے بعد عمارہ ابراہیم وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

اپنی ماں کی تصویر کو سینے سے لگائے، وہ بے آواز رو رہا تھا۔وہ ساتویں کلاس کا ایک ہونہار اسٹوڈنٹ تھا۔اسکول کی پچھلی طرف لان بنے لان میں رکھے ایک سنگی بینچ پہ سب سے چھپ کر بیٹھا تھا۔تیزی سے بہتے آنسو اسکے سرخ و سفید چہرے کو بھگو رہے تھے۔

"ہیثم ابراہیم---!!"

اپنے نام کی پکار پر اس نے نہایت پھرتی سے آنسو پونچھے مگر تصویر کو اپنے سینے سے الگ نہیں کیا۔اسے پسند نہیں تھا کہ کوئی اسکے آنسو دیکھے اور کوئی اسکے دل میں چھپے اس درد سے کسی کی واقفیت نہیں چاہتا تھا۔

"ہیثم---!!"

میڈم زارا اسکے قریب آ کر بیٹھ گئیں۔

"یس میڈم---؟؟"

وہ تھوڑا رخ پھیر کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو اور کیا تم رو رہے تھے؟"

میڈم زارا نے اس بارہ سالہ لڑکے کا رخ اپنی جانب کیا، گو کہ اس نے آنکھیں رگڑ ڈالی تھیں مگر پھر انہیں معلوم تھا کہ وہ رو رہا تھا۔

"نو میڈم---"

ہمیشہ کی طرح اس نے انکار کیا تھا۔زارا میڈم بہت حیران ہوتی تھیں کہ وہ اتنی سی عمر میں کسقدر سنجیدہ ہے اور اپنی تکلیف کو چھپانے میں مہارت رکھتا ہے۔انہیں وہ شروع ہی سے عزیز تھا۔نجانے میثم ابراہیم میں ایسی کون سی کشش تھی کہ اسکے کھچے کھچے رویے کے باوجود اسکی جانب قدم بڑھانے سے خود کو روک نہیں پاتی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنی پرابلم ان سے شیئر کرے،اپنے دل میں چھپی اس تکلیف کو اس سے بیان کرے جو ہر وقت میثم ابراہیم کی آنکھوں سے چھلکتی تھی۔وہ اسکی مدد کرنا چاہتی تھی مگر وہ اپنی ذات میں گم رہتا اور ظاہر یہ کرتا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے اور اسے کوئی پرابلم نہیں ہے۔ابھی بھی وہ اپنے چہرے کے اداس تاثرات کو سنجیدگی کے خول میں قید کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے،آپکو پرنسپل صاحب نے اپنے آفس میں بلایا ہے۔آپکے تایا آپ سے ملنے آئے ہیں۔لیٹس گو۔۔۔"

میڈم زارا نے اسکا ہاتھ تھامے اسے اپنے ساتھ لئے طویل راہداری سے ہوتے ہوئے آگے بڑھنے لگیں یہ جانے بغیر کہ اپنے تایا کا سن کر اسکے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔انہیں یقین تھا کہ اگر وہ اسے آفس جانے کا کہتی تو وہ کبھی نہیں جاتا۔کہیں چھپا لیتا خود کو۔۔۔وہ بارہا ایسا کر چکا تھا،لیکن اب کی بار پرنسپل کی ہدایت پہ وہ اسکا

ہاتھ مضبوطی سے پکڑے آگے بڑھ رہی تھیں اور وہ ان کے ساتھ یوں چل رہا تھا جیسے وہ کسی بے جان بکس کو گھسیٹے لے جا رہی ہوں۔

"مے آئی کم ان سر۔۔۔!!"

میڈم زارا اسے ساتھ لئے پرنسپل کے آفس میں داخل ہوئیں۔

"یس کم ان پلیز۔۔"

پرنسپل کی اجازت ملنے پر وہ میثم ابراہیم کو لئے اندر داخل ہوئیں۔پرنسپل کے بالکل سامنے بیٹھے شخص نے پلٹ کر دیکھا تھا۔میثم ابراہیم وہیں ان سے کچھ فاصلے پر رک گیا تھا کیونکہ میڈم زارا نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔

"آو آو میثم۔۔۔مائی ینگ بوائے۔۔کم ہیئر۔۔"

پرنسپل صاحب نے اسے اپنے پاس بلایا۔وہ سست قدموں سے چلتا ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔پرنسپل صاحب اپنی کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سامنے بیٹھے شخص کی جانب دیکھا جو بغور ان کی بغل میں کھڑے اس بچے کیطرف دیکھ رہا تھا۔انہیں وہ اپنی عمر کے بچوں سے کئی زیادہ بڑا اور سنجیدہ دکھ رہا تھا۔چہرے کے نقوش انہیں کسی بہت اپنے کی یاد دلا رہے تھے۔وہ اسے چار سال بعد دیکھ رہے تھے۔چار سال سے ان کے اور میثم ابراہیم کے بیچ صرف اتنا ہی تعلق تھا کہ وہ اسکا خرچہ ہر مہینے کی

آخری تاریخ کو اسکے اکاونٹ میں ٹرانسفر کرتے تھے۔انہیں میثم ابراہیم سے دور نہیں رہنا چاہیئے تھا، یہ احساس انہیں شدت سے ہوا۔

"ہمارا بیٹا کتنا بڑا ہو گیا ہے--ماشاءاللہ بہت فرمانبردار اور بریلینٹ بچہ ہے۔"

پرنسپل صاحب نے سامنے بیٹھے شخص کی محویت کو توڑا۔

"یہاں آو میرے پاس---"

انہوں نے اسے پاس بلایا لیکن وہ وہیں کھڑا رہا۔میثم ابراہیم کی آنکھوں میں ظاہر ناپسندیدگی ان سے مخفی نہ رہ سکی۔

"میثم---!! جاو بیٹا---"

پرنسپل صاحب نے اسے ان کے قریب کیا۔ان کے کہنے پر وہ نہ چاہتے ہوئے ابرار احمد کے پاس آیا تھا۔انہوں نے اسے سینے سے لگایا اور پاس رکھا چاکلیٹس کا شاپر اسکی جانب بڑھایا۔

"جانتا ہوں کہ میرا بیٹا ناراض ہے مجھ سے، میں تم سے ملنے نہیں آ سکا تھا اور نہ ہی فون کر پایا۔بزنس کی وجہ سے بہت مصروف تھا۔"

انہوں نے میثم کے روکھے رویے کو دیکھ کر اپنی صفائی پیش کی۔وہ اب بھی نظریں اپنے پیروں پہ جمائے ہوئے تھا۔انہوں نے مسکرا کر اسکے گال تھپتھپائے۔

"لیکن اب وعدہ کرتا ہوں کہ جلدی جلدی تم سے ملنے آیا کروں گا۔"

وہ اسکی ہتھیلی کو چومتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"پرنسپل صاحب میرے بیٹے کا بہت خیال رکھئیے گا۔"

ابرار احمد نے اسے سینے سے لگائے لگائے پرنسپل صاحب سے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میثم آپ جاو۔"

پرنسپل صاحب نے اس سے کہا تو وہ سست رفتاری سے آفس میں داخل ہوا تھا، تیزی سے باہر نکل گیا۔

"اپنے پیرنٹس کو بہت مس کرتا ہے۔"

ابرار احمد نے پرنسپل صاحب سے کہا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں۔وقت کے ساتھ ساتھ وہ ٹھیک ہو جائیگا۔"

پرنسپل صاحب نے انہیں تسلی دی۔اگلے چند لمحوں میں وہ پرنسپل صاحب سے اجازت لے کر آفس سے نکل آئے تھے۔ان کا رخ اپنی پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی جانب تھا اور ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"یار تمھارے تو مزے ہیں۔"

وہ سبھی اسکے ہاتھ میں ڈھیر ساری چاکلیٹس دیکھ کر اسکی طرف روک بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔اس نے بغیر کچھ کہے وہ تمام چاکلیٹس اپنی کلاس اور دوستوں میں بانٹ دیں۔

"میثم ابراہیم---"

اپنے نام کی پکار پہ اس نے پلٹ کر دیکھا۔اس کے دوست بھی اسی جانب دیکھنے لگے تھے۔ان کے اسکول کا چوکیدار ہاتھ میں ایک سفری بیگ لئے ان کی طرف آ رہا تھا۔اسکی نگاہیں میثم ابراہیم پہ ٹھہری تھیں۔

"یہ تمھارے تایا نے دیا ہے۔وہ کہہ رہے تھے اس میں تمھارے لئے کچھ نئے کپڑے ہیں۔میں تمھارے کمرے میں رکھ دیتا ہوں۔"

چوکیدار نے اسے بتا کر ہاسٹل کا رخ کیا۔اسکول ٹائمنگ ختم ہو چکی تھی اس لئے میثم بھی چوکیدار کے پیچھے چل پڑا۔

"میثم ہمارے ساتھ کھیلو گے نہیں؟"

ان میں سے ایک نے اسے چوکیدار کے پیچھے جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں۔۔مجھے ہوم ورک کرنا ہے۔"

اس نے ان سے کہا اور پھر سست قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا۔

"میثم---رکو۔۔میں بھی چلتا ہوں تمھارے ساتھ۔"

انصب اسکے پیچھے دوڑا تھا۔

"میں نے تم سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ مجھے تمھاری ضرورت نہیں ہے۔"

میثم ابراہیم نے ہاتھ اٹھا کر انصب طاہر کو اپنے پیچھے آنے سے روکا۔

"ہم دوست نہیں ہیں کیا؟"

انصب طاہر نے معصومیت سے سوال کیا۔وہ قدم سے قدم ملاتا اسکے ساتھ تھا۔

"نہیں۔"

میثم ابراہیم نے واشگاف الفاظ میں انکار کیا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

"لیکن میں تو تمھیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔"

انصب طاہر اسکے روکتے رویے کے باوجود پیچھے نہیں ہٹا تھا۔

"لیکن میں تمھیں اپنا دوست نہیں سمجھتا اور نا ہی تم میرے دوست ہو۔اب اگر تم میرے پیچھے آؤ گے تو یہ تمھاری غلطی ہو گی۔"

میثم ابراہیم نے اپنی بند مٹھی انصب کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے وارننگ دی۔انصب وہیں رک گیا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ میثم ابراہیم اس سے اتنی سختی سے پیش آسکتا ہے حالانکہ وہ ہمیشہ ذبردستی اسکے ساتھ دوستی بنانے کی تگ و دو میں رہتا تھا مگر میثم ابراہیم نے کبھی بھی اسکی دوستی کا ہنسی خوشی خیر مقدم نہیں کیا۔میثم ابراہیم اپنے آپ میں گم رہنے والا بچہ تھا۔اپنی عمر کے بچوں سے قطعی مختلف تھا،

یہی وجہ تھی کہ میڈم زارا اس کی جانب متوجہ ہونے پر مجبور ہوئی تھیں۔ایک تو وہ کلاس کا ہونہار طالب علم تھا۔ اسکے اس لیے دیئے رہنے والے رویے کے باعث کلاس کے بچے اس سے دور ہی رہتے تھے مگر انصب اسکے پیچھے پڑا رہتا تھا۔

" تم کیوں اس کے پیچھے پیچھے جاتے ہو جبکہ وہ تمہیں گھانس بھی نہیں ڈالتا۔"

وہ پلٹ کر آیا تو علی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔انصب نے علی کی جانب دیکھا اور اپنے کندھے سے اسکا ہاتھ ہٹایا اور کچھ کہے بغیر وہاں سے چلا گیا۔

"حباب دیکھ تو دروازے پہ کون ہے؟"

بی اماں نے صحن میں رکھے تخت پر جائے نماز بچھاتے ہوئے حباب سے کہا۔حباب جو کتاب میں سر دیئے قریب ہی رکھی کرسی پر بیٹھی تھی، کتاب ٹیبل پہ رکھ کر دروازے کی سمت بڑھی۔

"کون ہے؟"

اس نے چٹخنی اتارنے سے پہلے پوچھا۔

"میں ہوں۔"

مالک مکان کی آواز سن کر حباب کے چہرے کے زاویے بگڑے۔وہ دروازہ کھولے بغیر پلٹ آئی اور نماز پڑھتی بی اماں کے پیچھے بیٹھ کر پیر جھلانے لگی۔

"بی اماں۔۔!!"

دروازے پہ دوبارہ دستک ہوئی۔حباب خاموشی سے بی اماں کی نماز ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔اس دوران وہ خالد(مالک مکان) کے جانے کی دعا کرنے لگی۔جب تک ہی بی اماں نے سلام پھیرا، تب تک مالک مکان تین مرتبہ دروازے پہ دستک دے چکا تھا۔

"تم میرے سر پہ کیوں بیٹھ گئی جا کر دروازہ کھولو۔"

وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی حباب کی جانب مڑیں۔

"آپ ہی خود ہی کھولئے، مجھے نہیں دیکھنی اسکی شکل۔"

وہ بے زاری سے بولی۔

"اچھا۔۔اچھا۔۔کتنی بار کہا ہے کہ یہ پیر مت ہلایا کرو، اچھا نہیں ہوتا مگر تمھاری موٹی عقل میں کچھ نہیں سماتا۔"

انہوں نے تخت سے اترتے ہوئے اسکی ٹانگ پہ ہاتھ رکھ کر اسے پیر جھلانے سے روکا۔ساتھ ہی ساتھ اسکی کمر پہ ایک تمغہ بھی جڑ دیا۔دروازے پہ مسلسل دستک دی جا رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ بی اماں کے نام کی صدائیں بھی دی جا رہی تھیں۔

""""اچھی طرح پتہ ہے اسے ہم اسکی شکل نہیں دیکھنا چاہتے مگر پھر بھی ہمارے سر پر سوار ہونے آ جاتا ہے۔۔منحوس کہیں کا۔۔"

مسلسل دستک دیئے جانے پر حباب نے کہا۔

"اللہ ناراض ہوتا ہے۔۔۔یوں نہیں کہتے۔۔چلو تم اندر جاؤ۔"

حباب پاؤں پٹختی کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بند کر دیا۔بی اماں نے دروازے کی جانب بڑھیں لیکن ایک بار اپنی تسلی کے لئے پلٹ کر دیکھا۔

"ائے آرہی ہوں۔۔۔کمبخت کسقدر ڈھیٹ شخص ہے یہ۔"

انہوں نے آخری جملہ آہستگی سے کہا اور کُنڈی اتار کر دروازہ کھولا۔

"سلام بی اماں۔۔!!"

دروازہ کھلتے ہی محترم خالد نے ہاتھ ماتھے پر رکھ کر سلام کیا۔

"اے میاں۔۔کتنی بار کہا ہے پورا سلام کیا کرو، ہم پہ لعنتیں بھیجنے کا بڑا شوق ہے تمھیں۔"

بی اماں کے چہرے پر ناگواری کی لکیریں ابھریں تھیں۔

"معافی چاہتا ہوں بی اماں۔۔میرا مطلب تھا السلام و علیکم۔۔!!"

خالد نے پیلے دانتوں کی نمائش کرنا ضروری سمجھا۔

"وعلیکم السلام۔۔!! ہاں بتاؤ۔۔۔ابھی تو مہینے میں کافی وقت ہے تم کس لئے نازل ہو گئے اتنی جلدی۔"

بی اماں راستہ روکے دروازے میں ہی ایستادہ رہیں۔

"آپ بھی کمال کرتی ہیں بی اماں۔۔آپ کی خیر خبر لینے آیا تھا اور میں کب آپ سے کرایہ وصولنے آتا ہوں۔جب بھی آیا ہوں۔۔اللہ گواہ ہے آپکی خبرگیری کے لئے ہی آیا ہوں۔یہ تو آپ خود ہیں جو ناغہ کیے بغیر مہینے کی پہلی تاریخ کو ہی کرایہ میری ہتھیلی پہ رکھ دیتی ہیں۔"

خالد بات تو ذہرہ بی بی سے کر رہا تھا مگر اسکی آنکھیں پورے صحن کا ایکسرے لینے میں مصروف تھیں۔

"اللہ کا بڑا کرم ہے۔اسی نے مجھ بڑھیا کی پردہ پوشی کر رکھی ہے۔خیر بہت شکریہ تمھارا کہ خیر خبر لینے آ جاتے ہو۔"

ذہرہ بی بی کی سوچوں کی طنابیں ماضی سے الجھنے لگیں تو وہ ایک سانس بھری اور سر جھٹک کر گویا ہوئیں۔

"میں نماز پڑھنے کے لئے اٹھی تھی۔۔ تم بولو کیسے آنا ہوا۔"

ذہرہ بی بی کی نظریں اسکی گھر کے اندر کا پوسٹ مارٹم کرتی نگاہوں سے الجھی تھیں اور انہیں یوں دروازے میں کھڑے رہنا بھی پسند نہیں تھا اسے اندر بھی نہیں بلا سکتی تھیں اس لئے تخت پہ بچھی جائے نماز کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"جی جی۔۔۔آپ پڑھیئے نماز۔۔میں تو بس یہ پوچھنے آیا تھا کہ کچھ لانا لے جانا ہو تو میں حاضر ہوں۔۔سبزی وغیرہ۔"

خالد کی نظریں تھک ہار کر ذہرہ بی بی پر لوٹ آئیں۔

"سبزی تو میں کل لے آئی تھی۔۔بس کھیرے لانا بھول گئی۔اب تم آئے ہو تو ایسا کرو کہ سبزی والے سے ایک دو کھیرے لا دو۔تمھیں تکلیف تو ہو گی۔"

بی اماں نے عینک درست کی۔

"ارے بی اماں تکلیف کیسی، ابھی لا دیتا ہوں۔"

وہ یوں خوش ہوا جیسے کوئی ہفت اکلیم مل گئی ہو۔وہ واپس لوٹ گیا۔بی اماں نے دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھائی۔جتنی دیر میں انہوں نے نوافل پڑھ کر دعا کی اتنی دیر میں خالد بھی لوٹ آیا تھا۔انہوں نے جائے نماز تہہ کی اور دروازہ کی جانب بڑھیں۔

"یہ لو پیسے۔"

اسکے ہاتھ سے تھیلا لے کر انہوں نے اپنے سفید ڈوپٹے کے کونے میں بندھے پچاس روپے اسکی طرف بڑھائے۔

"ارے ارے بی اماں۔۔۔کیوں شرمندہ کرتی ہیں۔آپ میری ماں جیسی ہیں۔اب آپ سے پیسے لیتا ہوا میں اچھا لگوں گا۔"

خالد نے پیسے لینے سے انکار کیا۔

"ارے نہیں۔۔اگر تم پیسے نہیں لے رہے تو پھر یہ کھیرے بھی واپس لے جاو اور اسکے بعد تم سے کوئی شے نہیں منگواوں گی۔"

بی اماں نے نفی میں سر ہلایا۔

"اچھا اچھا لائیے۔۔۔"

وہ فورا بولا۔ذہرہ بی بی نے پیسے اسکی جانب بڑھائے جو اس نے لے لئے اور ایک آخری نظر گھر کے اندر ڈالتا واپس لوٹ گیا۔

"کافی دیر مذاکرات چلے۔"

وہ دروازہ بند کر کے پلٹ رہی تھیں کہ حباب کمرے سے برآمد ہوئی اور تخت پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

"یہ لے۔۔۔میرے مذاکرات کا نتیجہ۔۔"

انہوں تھیلا حباب کی جانب بڑھایا۔

"اس سے کیوں منگوائے۔۔ منحوس مارا۔۔زہر لگتا ہے مجھے، ایسے دیکھتا ہے جیسے کوئی دیہاتی شہر کی چکاچوند دیکھتا ہے۔"

حباب نے تھیلے میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو کہتی ہوں سامنے مت آیا کرو۔"

ذہرہ بی بی گاو تکیے سے ٹیک لگا کر لیٹ گئیں۔ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے انگوری رنگ کے موتی ایک ایک کر کے گرنے لگے تھے۔حباب انہیں مصروف دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عمارہ بی بی۔۔۔چھوٹے صاحب کا فون ہے آپ کے لئے، بڑی بیگم صاحبہ آپ کو نیچے بلا رہی ہیں۔"

وہ کسی میگزین کے مطالعے میں مصروف تھی جب تاجو کمرے میں داخل ہوئی۔

"آ رہی ہوں۔"

اس نے میگزین بند کر کے سائیڈ پہ رکھا اور بیڈ سے اتر آئی۔تاجو سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔ عمارہ بھی اسکے پیچھے ہی کمرے سے نکلی تھی۔تاجو کچن کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ سیدھی لاؤنج میں آئی تھی۔ جاثرہ احمد وہاں موجود نہیں تھی۔اس نے ریسیور کان سے لگا کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔!! کیسی ہو عمارہ؟"

ابراہیم احمد کی گھمبیر آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔وہ پورے ایک ماہ بعد اسکی آواز سن رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔آپ کیسے ہیں؟"

عمارہ نے قدرے دبی دبی آواز میں پوچھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔کیا کر رہی تھی؟"

سنجیدگی سے پوچھا گیا۔وہ اسکا سوال سن کر حیران تھی۔

"میں اپنے کمرے میں تھی۔"

عمارہ نے جواب دیا۔

"کیا ہر وقت کمرے میں بند رہتی ہو، باہر نکلا کرو۔یہ میرے اپنے ہیں، تم بھی انہیں اپنا سمجھو۔"

ابراہیم کے منہ سے نکلے لفظوں نے اسکے کانوں کو گویا سُن سا کر دیا ہو اور اسکے لہجے میں غصے کی ہلکی سی رمق نے عمارہ کو باور کرایا کہ اسکے خلاف ابراہیم احمد کے کان بھرے گئے ہیں۔

"جی۔۔"

وہ اسکی بات کے جواب میں صرف اتنا ہی کہہ سکی تھی۔دوسری جانب ابراہیم اسکی خاموشی محسوس کر کے خاموش ہو گیا۔ عمارہ کو اسی دوران محسوس ہوا کہ کوئی بےآواز قدموں چلتا اسکے پیچھے آ کھڑا ہوا ہے۔اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔جاثرہ احمد لبوں پہ مسکان سجائے اسکے بالکل پیچھے کھڑی تھی۔انکھوں میں ہلکی سے سرخی لئے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ عمارہ کو اسکی مسکراہٹ عجیب سی لگی۔جاثرہ احمد کو اسکے چہرے کا پھیکا پڑتا محسوس ہوا۔وہ عمارہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھتی قریبی صوفے پہ بیٹھ گئی۔جاثرہ کی وہاں موجودگی اسے اچھی نہیں لگی تھی۔وہ ابراہیم احمد سے کہنا چاہتی تھی کہ اسے اسکے ساتھ کی ضرورت ہے اور وہ ہر لمحہ اسکے لوٹ آنے کی منتظر رہتی

ہے مگر وہ کچھ بھی نہیں کہ پائی۔جاثرہ احمد اس پہ نگاہیں جمائے صوفے پہ پرسکون انداز میں بیٹھی تھی۔اسکا مقصد واضح تھا کہ وہ نہیں چاہتی تھی وہ ابراہیم احمد سے کھل کر بات کرے۔

"عمارہ۔۔!! کیا بات ہے، اتنی کھوئی کھوئی سی کیوں ہو؟"

ابراہیم احمد کی فکر میں ڈوبی آواز اسے ہوش میں لائی۔

"کچھ نہیں۔۔بس میں چاہتی ہوں کہ آپ لوٹ آئیں۔مجھے اپنی زندگی میں آپکی کمی محسوس ہوتی ہے۔"

آخرکار عمارہ نے جاثرہ احمد کی موجودگی پہ لعنت بھیجی اور ابراہیم احمد سے کہا۔ابراہیم احمد ہنس دیا۔اس کے قہقے کی گونج عمارہ کو اپنے دل میں گونجتی محسوس ہوئی۔

"انشاء اللہ۔۔۔!! میں جلد آؤنگا۔ابرار بھائی سے بات کی ہے وہ جیسے ہی میری بات کو او۔کے کریں گے، میں تمھارے پاس ہوں گا۔"

وہ اسے نرمی سے سمجھاتا بولا۔وہ جاثرہ احمد کی وجہ سے مزید تفصیل نہیں پوچھ سکی۔

"چلو اب رکھتا ہوں۔۔۔پھر کال کروں گا۔"

الوادعی کلمات ادا کر کے ابراہیم احمد نے فون بند کر دیا۔عمارہ نے وال کلاک کی طرف دیکھا اور دوسری نظر اس نے جاثرہ احمد پر ڈالی پھر خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

"کیا کہہ رہا تھا۔۔۔کب آ رہا ہے؟

جاثرہ احمد نے پوچھا۔

"جلد آئیں گے۔"

اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گئی۔جاثرہ احمد کے پھیلے لب سکڑ گئے۔

"وہ کبھی نہیں آئے گا۔۔میں اسے آنے ہی نہیں دوں گی اور تمھارا وجود انتظار کی آگ میں جل جل کر خاکستر ہو جائے گا۔"

وہ سرگوشی کی صورت عمارہ کی پشت کو گُھور کر بولی۔اسکا چہرہ کرختگی کی مثال بن گیا تھا۔اس کی سوچ اور عزائم سے کوئی واقف نہیں تھا۔اسکے دل میں عمارہ ابراہیم کے لئے کتنی نفرت ہے یہ صرف وہی جانتی تھی۔

گہری سیاہ آنکھیں بڑی باریکی سے آس پاس کے علاقے کا معائنہ کر رہی تھیں۔اسکے چہرے پہ چھائی سنجیدگی اور ماتھے کے بل وہاں موجود لوگوں کو واضح دکھائی دے رہے تھے۔اس لئے وہ چاہ کر بھی اُس سے کچھ پوچھنے کی ہمت خود میں نہیں پا رہے تھے مگر پھر بھی وہاں موجود لوگوں نے اسے حیران نگاہوں سے دیکھنا بند نہیں کیا تھا۔وہ آج تیسری مرتبہ یہاں آیا تھا اس لئے سب اسے پہچان گئے تھے۔پہلی بار جب وہ اس علاقے میں آیا تھا تو ایک دو لوگ اسکی مدد کو آگے آئے تھے مگر اس نے نہایت اکھڑ

انداز میں ان سے مدد لینے سے انکار کر دیا تھا۔اسے ان کی کھوجتی نظروں کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔اسے صرف و صرف اپنا مقصد پورا کرنا تھا۔گاڑی وہ گلی سے باہر مین روڈ پہ کھڑی کرتا اورپیدل یہاں تک آتا تھا۔آج بھی ہر روز کیطرح وہ تیز تیز قدم اٹھاتا گلی کے نکڑ تک پہنچ گیا۔یہاں تمام گھروں کے دروازے ایک ہی ڈیزائن اور ایک ہی رنگ کے تھے۔عام طور پر گھروں کے دروازوں پہ کوئی نیم پلیٹ لگی ہوتی ہے لیکن یہاں وہ بھی نہیں تھی اس لئے وہ جان نہیں پا رہا تھا کہ اسکا مطلوبہ گھر کون سا ہے۔بجلی کے کھمبے کے قریب کھڑا آس پاس تیزی سے نظریں دوڑاتا وہ شدید شش و پنج میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا۔

"بیٹا کسی کو ڈھونڈ رہے ہو؟ مجھے بتاؤ، شاید میں تمھاری کچھ مدد کر پاؤں۔"

ایک بزرگ، جو کب سے سامنے دکان کی سیڑھی پہ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے اٹھ کر اسکے پاس آئے۔موٹے شیشوں والی عینک کے پیچھے بڑی بڑی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔

"نہیں۔۔۔مجھے جو تلاش کرنا ہو گا خود کر لوں گا۔آپ تکلیف مت کیجیئے۔"

وہ اپنے چہرے پہ ناگواری ظاہر ہونے سے نہ روک سکا۔اسکی آنکھوں کا سرد انداز اب اسکے لہجے میں بھی محسوس ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔۔ جیسی تمھاری مرضی۔"

وہ بزرگ اس پہ سر تا پیر نظر ڈالتے پلٹ گئے۔بزرگ کے جانے کے بعد وہ بھی جن قدموں سے آیا تھا انہی قدموں سے لوٹ گیا۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔وہ ہر وقت اپنے کمرے میں بند رہنے کی وجہ سے اکتاہٹ کا شکار ہونے لگی تھی۔ان چھ مہینوں میں وہ صرف تین چار بار ہی اپنے میکے گئی تھی۔اس کے میکے میں تھا ہی کون ایک بڑا بھائی اور بھابھی۔۔وہ جاثرہ احمد سے کبھی اپنے میکے جانے کی بابت پوچھتی تو ان کے چہرے پہ ناپسندیدگی عمارہ سے چھپی نہیں رہتی تھی مگر پھر بھی بعض اوقات وہ اکڑ جاتی اور جاثرہ احمد کی ناپسندیدگی کے باوجود ڈرائیور کے ساتھ اپنے بھائی کے گھر چلی جاتی تھی اور اسکا یہی انداز جاثرہ احمد کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا لیکن وہ پرواہ نہیں کرتی تھی۔اس دوران ابراہیم احمد اسے فون کرتا رہتا تھا۔عمارہ کو ابراہیم احمد کے مزاج کی سمجھ نہیں آتی تھی۔کبھی کبھی ایسے آنکھیں پھیر لیتا کہ عمارہ کو اپنا وجود اسکی زندگی میں غیر اہم لگنے لگتا اور کبھی شہد جیسے میٹھے لفظ اسکے کانوں میں انڈیلتا کہ اسے اپنے نصیب پہ رشک ہونے لگتا مگر جہاں محبت کے میٹھے دو بول اسے محبت کا محل تعمیر کرنے میں مدد دیتے وہیں شعلے برساتے الفاظ اسکے محبت کے اس محل کو زمین بوس کرنے میں ایک پل نہیں لگاتے تھے۔جب وہ ابراہیم احمد سے اسکے آنے کے متعلق پوچھتی تو وہ کہتا تھا کہ

ابرار احمد اگر چاہیں تو وہ اگلے ہی دن لوٹ آئے لیکن جب وہ اسے اسکی اس بات کا مطلب پوچھتی تو ٹال جاتا تھا۔گھر میں بھی پہلے پہل تو صرف جاثرہ احمد کا رویہ اس سے اکھڑا رہتا مگر اب تو ابرار احمد بھی اس پہ نگاہ پڑتے ہی رخ پھیر لیتے تھے۔ان کا خشک رویہ اسے حیران کرنے لگا تھا۔پہلے ہر شام آفس سے آنے کے بعد وہ اس سے اسکا حال چال پوچھتے، اسے اپنا خیال رکھنے کی تلقین کرتے مگر اب وہ بالکل بدل گئے تھے۔

وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتی کہ سب اس سے کیوں کھچے کھچے سے رہنے لگے ہیں کہ ایک دن ابراہیم احمد لوٹ آیا۔

وہ اس وقت فجر کی نماز پڑھنے کے بعد لان میں چہل قدمی کر رہی تھی کہ وہ اپنا سفری بیگ ہاتھ میں لئے آہنی گیٹ سے اندر داخل ہوتا دکھائی دیا۔ایک لمحے کو تو وہ اسے کسی خواب کا حصہ لگا مگر جب وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تو اسے یقین کرنا پڑا تھا۔ عمارہ ابراہیم بناء پلکیں جھپکائے اسکی جانب دیکھ رہی تھی۔اسے یوں ساکت کھڑے دیکھ کر ابراہیم احمد کے لبوں پہ مسکراہٹ در آئی۔اس نے اپنا سفری بیگ پیروں کے قریب رکھا۔

عمارہ ابراہیم یقین و بے یقینی کی کیفیت سے گزر رہی تھی۔وہ اسے چھو کر یقین کر لینا چاہتی تھی کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی ہے۔اپنے یقین کو پختہ کرنے

کے لئے اپنا ہاتھ ابراہیم احمد کے چہرے کی طرف لے گئی۔جسے ہی اسکی نرم پوروں سے ابراہیم احمد کا لمس ٹکرایا وہ ہوش میں آئی اور اگلے ہی پل وہ اسکے سینے سے آلگی تھی۔ابراہیم احمد نے اسے بازوں کے گھیرے میں لیا۔اس کا جیتا جاگتا وجود عمارہ ابراہیم کو یقین کی سرحدوں کے پار لے آیا تھا۔وہ اسکے سینے سے لگی انتظار کے ان آنسوؤں کو کسی سمندر کی صورت باہر نکال رہی تھی جو اتنے مہینوں میں اس کی آنکھوں میں جمع تھے۔

"ارے بھئی کیا ہو گیا؟"

ابراہیم احمد نے اسے خود سے الگ نہیں کیا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا ابراہیم۔۔۔کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟"

وہ گلگلوں لہجے میں کہتی اس سے الگ ہوئی۔ابراہیم احمد سے دوری کا ڈر اسکے چہرے پہ بکھر آیا تھا۔

"بالکل نہیں۔۔۔میں حقیقت بن کر تمھارے سامنے ہوں۔"

وہ اسکی پیشانی کو نرمی سے چومتا بولا تھا۔وہ پلکوں کو تیزی سے جھپکاتی ابھی بھی جیسے بے یقین تھی۔ابراہیم احمد ہنس دیا اور اسے ساتھ لگائے لگائے اندر کی جانب بڑھا۔

"آپ نے اپنے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی۔"

وہ روٹھے روٹھے انداز میں شکایت کر رہی تھی۔

"اگر بتا دیتا تو سرپرائز کیسے دیتا۔"

وہ دونوں ایک ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئے۔ صبح کا وقت تھا اس لئے لاونج میں کوئی نہیں تھا۔

"میں ابرار بھائی کو جگا دوں؟"

اس نے ان کے کمرے کیطرف اشارہ کیا۔

"نہیں رہنے دو۔۔ناشتے کے دوران انہیں سرپرائز دوں گا۔دیکھنا تم سے زیادہ بری حالت ہو گی ان کی۔"

وہ شرارت سے اسکی جانب دیکھ کر بولا۔عمارہ نے اپنی نرم مٹھی نرمی سے اسکے کشادہ سینے سے ٹکرائی تھی۔ابراہیم نے اپنے سینے سے ٹکراتا اسکا نرم و نازک ہاتھ اپنی گرفت میں لیا اور پھر اسکے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھے۔ عمارہ ابراہیم کے چہرے پہ کئی رنگ بکھر گئے۔

"میں آپکے لئے چائے بنا کر لاتی ہوں، تب تک آپ فریش ہو جائیں۔"

عمارہ کے کہنے پر وہ سر ہلاتا کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ کچن کی جانب بڑھ گئی۔

پھر ناشتے کے وقت جب وہ اچانک سے ان کے بیچ آ کر بیٹھا تو جاثرہ احمد اور ابرار احمد کی حالت عمارہ ابراہیم سے قطعی مختلف نہیں تھی۔دونوں بچے بھی ابراہیم احمد کو

دیکھ کر اب اس سے لپٹے ہوئے تھے۔وہ بچوں کو ایک طرف کرتا ابرار احمد کے سامنے جا کھڑا ہوا اور پھر ان کے سینے سے لگ گیا۔ابرار احمد اسکے سینے سے لگتے ہی جیسے حقیقت کی دنیا میں قدم رکھا۔جاثرہ احمد کے چہرے پہ حیرانی کی جگہ اب مسکراہٹ نے لے لی تھی۔دونوں نے نہایت پرجوش انداز میں اس سے ملے تھے۔ملنے ملانے کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد نہایت خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا گیا۔عمارہ ابراہیم نے ناشتے پہ اچھا خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ سبھی کا پسندیدہ ناشتہ ان کے سامنے تھا۔

جاثرہ احمد کی نظریں عمارہ ابراہیم کے اردگرد منڈلا رہی تھیں۔کتنے مہینوں بعد وہ آج اسکا سجا سجا روپ دیکھ رہی تھی۔دل میں حسد نے اپنے پنجے تو کب سے گاڑھے رکھے تھے اور آج تو جیسے وہ اندیکھی آگ میں جلنے لگی تھی۔ عمارہ ابراہیم کے لبوں کی مسکراہٹ اسے اپنے گلے کا پھندا لگ رہی تھی۔

ابراہیم احمد کی آمد سے گھر کی رونق بحال ہو گئی تھی۔نا صرف گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی بلکہ عمارہ ابراہیم کی زندگی بھی جیسے خوشیوں سے بھر گئی تھی۔وہ بہت خوش رہنے لگی تھی۔وہ سبھی کے لئے تحائف لے کر آیا تھا۔ابرار احمد بھی بھائی کے ساتھ ساتھ رہتے۔سارا گھر خوش تھا سوائے جاثرہ احمد کے۔۔۔جس سے عمارہ ابراہیم کی آنکھوں کی چمک دیکھی نہیں جا رہی تھی۔پچھتاوے کے نجانے کون کون سے ناگ

تھے جو اسے ڈستے رہتے تھے۔وہ بظاہر تو اسکی خوشیوں میں شریک تھی مگر عمارہ ابراہیم کے لبوں کی ہنسی اس پہ کسی ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔عمارہ ابراہیم نے بھی جاثرہ احمد کی جانب سے آنکھیں موند نہیں رکھی تھیں۔وہ دیکھ رہی تھی کہ جب سے ابراہیم احمد واپس آیا تھا، جاثرہ احمد گھر کی پچھلی جانب بنے کمرے میں زیادہ وقت گزارنے لگی تھی۔ابرار احمد اور ابراہیم احمد جیسے ہی آفس کے لئے نکلتے اور بچے اسکول چلے جاتے تو جاثرہ احمد کی پراسرار حرکتیں شروع ہو جاتی تھیں۔دن کے وقت جو کمرے میں غائب ہوتی تو ابرار احمد اور ابراہیم احمد کے آنے سے کچھ وقت قبل برآمد ہوتی تھی۔اسے بچوں کی ذرا پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ان کی دیکھ بھال وہ یا تاجو کرتی تھی جبکہ جاثرہ احمد ہر وقت اسکی ٹوہ میں لگی رہتی تھی یا پھر وہ جہاں ہوتی تاجو اسکے آس پاس رہتی تھی۔بچے بھی ماں کے ساتھ زیادہ اٹیچڈ نہیں تھے۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ جاثرہ احمد اس سے کیا چاہتی ہے لیکن جب کوئی سرا ہاتھ نہ لگتا تو سر جھٹک کر اپنی خوشیوں میں مگن ہو جاتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی کہ اس نے اسکی خوشیاں اسے لوٹا دیں تھیں۔

ابراہیم اسکا بہت خیال رکھتا تھا۔سائے کی طرح اسکے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور یہی سب جاثرہ احمد کا خون جلانے کا کام کرتا تھا۔وہ جاثرہ احمد کے عجیب اور پراسرار انداز کا ذکر ابراہیم احمد سے کرنا چاہتی تھی مگر پھر کچھ سوچ کر رک جاتی۔وہ نہیں چاہتی تھی

کہ اسکی وجہ سے گھر میں کسی بھی قسم کا تنازعہ کھڑا ہو اور بھائیوں کے دل برے ہوں۔اس نے بھی خاموشی سادھ لی تھی لیکن یہ خاموشی اسکے گلے کی پھانس بنتی جا رہی تھی۔آہستہ آہستہ ایک انجانا سا خوف اسکے وجود کو جکڑے جا رہا تھا اور خوف سے بچنے کے لئے وہ ایک ہی در کھٹکھٹاتی۔۔وہ در جس سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا گیا۔اللہ کی پناہ میں آکر سکون محسوس ہوتا تھا۔اس نے اپنا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا تھا کیونکہ اسے اس کامل ذات پہ مکمل بھروسہ تھا جو اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔

شام کا وقت قریب تھا اور چہرے پہ شدید تھکن کے آثار نمایاں تھے۔گلی میں داخل ہوتے ہوئے وہ اپنے ماتھے کے بل وہاں موجود لوگوں سے آج بھی مخفی نہ رکھ سکا تھا۔اب لوگ اسکی طرف نہیں آتے تھے مگر انہوں نے اس اجنبی کو دیکھنا چھوڑا نہیں تھا۔قریبی چائے اور قہوہ خانے میں بیٹھے لوگ تو اسکے ساتھ کئی کہانیاں جوڑ چکے تھے۔وہ سب دیکھتا تھا کہ جیسے ہی وہ گلی میں قدم رکھتا تھا وہاں موجود لوگ ایک دوسرے کے کانوں میں کھسر پھسر کرنا شروع کر دیتے تھے۔وہ جتنا چاہتا تھا کہ وہ اسکی طرف متوجہ نہ ہوں وہ سب اس پہ اتنا ہی نظریں جمائے ہوئے تھے۔وہ سر جھٹک کر تیز تیز قدموں کی چھاپ زمین پہ چھوڑتا آگے بڑھتا جا رہا۔اردگرد دکاندار اپنی دکانداری چھوڑ کر اب اس پہ نظریں جمائے ہوئے تھے۔وہ پہلے ہی کیطرح گلی کے

نکڑ پہ دکان کے قریب سے گزرا، نظر آس پاس کے گھروں کے دروازوں پہ تھی۔تیز رفتاری سے چلتا وہ آخری گھر تک پہنچا۔اس علاقے میں یہی ایک گلی تھی جسکا اسے بتایا گیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ کیا کرے۔کسی کی مدد بھی نہیں لینا چاہتا تھا اور نا ہی کسی کے سامنے نام لینا چاہتا تھا۔اسکا نام۔۔۔جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا۔اسے آج بھی ناکامی کا منہ دیکھنا تھا اور یہ بات اسکے غصے کو مزید ابال دے رہی تھی۔آج وہ کسی صورت ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔اس لئے آج اپنی مخصوص جگہ کھڑے ہو کر اس نے جیب سے موبائل نکالا اور تیزی سے نمبر پش کر کے فون کان سے لگایا۔

"مجھے یہاں کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا۔تمھیں میں نے پیسے اس لئے نہیں دیئے تھے کہ میں یہاں خوار ہوتا رہوں۔پیسے جیب میں تو ڈال لئے تم نے لیکن کام مکمل نہیں کیا۔اب بہتر ہو گا کہ یہاں آکر میری مدد کرو یا پھر میرے پیسے مجھے واپس کرو۔"

وہ دبے دبے غصے میں آس پاس نظریں گھماتے بولا۔

"جلدی پہنچو۔۔۔میں وہیں مین روڈ پہ تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

اس نے کہا اور فون پینٹ کی جیب میں رکھتا گلی سے نکل آیا۔اب اسکا رخ مین روڈ پہ کھڑی اپنی گاڑی کیطرف تھا۔اگلے چند منٹوں میں وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا انتظار کر رہا تھا اور ہمیشہ کیطرح یہ انتظار اس پہ گراں گزر رہا تھا۔سالوں سے اس پل

کا انتظار کر رہا تھا۔اس لئے اب جب وقت آگیا تھا تو اس پہ تھوڑی سی بھی دیر کسی بھاری سِل کیطرح تھی جس نے اسکے دل کا بوجھ بڑھا رکھا تھا۔وہ فورا سے پیشتر اس بوجھ سے خلاصی چاہتا تھا۔کھل کر سانس لینا چاہتا تھا۔اس آگ کے شعلوں سے نکلنا چاہتا تھا جو ایک عرصے سے اسے اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھے۔جس میں اس کا وجود دن رات جل رہا تھا۔اپنے بدلے کی آگ کو بجھانا اور اپنے دشمن کو راکھ کرنے کا کٹھن انتظار وہ کر نہیں پا رہا تھا۔

وہ بار بار گھڑی پہ نظر ڈالتا سڑک کے دونوں جانب سے آتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔شام کے سائے پھیلنے لگے تھے اور دور دور سے مغرب کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں۔

"کیا صاحب۔۔۔میں نے آپکو وہی بتایا جو آپ نے معلوم کرنے کو کہا تھا۔اب آپ۔۔۔۔"

سیاہ قمیص اور سفید شلوار میں ملبوس، درمیانے قد ایک شخص اسکے پاس آیا تھا۔وہ جو اسکی مخالف سمت دیکھ رہا تھا اب پلٹ کر سرخ آنکھیں اس کے گندمی چہرے پہ جمائے ہوئے تھا۔

"بکواس مت کرو۔۔یہ معلومات دی ہیں تم نے مجھے، آج تیسرا دن ہے تمھاری مہربانی سے یہاں خوار ہو رہا ہوں۔یہاں کے لوگوں کے لئے میں ایک تماشا بن کر رہ گیا ہوں۔مجھے عبدالغفور صاحب کے بارے میں مکمل معلومات چاہیئے بلکہ گھر کا پتہ

چاہیئے۔میں یہاں کے لوگوں کے کانوں میں کوئی ایسی بات ڈالنا نہیں چاہتا۔میں یہاں کھڑا ہوں اور تم جا کر ان کا ایڈریس لاؤ۔"

یہ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔جسکا مطلب تھا کہ اب جاو یہاں سے۔

ساجد نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اس نے قہر بھری نظروں سے اسکی جانب دیکھا۔وہ سیدھا سیدھا سڑک کراس کرتا گلی میں غائب ہو گیا۔تقریبا پندرہ منٹ بعد وہ واپس آیا۔اس نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔وہ اسکے بولنے کا منتظر تھا۔

"صاحب کوئی بھی اس نام کے بندے کو نہیں جانتا۔"

ساجد جلدی سے بولا۔

"تو پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ وہ اس علاقے میں رہتے ہیں۔خود سے گڑھ لیا تھا کیا؟"

اسکا جی چاہا کہ گاڑی سے نکل کر ساجد کا منہ توڑ دے۔جس نے اسکا اتنا وقت ضائع کر دیا تھا۔

"ارے صاحب یہاں کے لوگوں کو معلوم نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اسی علاقے میں رہتے تھے۔"

"تھے؟؟؟؟"

وہ اسکے "تھے" کہنے پر دھاڑا۔

"مم۔۔میرا مطلب تھا کہ ہے۔۔خدا کی قسم صاحب یہیں رہتے ہیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ گاڑی سے باہر نکل کر اس پہ اپنا غصہ ٹھنڈا کرتا وہ جلدی سے بولا۔

"ٹھیک ہے اگر تمھیں اتنا ہی یقین ہے تو گلی میں موجود ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور پوچھو کہ "کیا یہ عبدالغفور صاحب کا گھر ہے؟" اور پھر مجھے فون کرنا، لیکن اگر کل تک یہ کنفرم نہ ہوا کہ وہ یہاں رہتے ہیں کہ نہیں اور اگر رہتے ہیں تو کون سا گھر ہے۔۔تو میرے پیسے لے کر آفس آ جانا، ورنہ تمھارا وہ حال کروں گا کہ خود کو پہچان نہیں پاؤ گے۔میں تمھارے ساتھ اپنا قیمتی وقت مزید برباد نہیں کرنا چاہتا۔"

اس نے یہ کہتے ساتھ ہی گاڑی اسٹارٹ کی۔

"صاحب۔۔صاحب رکیں۔۔میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔"

ساجد نے اسے روکا۔

"جلدی بولو۔۔"

اس نے اسے کچھ لمحے گھورنے کے بعد گاڑی کا انجن بند کیا۔

"صاحب آپ اس علاقے میں گھر لے لیں کرائے پہ۔۔۔کچھ عرصہ یہاں رہیں گے بلکہ چند دنوں میں ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا۔یہاں ایک گھر کرائے کے لئے خالی ہے۔"

ساجد کے مشورے پہ اس نے ایک تیز نظر اس پہ ڈالی۔

"ارے صاحب۔۔پوچھا ہے میں نے لوگوں سے۔۔کسی نے نام تک نہیں سنا ہوا ہے۔اب آپ بتائیں کہ میں کیسے معلوم کرواؤں۔میری مانیے تو ایک دم اچھا مشورہ ہے۔مسجد میں نماز کے لئے جائیں گے تو مل ہی جائیں گے عبدالغفور صاحب اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسری گلی میں رہتے ہوں۔"

اس کی بات سن کر اسکے چہرے پہ سوچوں کا جال بکھرتا دکھائی دیا۔

"ٹھیک ہے تو پھر ابھی یہ کام کر لیتے ہیں۔"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد گاڑی سے نکل آیا۔اس نے گاڑی لاکڈ کی اور پھر دونوں گلی کی جانب بڑھے۔جب واپس آئے تو وہ گھر کرائے پر لے چکے تھے۔

"ٹھیک ہے صاحب اب میں چلتا ہوں۔"

اسکے گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد ساجد بولا۔

"بیٹھو۔۔میں چھوڑ آتا ہوں تمھیں۔"

اب تک کی بات چیت کے دوران وہ پہلی مرتبہ وہ نرم لہجے میں بولا۔ساجد خوشی خوشی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"صاحب سامان وغیرہ لانے میں کوئی مدد چاہیئے ہو تو میں حاضر ہوں۔"

ساجد نے اپنے ساتھ بیٹھے نوجوان کو دیکھا۔جسکے چہرے پہ اس عمر میں بھی نہایت سنجیدگی تھی۔ساجد نے اسے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

"نہیں۔۔سامان کے لئے میں خود کچھ نہ کچھ کر لوں گا اور ویسے بھی سامان اتنا نہیں ہے۔تم نے کہاں اترنا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر ساجد نے اسے راستہ بتایا تو اس نے گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی۔

وہ خوش تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ وہ جلد اپنا مقصد پورا کر لے گا۔

دن سست روی سے گزر رہے تھے۔امتحان ختم ہو چکے تھے۔جیسے جیسے وہ جوانی کی سرحدوں کو چھوتا جا رہا تھا، دن بدن خود میں گم ہوتا جا رہا تھا۔اس دوران اسکے تایا بھی اس سے دو بار ملنے آچکے تھے۔میڈم زارا بھی اب اسکے مزاج کی پرتوں کو کھولنے کی کوشش نہیں کرتی تھیں۔انصب اسکا واحد کلاس فیلو تھا جس سے وہ تھوڑی بہت بات کر لیتا تھا اور اس دوستی میں بھی زیادہ ہاتھ انصب کا ہی تھا۔وہ میثم کی ناگواری کے باوجود اسکے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

وہ ہاسٹل کی پچھلی جانب بنے لان میں، جو اسکی من پسند جگہ تھی۔۔۔ڈائری کھولے بیٹھا تھا، جب انصب دھم سے کتابیں پھینکتا اس کے پاس بیٹھ گیا۔انصب کی

اچانک آمد پہ اب وہ پہلے کیطرح گھبرایا نہیں تھا۔اس نے بہت آہستگی سے ڈائری بند کی اور انصب کی طرف دیکھا۔انصب اپنی لاابالی طبیعت کی وجہ سے کبھی نوٹ نہیں کر پاتا تھا لیکن وہ بھی جانتا تھا کہ اگر ڈائری پہ انصب کی نظر پڑ گئی تو پھر وہ ڈائری اسکے ہاتھ سے بچا نہیں پائے گا۔

"کچھ نہیں۔۔ تم بتاؤ کہاں تھے؟"

میثم نے اسکی نظروں سے بچا کر ڈائری کتابوں کے بیچ رکھ دی۔

"پرنسپل کے آفس گیا تھا۔بابا آئے ہیں مجھے لینے۔۔ تم نہیں جا رہے کیا؟"

اس نے میثم ابراہیم سے پوچھا۔ میثم کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ سا آ کر گزر گیا۔

"تایا جی کل آئیں گے مجھے لینے۔"

وہ صفائی سے جھوٹ بول گیا۔در حقیقت پرنسپل صاحب نے اسے بتایا تھا کہ ان وکیشنز پہ اسکے تایا اسے لینے نہیں آئیں گے۔وہ ان کی بات سن کر خاموشی سے واپس آ گیا تھا۔اسے اب کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔وہ گھر سے زیادہ ہاسٹل میں رہنا زیادہ پسند کرتا تھا۔بس اس دوران ہاسٹل کا خالی پن نجانے کیوں اسے بھی اندر سے خالی کر لیتا تھا حالانکہ سب کی موجودگی میں وہ تنہا رہنا پسند کرتا تھا۔شاید وہ اپنی زندگی کے اس تاریک پہلو سے کسی کو آشنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"چل ٹھیک ہے، جلد ملیں گے۔۔۔اللہ حافظ۔"

انصب طاہر اس کے گلے لگ گیا۔اس نے بھی مسکراتے ہوئے انصب کو الوداع کہا تھا۔اس کے جانے کے بعد میثم ابراہیم اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔سینے سے لگی کتابیں اور کتابوں کے بیچ دبی ڈائری اسکے سینے کی دھڑکن سن پا رہی تھی۔اسکے قدم بھاری ہوتے جا رہے تھے۔

تیز آواز سے دروازہ بند کرتی وہ گھر میں داخل ہوئی تھی۔پھولی سانسیں، خون چھلکتی نگاہیں۔۔دونوں چیزیں اس کے شدید غصے میں ہونے کی غُماز تھیں اور کپکپاتے ہاتھ شاید خوف کے طاری ہونے کے باعث تھا۔اس نے نہایت غصے میں بیگ اتار کر چیئر پر پٹخ دیا اور سرخ چہرے کے گرد لپٹا حجاب اس نے بیگ پہ کھینچ مارا تھا۔بی اماں صحن میں تخت پہ ہی بیٹھی تھیں۔اسکے یوں اندر داخل ہونے پر وہ گھبرا کر اسکے پاس آئی تھیں۔اسے اس حالت میں دیکھ کر انہوں نے سب سے پہلے بند دروازے پہ کنڈی لگائی۔

"کیا ہوا ہے؟"

حباب کا چہرہ بے انتہا سرخ ہو رہا تھا۔

"آپ اس کمبخت خالد کے بچے کو سمجھا دیں کہ میرے ساتھ پنگا نہ لے، ورنہ میں اسے وہیں گنجا کر دوں گی۔"

وہ نہایت بپھرے ہوئے انداز میں بولی۔

"اچھا۔۔۔یہ لو پانی پیو اور مجھے آرام سے بتاؤ کہ کیا ہوا ہے؟"

زہرہ بی بی نے ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر اسکے منہ سے لگایا لیکن اس نے انکا ہاتھ پیچھے کیا۔

"کالج سے لے کر گھر تک کے راستے پر میری پہرے داری پہ معمور رہا تھا۔لوگوں کی بھانت بھانت کی نظریں مجھ پر تھیں اور اوپر سے گھر سے کچھ فاصلے پر مجھ روک لیا۔میرا جی چاہ رہا تھا کہ وہیں اسکا قیمہ بنا دوں، وہیں سب کے سامنے۔۔۔۔لیکن پھر سوچا کہ وہ تو بچ جائے گا اور میرے قصے پورے علاقے میں مشہور ہو جائیں گے۔"

وہ پھولی سانسوں کے بیچ بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے تم پریشان نہ ہو، میں اس سے بات کروں گی۔"

زہرہ بی بی اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھے اسے پرسکون کر رہی تھیں۔

"آپ کو پتہ ہے وہ بدتمیز مجھے کیا کہہ رہا تھا؟"

وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے بولی۔

"مٹی ڈالو بیٹا۔۔"

زہرہ بی بی نے سمجھایا۔

"کیوں؟؟ کیوں مٹی ڈالوں۔۔ مٹی تو میں اس کمبخت مارے پر ڈالوں گی۔"

اس کے اندر غصے کے ابال اٹھ رہے تھے۔

"تم فکر نہ کرو۔۔میں وہ لتے لوں گی کہ اسکی آئندہ نسلیں یاد رکھیں گی۔چل میری بچی۔۔۔اٹھ کر منہ ہاتھ دھو لے، دیکھو تو چہرہ کیسے لال بھبھوکا ہو رہا ہے۔کھانا گرم ہے، میں تمھارا انتظار کر رہی تھی، بڑی ظالم بھوک لگی ہے مجھے۔"

وہ اسکا چہرہ بڑے پیار سے ہاتھوں کے پیالے میں لیے اسے پچکارتے ہوئے بولی۔

"آپ منع کر دیں اسے ورنہ اگلی بار میں نہ اپنی عزت کا خیال کروں گی اور نہ اسکی۔۔۔ایسے جوتے لگاؤں گی کہ نانی یاد آ جائے گی۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں منع کر دوں گی۔اب وہ تمھارے راستے میں نہیں آئے گا۔"

ذہرہ بی بی اسے سمجھاتی باورچی خانے کیطرف بڑھ گئیں۔

"مجھے حباب کے لئے کوئی مضبوط فیصلہ کرنا پڑے گا۔"

وہ دیگچی میں غیر حاضر دماغی سے چمچہ چلاتی سوچ رہی تھیں۔حباب کے سامنے تو انھوں نے اپنی پریشانی ظاہر نہیں کی تھی لیکن حقیقتا وہ پریشان ہو گئی تھیں۔پہلے بھی ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ حباب کا رشتہ مانگ چکا تھا اور وہ یہ کہہ کر اسے منع کر چکی تھیں کہ وہ بچپن سے اپنے چچا کے بیٹے کی منگ ہے۔یہ جھوٹ انھوں نے

حباب کے لئے بولا تھا مگر خالد بھی نہایت کائیاں شخص تھا، جان گیا تھا کہ وہ اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے ایسا کہہ رہی تھیں، ورنہ اب تک توچچا کا بیٹا تو کیاچچا بھی اس علاقے میں دکھائی نہیں دیا تھا۔ایک عرصے سے وہ دونوں بالکل اکیلی رہ رہی تھیں اور اس عرصے میں نہ کبھی کوئی ان سے ملنے آیا تھا نہ وہ کسی سے ملنے گئی تھیں۔

درحقیقت ایک جیتی جاگتی پریشانی ان کے سامنے کھڑی تھی۔

"یہ لو میں نے اپنی بیٹی کے لئے چاول بنائے ہیں۔کل تم کہہ رہی تھی نا کہ چاول کھانے کو جی چاہ رہا ہے تو دیکھو میں نے اپنی بیٹی کی خواہش پوری کر دی۔"

انہوں نے پلیٹ اسکے سامنے رکھی اور اسکے دھلے دھلائے چہرے کی جانب نظر کی۔وہ بالکل گم صم بیٹھی تھی۔اسکے چہرے کی ماند پڑتی رنگت انکا سینہ چیر گئی تھی۔

"چلو اب اداس نہ ہو۔۔میں اچھے سے خبر لوں گی اسکی، بلکہ عبدالطیف صاحب سے کہوں گی۔"

وہ اسے بہلانے کے انداز میں بولیں۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

وہ رخ پھیر گئی۔

"لو اب کھانے سے کیا دشمنی۔۔کہہ تو رہی ہوں کہ کل بات کروں گی۔"

انہوں نے چمچ اسکے منہ کی جانب بڑھایا۔

"کل کیوں۔۔ابھی کیوں نہیں۔"

اس نے ان کے ہاتھ سے چمچ واپس پلیٹ میں رکھا۔

"اچھا بھئ ابھی بات کر لوں گی۔اسکی ہمت کیسے ہوئی کہ میری بیٹی کو تنگ کرے۔"

وہ مزید دلار سے بولیں۔

"پکا۔۔۔؟؟"

وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"ایک دم پکا۔"

ذہرہ بی بی نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا تو وہ سنجیدگی سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ذہرہ بی بی بھی کھانا کھاتے ہوئے عبدالطیف سے بات کرنے کا سوچ رہی تھیں، جو اس علاقے کا محلے دار تھا۔

"بی اماں کیا جن کے خاندان میں کوئی مرد نہ ہو تو وہ کیا اسی طرح ہی غیر مردوں کی گندی نظروں کا نشانہ بنتی ہیں؟کیا معاشرے میں کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا؟"

کھانا کھاتے کھاتے اس نے اچانک ان سے پوچھا۔

"تم جانتی ہو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔عورت کی عزت، عزت ہوتی ہے پھر چاہے اسکے ساتھ کسی مرد کا ساتھ ہو یا نہ ہو۔عزت تو اس مرد کی نہیں ہوتی جو غیر عورتوں کی عزت نہیں کرتا یا پھر انہیں اپنی غلیظ نظر کا نشانہ بناتا ہے لیکن یہ مرد یہ نہیں جانتے کہ جو عزت و احترام ہمیں اللہ نے عطا کیا ہے وہ ان کے دیکھنے سے قطعی کم نہیں ہو گا بلکہ اللہ کی نظر میں ان کی عزت جاتی رہے گی۔تم دل چھوٹا نہ کرو، تم تو میری بہادر بیٹی ہو۔۔جو زندگی میں آنے والے ہر طوفان کا سامنا کر سکتی ہے۔اپنے راستے میں آنے والے ہر اس مرد کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتی ہے جو اسے عزت نہ دے۔"

ذہرہ بی بی نے اسے سمجھایا۔

"میں ڈرتی ورتی نہیں ہوں ایسے مردوں سے۔۔۔مگر بی اماں۔۔!! عورت جب اپنی عزت کی خاطر مرد کے ساتھ مقابلے میں ڈٹ جاتی ہے تو یہ کمزور مرد اسے نیست و نابود کرنے پہ تل جاتا ہے۔اسکے نزدیک تو صرف اپنی انا اور تکبر کی اہمیت ہوتی ہے۔اسے ایک عورت کی نازک آبگینے جیسی عزت کی کیا پرواہ۔۔۔جسے چکنا چور کرنے سے بھی وہ نہیں کتراتا۔۔اور یہ معاشرہ اسے ایسا کرنے پہ مضبوط کرتا ہے۔۔اسکی طاقت بن جاتا ہے۔۔یہی سوچ کر میں ڈر گئی تھی کہ کہیں اسکی یہ نام نہاد عزت کی غلیظ چھینٹیں میرا دامن نہ داغدار کر دیں۔معاشرہ یہ کب دیکھتا ہے کہ غلطی

کس کی تھی ایسے معاملات میں تو وہ جرم ثابت ہوئے بغیر ہی عورت کو سزا کا حقدار ٹھہرا دیتا ہے۔"

حباب کی آنکھوں میں سفید موتی سے جھلملانے لگے تھے۔ذہرہ بی بی کو لگا جیسے کسی نے ان کے دل کو مٹھی میں دبا کر چھوڑ دیا ہو۔

"اللہ سمجھے اسے جو میری بیٹی کی پاکدامنی کو داغدار کرنے کی سوچے گا۔"

انہوں نے اسے سینے میں بھینچ لیا۔

"میں کاٹ ڈالوں گی وہ ہاتھ جو میری بیٹی کی جانب غلط نیت سے بڑھیں گے۔"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھیں۔حباب ان کی زندگی تھی۔ماں، باپ کے بناء انہوں نے کیسے اسے پالا تھا یہ وہی جانتی تھیں۔کسطرح وہ اسے اس تاریکی سے نکال کر لائی تھیں جو حباب کی ماں اور ان کی لاڈلی بیٹی نے اپنے گرد بنا رکھی تھی۔وہ بیٹی جسے انہوں نے اپنے کلیجے سے لگا کر پالا تھا۔ان کی ذات کا احساس۔۔۔۔بالکل حباب جیسی تھی۔۔جس نے وقت کے سرابوں میں خود کو گم کر لیا تھا۔

لیکن وہ اس بیٹی کو کھونے نہیں دیں گی۔

"میں تمھیں ان تاریکیوں میں گم نہیں ہونے دوں گی۔"

وہ اسے سینے سے لگائے بار بار یہ الفاظ دہرا رہی تھیں۔

"میں آپ سے یہی پوچھ رہا ہوں کہ آپ میری مدد کریں گے یا نہیں؟"

ابراہیم احمد، ابرار احمد کے سامنے کھڑا اونچی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"میں اس جائیداد کا بٹوارا نہیں کر سکتا، یہ بات میں بارہا تمھیں بتا چکا ہوں۔"

ابرار احمد نے صاف الفاظ میں انکار کیا۔

"مگر کیوں۔۔۔یہ میرا حصہ ہے۔میں آپ سے آپ کا حصہ تو نہیں مانگ رہا جو آپ انکار کیے جا رہے ہیں۔"

اب کی بار اسکا لہجہ التجائی تھا۔

"دیکھو ابراہیم۔۔میں چاہتا ہوں کہ تم میرا بزنس جوائن کرو۔اکیلے تمھیں بزنس کرنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم کوئی نقصان اٹھاؤ۔میں تمھیں نقصان میں نہیں دیکھ سکتا۔"

ابرار احمد نے مصالحتی انداز اپنایا۔وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ان دونوں کی آوازیں سن کر جاثرہ احمد اور عمارہ ابراہیم بھی وہاں آ گئی تھیں۔

"میں بچہ نہیں ہوں بھائی، اس کام میں میرا تجربہ بہت ہے۔اگر کوئی نقصان ہو گا تو میرا ہوگا۔میں آپ کو موردِالزام نہیں ٹھہراؤں گا۔"

ابراہیم احمد نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے جب تم اپنی ضد پہ قائم ہو تو میں بھی تمھارا بڑا بھائی ہوں۔میں یہ غلطی تمھیں نہیں کرنے دوں گا۔"

ابرار احمد پلٹ کر جانے لگے۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔"

وہ بولا تو اسکی آواز میں دبا دبا غصہ تھا۔ابرار احمد نے پلٹ کر اسے دیکھا۔وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کسی مضبوط چٹان کی صورت کھڑا تھا۔

"تو اب تم مجھے، اپنے بڑے بھائی کو عدالت میں گھسیٹو گے؟ خاندان کا نام ڈبوؤ گے؟"

ابرار احمد مضبوطی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسکے قریب آ کھڑے ہوئے۔جاثرہ احمد اور عمارہ ابراہیم خاموشی سے دونوں بھائیوں کو آپس میں بحث کرتے دیکھ رہی تھیں۔جاثرہ احمد کے چہرے پہ حیرانی نہیں تھی یقیناً ابرار احمد اسے چیدہ چیدہ الفاظ میں ابراہیم احمد کی خواہش کے بارے میں بتا چکے تھے، لیکن عمارہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی اس لئے دونوں کا اسطرح سے کسی بات کو لے کر بحث کرنا اسکے لئے باعث حیرانی تھا۔

"اگر آپ مجھ سے یہی غیرت برتتے رہیں گے تو مجھے بھی اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اپنے سگے بھائی کو عدالت تک لے جانے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو گی۔"

اسکا لہجہ دھیما مگر سختی لئے ہوئے تھا جس کے جواب میں ابرار احمد بغیر کچھ کہے وہاں سے چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد ابراہیم احمد بھی تن فن کرتا لاؤنج سے نکلتا چلا گیا۔اب لاؤنج میں صرف وہ دونوں رہ گئی تھیں جن کے درمیان بھی خاموشی کی ایک جنگ جاری تھی۔جاثرہ احمد کی آنکھوں میں آگ کے شعلے دہکتے دکھائی دے رہے تھے۔

"ابراہیم کو سمجھاؤ کہ ہوا کی الٹی سمت نہ چلے،اگر ہوا کی مخالف سمت چلے گا تو اسکا طوفان کی زد میں آنا طے ہے۔اسے سمجھاؤ کہ بڑے بھائی کی بات مانے اور اپنی ضد چھوڑ دے ورنہ اگر کچھ غلط ہو گیا تو اس کی ذمے دار صرف تم ہو گی---صرف اور صرف تم۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھائے اسے وارن کرتی پلٹ گئی۔عمارہ ابراہیم کسی مجسمے کی صورت بے حس و حرکت کھڑی تھی۔اس نے کبھی ابراہیم احمد کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا اور نا ہی کبھی اسے ابرار احمد کے ساتھ زبان درازی کرتے دیکھا تھا۔ابراہیم احمد تو ہمیشہ بڑے بھائی کا فرمانبردار رہا تھا۔کبھی ان کی حکم عدولی نہیں کی تھی۔وہ کچھ کچھ تو سمجھ گئی تھی مگر پھر بھی ابراہیم احمد سے جاننا چاہتی تھی اور اس کے لئے وہ باہر لان میں ہی اس کا انتظار کرنے لگی۔

"میں آپ سے یہی پوچھ رہا ہوں کہ آپ میری مدد کریں گے یا نہیں؟"

ابراہیم احمد، ابرار احمد کے سامنے کھڑا اونچی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"میں اس جائیداد کا بٹوارا نہیں کر سکتا، یہ بات میں بارہا تمھیں بتا چکا ہوں۔"

ابرار احمد نے صاف الفاظ میں انکار کیا۔

"مگر کیوں۔۔۔یہ میرا حصہ ہے۔میں آپ سے آپ کا حصہ تو نہیں مانگ رہا جو آپ انکار کیے جا رہے ہیں۔"

اب کی بار اسکا لہجہ التجائی تھا۔

"دیکھو ابراہیم۔۔میں چاہتا ہوں کہ تم میرا بزنس جوائن کرو۔اکیلے تمھیں بزنس کرنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم کوئی نقصان اٹھاؤ۔میں تمھیں نقصان میں نہیں دیکھ سکتا۔"

ابرار احمد نے مصالحتی انداز اپنایا۔وہ دونوں اس وقت لاؤنج میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ان دونوں کی آوازیں سن کر جاثرہ احمد اور عمارہ ابراہیم بھی وہاں آ گئی تھیں۔

"میں بچہ نہیں ہوں بھائی، اس کام میں میرا تجربہ بہت ہے۔اگر کوئی نقصان ہو گا تو میرا ہوگا۔میں آپ کو موردِالزام نہیں ٹھہراؤں گا۔"

ابراہیم احمد نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے جب تم اپنی ضد پہ قائم ہو تو میں بھی تمھارا بڑا بھائی ہوں۔میں یہ غلطی تمھیں نہیں کرنے دوں گا۔"

ابرار احمد پلٹ کر جانے لگے۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔"

وہ بولا تو اسکی آواز میں دبا دبا غصہ تھا۔ابرار احمد نے پلٹ کر اسے دیکھا۔وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کسی مضبوط چٹان کی صورت کھڑا تھا۔

"تو اب تم مجھے، اپنے بڑے بھائی کو عدالت میں گھسیٹو گے؟ خاندان کا نام ڈبوؤ گے؟"

ابرار احمد مضبوطی سے قدم اٹھاتے ہوئے اسکے قریب آ کھڑے ہوئے۔جاثرہ احمد اور عمارہ ابراہیم خاموشی سے دونوں بھائیوں کو آپس میں بحث کرتے دیکھ رہی تھیں۔جاثرہ احمد کے چہرے پہ حیرانی نہیں تھی یقیناً ابرار احمد اسے چیدہ چیدہ الفاظ میں ابراہیم احمد کی خواہش کے بارے میں بتا چکے تھے، لیکن عمارہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی اس لئے دونوں کا اسطرح سے کسی بات کو لے کر بحث کرنا اسکے لئے باعث حیرانی تھا۔

"اگر آپ مجھ سے یہی غیریت برتتے رہیں گے تو مجھے بھی اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اپنے سگے بھائی کو عدالت تک لے جانے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو گی۔"

اسکا لہجہ دھیما مگر سختی لئے ہوئے تھا جس کے جواب میں ابرار احمد بغیر کچھ کہے وہاں سے چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد ابراہیم احمد بھی تن فن کرتا لاؤنج سے نکلتا چلا گیا۔اب لاؤنج میں صرف وہ دونوں رہ گئی تھیں جن کے درمیان بھی خاموشی کی ایک جنگ جاری تھی۔جاثرہ احمد کی آنکھوں میں آگ کے شعلے دہکتے دکھائی دے رہے تھے۔

"ابراہیم کو سمجھاؤ کہ ہوا کی الٹی سمت نہ چلے، اگر ہوا کی مخالف سمت چلے گا تو اسکا طوفان کی زد میں آنا طے ہے۔اسے سمجھاؤ کہ بڑے بھائی کی بات مانے اور اپنی ضد چھوڑ دے ورنہ اگر کچھ غلط ہو گیا تو اس کی ذمے دار صرف تم ہو گی۔۔۔صرف اور صرف تم۔"

وہ شہادت کی انگلی اٹھائے اسے وارن کرتی پلٹ گئی۔عمارہ ابراہیم کسی مجسمے کی صورت بے حس و حرکت کھڑی تھی۔اس نے کبھی ابراہیم احمد کو اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا اور نا ہی کبھی اسے ابرار احمد کے ساتھ زبان درازی کرتے دیکھا تھا۔ابراہیم احمد تو ہمیشہ بڑے بھائی کا فرمانبردار رہا تھا۔کبھی ان کی حکم عدولی نہیں کی تھی۔وہ کچھ کچھ تو سمجھ گئی تھی مگر پھر بھی ابراہیم احمد سے جاننا چاہتی تھی اور اس کے لئے وہ باہر لان میں ہی اس کا انتظار کرنے لگی۔

"وہ صحن میں کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔امتحان قریب تھے اور آجکل چھٹیاں تھیں۔اس لئے گھر میں بہت ریلیکس محسوس کر رہی تھی کہ سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک نوجوان لڑکا اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا تو دنگ رہ گئی اور فورا اٹھ کھڑی ہوئی۔گھبراہٹ میں اٹھنے کے باعث گود میں دھری کتاب نیچے زمین پہ آ رہی تھی۔وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔اس لئے اس کے چہرے پہ شرمندگی چھاتی محسوس ہوئی جبکہ حباب ہوش میں آتے ہی غصے سے اسکی جانب بڑھی۔

"اوئے۔۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟ کون ہو تم جو یوں گھر میں گھسے چلے آ رہے ہو۔ماں باپ نے تمیز نہیں سکھائی۔"

وہ جو اس کے چوڑے شانے سے پرے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔لڑاکا عورتوں کیطرح کمر پہ دونوں ہاتھ جمائے اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔وہ شرمندہ تو تھا ہی اب پریشان بھی ہو گیا۔جانتا تھا کہ اس نے ایک نازیبا حرکت کی ہے مگر حباب کو اسکا یوں بدتمیزی اور دھڑلے سے گھر میں گھسنا ہی دکھ رہا تھا کہ وہ اس پہ چڑھ دوڑی تھی۔

"اے مسٹر۔۔۔اب کیا آئیں بائیں شائیں کر رہے ہو۔"

وہ کچھ کہنے کے لئے الفاظ ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ حباب اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

"دیکھیئے محترمہ آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

چھوٹے سے دروازے کی دہلیز پہ وہ یوں کھڑا تھا کہ اسکے لمبے چوڑے وجود کے پیچھے کھڑی ذہرہ بی بی حباب کو دکھائی نہیں دی تھیں۔

"ارے ایک تو یہ بڑا سا منہ لے کر میرے گھر میں گھس آئے اور اوپر سے دیکھوں بھی میں اور سمجھوں بھی میں۔"

وہ ہاتھ نچا نچا کر بولی۔

"افففف۔۔۔کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔۔بی بی۔۔آپ میری بات تو سنئیے۔۔آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔"

وہ پیشانی مسلتا بولا۔

"کیا کیا۔۔۔؟؟ مصیبت۔۔ارے مصیبت تو تم ہو جو دن دیہاڑے میرے سر پہ نازل ہو گئے۔"

وہ فورا دو قدم پیچھے ہٹا اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس پہ جھپٹ پڑے گی۔

"حباب۔۔۔!!"

وہ ابھی اسکی مزید خبر لینے والی تھی کہ بی اماں کی مہین سی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"بی اماں۔۔۔"

وہ اسے دائیں جانب دھکیلتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔بی اماں دیوار سے لگ کر کھڑی تھیں۔ان کے چہرے کی رنگت خطرناک حد تک پیلی پڑی ہوئی تھی۔

"بی اماں کیا ہوا ہے آپکو؟"

انہیں اس حالت میں دیکھکر وہ پریشان ہو گئی تھی۔وہ انہیں سہارا دیئے اندر لے آئی اور تخت پر لٹا دیا۔انہوں نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے تھے۔وہ بھاگ کر کچن سے ان کے لئے پانی لے آئی۔انہیں سہارا دے کر بٹھایا اور گلاس ان کے لبوں سے لگایا۔پانی پلانے کے بعد اس نے ان کے چہرے کو اپنے ڈوپٹے سے صاف کیا۔کچھ دیر بعد ان کے چہرے کی رنگت بحال ہونے لگی تھی۔دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا نوجوان خاموشی سے سب دیکھتا رہا۔

"اب ٹھیک ہیں آپ؟"

حباب کے پوچھنے پر انہوں نے ذرا کی ذرا آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور سر اثبات میں ہلا کر دوبارہ آنکھیں موند لیں۔

کچھ یاد آنے پر حباب نے پلٹ کر دیکھا۔وہ نوجوان وہیں کھڑا تھا اور دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔

"اب مجسمے کی صورت کیوں کھڑے ہو؟ دروازہ بند کرو۔"

اسے ساکت کھڑے دیکھ کر وہ اپنے لڑائی والے موڈ میں واپس آئی۔

"اندر آ جاؤ بیٹا اور یہ دروازہ بھی بند کر دو۔"

حباب کی آواز سن کر ذہرہ بی بی نے آنکھیں کھول کر دروازے کی سمت دیکھا۔وہ ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔انہوں نے اسے اندر بلایا۔اس نے جلدی سے دروازہ بند کیا۔

"گدھا۔۔۔دروازہ کھلا چھوڑ کر خود بیوقوفوں کی طرح کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے۔"

حباب اسے گھورتے ہوئے آہستگی سے بڑبڑائی۔

"حباب۔۔۔!!"

ذہرہ بی بی نے اسے ٹوکا تھا۔انہوں نے اسکی بڑبڑاہٹ سن لی تھی، حباب سیدھی ہو بیٹھی جبکہ وہ دروازہ بند کرتا قریب آیا۔

"آپ اب بہتر لگ رہی ہیں، مجھے چلنا چاہیئے۔"

وہ اپنی اکتاہٹ کو بالائے طاق رکھ کر گویا ہوا۔

"ہاں تشریف لے جاؤ۔۔تم نے کون سا ڈاکٹری کے فرائض نبھا لئے۔۔بت بنے کھڑے رہے۔"

حباب نے دل ہی دل میں بھڑاس نکالی۔

"کچھ دیر بیٹھ جاتے۔۔حباب جاؤ بیٹا بھائی کے لئے چائے بنا لاؤ۔"

اس سے کہتے کہتے وہ حباب سے بولیں۔حباب ان کی آنکھوں کا اشارہ سمجھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔انہیں پتہ تھا کہ صرف زبان سے کام نہیں چلنا لہذاء انہوں نے آنکھوں سے بھی کام لیا تھا۔

"نہیں جی شکریہ۔۔۔میں چلتا ہوں۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں کہتا پلٹ کر جانے لگا۔

"ارے میرے بچے بیٹھ جاؤ۔۔میری اتنی مدد کی ہے تم نے۔"

بی اماں نے کہا تو ان کے اتنے اصرار پر وہ کرسی ان کے قریب رکھتا بیٹھ گیا۔

"نئے آئے ہو اس علاقے میں؟"

زہرہ بی بی نے اب اسکا تفصیلی جائزہ لیا۔

"جی۔۔۔ایک ہفتہ ہوا ہے۔"

اس نے بتایا۔

"اچھا اچھا۔۔۔وہی تو میں کہوں پہلے کبھی تمھیں یہاں دیکھا نہیں اس علاقے میں۔"

ذہرہ بی بی بڑے غور سے اسکے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔اسی دوران حباب چائے لے آئی تھی۔اس نے خاموشی سے ٹرے ذہرہ بی بی کے قریب تخت پہ رکھی اور خود واپس پلٹ گئی۔

"یہ لو بیٹا۔"

انہوں نے کپ اسکی طرف بڑھایا۔جو اس نے خاموشی سے تھام کر لبوں سے لگا۔

"کیا بات ہے؟ گھر یاد نہیں آ رہا تھا تمھیں؟ تمھارے پرنسپل صاحب کہہ رہے تھے کہ تم گھر نہیں جانا چاہتے اور ہاسٹل میں ہی رہنا چاہتے ہو۔"

ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کر کے انہوں نے اسکی طرف دیکھا جو سختی سے لب بھینچے بیٹھا تھا۔چہرے سے صاف لگ رکا تھا کہ جیسے اسے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔وہ جان گئے تھے کہ وہ اسے اسکی مرضی کے خلاف گھر لے کر جا رہے تھے۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے۔"

انہوں نے اسکی خاموشی پہ اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"مجھے گھر نہیں پسند، مجھے ہاسٹل پسند ہے اور اس بات سے آپ اچھی طرح واقف ہیں مگر پھر بھی مجھے لینے آ جاتے ہیں۔"

اسکی آواز میں دبا دبا غصہ انہیں حیران کر گیا۔

"یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو مجھ سے۔"

وہ اسکے چہرے پہ چھائی ناگواری صاف محسوس کر رہے تھے۔

"میں صرف سچ کہہ رہا ہوں اور سچ کڑوا ہوتا ہے شاید اس لئے آپکو میری بات بری اور میرا واضح الفاظ میں کہنا بدتمیزی لگ رہا ہے۔"

اس نے ان کی طرف ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔ابرار احمد نفرت کے اس برملا اظہار پر جیسے حیرت سے گنگ رہ گئے۔وہ حیران تھے کہ وہ اتنا بڑا ہو گیا تھا کہ اسطرح اپنی مرضی ان پہ ظاہر کرنے لگا تھا۔پہلے تو کبھی اس نے گھر جانے سے منع نہیں کیا تھا۔وہ بغور اسے سر تا پیر دیکھ رہے تھے۔شدید غصے نے ان کا گھیراؤ کیا۔میثم ابراہیم واقعی بڑا ہو گیا تھا مگر اتنا بڑا کہ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔۔وہ یہ کہاں برداشت کر پا رہے تھے۔

انہوں نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی تھی۔

"تو اب اپنے باپ کیطرح میرے مقابلے میں کھڑے ہو گے؟"

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

وہ گاڑی سے نکل کر پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا۔اس قدر تلخ انداز۔۔۔انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔اسکا یہ انداز ان کے لئے کسی الارم سے کم نہیں تھا۔اس بارے میں انہیں جاثرہ احمد سے بات کرنی پڑے گی۔یہ جاثرہ احمد کے رویے کی تلخیاں ہی تھیں جو وہ اب انہیں لوٹا رہا تھا۔

یہی حال رہا تھا تو وہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اگر ایسا ہوا تو پھر ان کے پاس کیا رہ جانا ہے۔یہ سوچ کر انہوں نے دل ہی دل میں ارادہ کیا کہ اب وہ اسکے

ساتھ تلخ رویہ نہیں اپنائیں گے۔انہوں نے خاموشی سے گاڑی اسٹارٹ کی۔اس کے بعد ان کے درمیان مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔

میثم ابراہیم بھی تیزی سے پیچھے رہ جانے والے مناظر دیکھ رہا تھا۔اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ اسکے تایا ابرار احمد اس وقت کیا سوچ رہے ہیں۔اسے غم تھا تو صرف اتنا کہ وہ ایک ایسی قید میں جا رہا تھا جہاں اسے کسی بھی طرح کی آزادی نہیں تھی۔

"میری مانیے تو آپ اس الگ بزنس کو بھول جائیں۔آپ کیوں بڑے بھائی کے ساتھ فضول جھگڑا مول لے رہے ہیں۔آپ ان کا ہی بزنس جوائن کرلیں۔چھوٹا سا بزنس ہے مل کر کام کریں گے تو آپ دونوں کو ہی فائدہ ہو گا۔"

ابراہیم احمد کسی فائل کے مطالعے میں مصروف تھے۔عمارہ انتظار میں تھی کہ وہ خود اسے آج ہونے والے واقعے کے بارے بتائے گا مگر اسکی طویل ہوتی خاموشی دیکھ کر اس نے خود بات کرنے کا سوچا۔پہلے تو کچھ دیر وہ ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہی تھی پھر بالآخر بات شروع کی۔

"تم صرف اپنے کاموں پہ توجہ دو۔مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کیا نہیں یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

ابراہیم احمد کے منہ سے اتنے سخت الفاظ سن کر وہ خاموش ہو گئی۔مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں رہی تھی اس لئے ایک بار کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

"میرے کپڑے آئرن کر دیئے؟"

وہ فائل بند کر کے ٹیبل پر رکھتا نیم دراز ہو گیا۔

"جی کر دیئے ہیں۔صبح آپ آفس جائیں گے ابرار بھائی کے ساتھ؟"

اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"نہیں۔۔"

ابراہیم کی نظروں میں ایسا کچھ تھا کہ وہ نگاہیں پھیر گئی۔کچھ پل دونوں کے بیچ خاموشی سے گزر گئے۔اچانک اسکے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا۔اسے لگا یہی وقت مناسب ہے اسے ابراہیم احمد سے بات کر لینی چاہیئے۔وقت اور حالات ایسے ہیں کہ وہ ضرور اسکی بات کا یقین کرے گا اور اگر یقین نہ بھی کرے تو کم از کم ایک بار اسکی کہی بات پہ غور ضرور کرے گا۔

"آپ سے ایک بات کرنی ہے بلکہ آپکو بتانی ہے۔پہلے میں سمجھتی رہی کہ یہ میرا وہم ہو سکتا ہے مگر حالات و واقعات ہی کچھ ایسے ہوئے کہ میرا شک یقین میں بدل گیا۔"

وہ ہمت مجتمع کرتی بولی۔

"ہاں کہو---"

عمارہ پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو؟ صاف صاف بات کرو، کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ اب پوری طرح اسکی طرف متوجہ تھا۔

"بات دراصل عجیب ہے۔"

عمارہ کے دل کی دھڑکن بڑھی تھی۔

"ہاں کہو--کیا بات ہے ؟ تم پریشان دکھ رہی ہو۔"

ابراہیم احمد نے اسے ہچکچاہٹ کا شکار دیکھ کر کہا۔

"ابراہیم مجھے لگتا ہے جاثرہ بھابھی کسی قسم کا عمل وغیرہ کرتی ہیں۔"

عمارہ نے جان بوجھ کر جادو کا لفظ نہیں استعمال کیا۔

"مطلب---؟"

ابراہیم نے اسکی بات پہ حیران نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

"وہ بھابھی---ابراہیم بھابھی سارا سارا دن گھر کی پچھلی جانب بنے کمرے میں گزار دیتی ہیں اور کبھی کبھار تو آدھی رات کو بھی میں نے ان کو وہیں دیکھا ہے۔میں نے کئی بار انہیں نوٹ کیا ہے۔پہلے تو مجھے شک تھا مگر اب تو مجھے مکمل یقین ہے وہ کسی قسم کا----"

"تمھارے کہنے کا مطلب ہے کہ وہ جادو وغیرہ کرتی ہیں؟"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتی وہ ہنستے ہوئے بولا۔عمارہ کو اسکی غیر سنجیدگی محسوس ہو گئی تھی۔

"میں مذاق نہیں کر رہی ہوں۔"

اسکا انداز اب بھی سنجیدگی لئے ہوئے تھا۔ابراہیم نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے عمارہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اسکے کندھے پر اپنا بازو پھیلایا۔

"میری بھولی بیگم۔۔تمھارا وہم ہے ورنہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔وہ شروع سے ہی ایسی ہیں۔نماز کی پابند۔۔۔وہ بس خاموشی میں اللہ کی عبادت کرتی ہیں۔تم اپنے ننھے سے دماغ پہ ذور مت ڈالو بس ہماری زندگی میں آنے والی اس خوشی کا خیال رکھو۔ایسی حالت میں کسی قسم کا ذہنی دباؤ تمھارے لئے ٹھیک نہیں۔"

ابراہیم احمد نے پیار سے اسکی چہرے کے گرد بکھری ذلفوں کو سنوارا۔

"مگر میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔وہ ضرور۔۔۔۔"

عمارہ کے چہرے پہ ابھی بھی پریشانی رقصاں تھی۔

"تم انہیں ان کے حال پہ چھوڑ دو۔میں نے شروع سے انہیں ایسے ہی دیکھا ہے۔میں نے کبھی ان کے پرسنلز میٹرز میں کبھی دخل نہیں دیا اور یہ جادو وادو۔۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے وہ صرف اپنی عبادت کرتی ہیں۔اب تم آرام کرو۔"

وہ اسے آرام کرنے کی تاکید کرتا اسے مزید قریب لے آیا۔اسکے کسرتی بازو عمارہ کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے۔ عمارہ بھی اسکی مضبوط پناہوں میں آکر پرسکون ہو گئی تھی۔

"السلام و علیکم۔۔!!"

وہ اس وقت لاؤنج میں موجود تاجو کو اپنے کمرے کی صفائی کے متعلق کچھ ہدایات دے رہی تھیں کہ ابرار احمد قدرے بلند آواز میں سلام کرتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئے۔وہ چہرے پہ مسکراہٹ سجائے ان کی طرف بڑھیں لیکن ان کی یہ مسکراہٹ ایک دم سے سنجیدگی میں تبدیل ہو گئی جب انہوں نے ابرار احمد کے بالکل پیچھے لاؤنج میں قدم رکھتے میثم ابراہیم کو دیکھا۔ان کی تیوری چڑھ گئی تھی جبکہ وہ سلام کیے بغیر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔وہ ابھی نظروں سے اوجھل بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ ابرار احمد سے اسکی بابت باز پرس کرنے لگیں۔

"آپ پھر اسے لے آئے ہیں۔ایک بات سمجھ نہیں آتی آپ کو، میں اسکا وجود اس گھر میں ایک پل کو برداشت نہیں کر سکتی۔وہیں ہاسٹل میں رہنے دیتے۔"

جاثرہ احمد نے یوں کہا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔ان کے الفاظ میثم ابراہیم کے کانوں تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔غصے کی ایک شدید لہر اسکے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔لمحوں میں وہ وہاں سے غائب ہوا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا۔وہاں کوئی تھا نہیں تو کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ سبھی بچے اپنے گھر چلے گئے تھے۔ تم بھی کبھی کبھار بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔"

ابرار احمد نے کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکا۔انہیں جاثرہ احمد کا ایک دم سے ان پہ چڑھ دوڑنا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ وہ صوفے سے اپنا کوٹ اٹھا کر اپنے کمرے کیطرف بڑھ گئے۔ جاثرہ احمد ان کے پیچھے آئی تھیں۔

"آپ اسکے پرنسپل کو اتنے دونوں کا خرچہ دے دیتے، صرف پندرہ دن کے لئے اٹھا کر گھر لے آئے ہیں۔"

جاثرہ احمد نے ابرار احمد کے غصے میں ہو جانے کی ذرا پرواہ نہیں کی۔

"وہ خود بھی نہیں آنا چاہ رہا تھا لیکن انہوں نے اسے نہیں رہنے دیا۔ان کا کہنا تھا اسے گھر کے ماحول کی بھی ضرورت ہے وہ تنہائی پسند اور ہم سے دور ہوتا جا رہا ہے۔"

"تو ہمیں کون سا وہ دل کے قریب چاہیئے، گلے میں پڑا ڈھول ہے جو بجانا پڑ رہا ہے۔"

جاثرہ احمد نخوت سے بولی۔

"یہ فضول باتیں چھوڑو اور میرے لئے چائے بنواؤ۔۔ سر میں درد ہو رہا ہے۔"

ابرار احمد نے قدرے غصے سے انکی جانب دیکھا۔وہ بھی ان کا موڈ خراب ہوتا دیکھ کر خاموش ہو رہیں۔

"اور سنو۔۔۔!! ایک کپ میثم کے لئے بھی بھجوا دینا۔"

وہ کمرے سے نکلنے والی تھیں کہ ابرار احمد نے انہیں روکا۔وہ بناء کچھ کہے کمرے سے نکل گئیں جبکہ ابرار احمد واش روم کی جانب بڑھ گئے۔وہ فریش ہو کر باہر آئے تو جائزہ احمد چائے لئے کمرے میں داخل ہوئیں۔وہ ان پہ ایک اچٹتی نظر ڈال کر بیڈ کی جانب بڑھ گئے۔

"اچھا اب آپ ناراض تو مت ہو۔۔میں تو بس یونہی۔"

وہ اپنے چہرے کی ناگواری تو چھپا سکتی تھیں مگر دل کا میل کیسے صاف کرتیں۔ابرار احمد بغور ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اپنا رویہ اس بچے کا ساتھ بدلو۔بے شک ایک دم سے نہیں لیکن آہستہ آہستہ تبدیل کرو تاکہ اسے شک نہ ہو۔ایک تو بہت سمجھدار ہے اور دوسرا۔۔اب بچہ بھی نہیں رہا۔"

ابرار احمد کے چہرے پہ گہری سوچوں کا جال بکھرا ہوا تھا۔

"میں۔۔۔؟؟ مجھ سے نہیں ہو گا۔آپ کو کرنا ہے تو کریں۔"

جائزہ احمد اٹھ کھڑیں ہوئیں۔

"اگر وہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو۔۔۔۔یہ سب تمھاری وجہ سے ہوگا، تمھارے رویے کی بدولت مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے کہ وہ مجھ پہ یوں چڑھ دوڑا ہے۔"

ابرار احمد جاثرہ احمد کے بے لچک رویے کے باعث آگ بگولہ ہوگئے تھے۔جاثرہ احمد ان کے اس طرح اچانک بھڑک جانے پر گھبرا گئیں۔

"میری وجہ سے۔۔۔؟؟ کیا مطلب، ایسا کیا ہو گیا؟"

جاثرہ احمد نے پوچھا۔ان کے پوچھنے پر ابرار احمد نے راستے میں پیش آنے والی ساری بات بتا دی۔ان کی بات سن کر جاثرہ احمد کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ان کا جی چاہا کہ ابھی جا کر میثم ابراہیم کے مزاج ٹھکانے لگا دیں لیکن ابرار احمد کی وجہ سے وہ اپنی خواہش پہ عمل پیرا نہ ہو سکیں۔

"یہ سب آپ کے سر چڑھانے کی وجہ سے ہوا ہے، مت پڑھاتے اسے، یہیں سڑھتا رہتا۔۔اب سر چڑھایا ہے تو بھُگتیں۔"

ان کا چہرہ غصے کے باعث سرخ ہو گیا تھا۔

"میں نے تو اس لئے تعلیم دلوائی کہ کل کو لوگ یہ نہ کہیں کہ تایا نے حیثیت ہونے کے باوجود آن پڑھ گنوار چھوڑ دیا۔مجھے کیا معلوم تھا کہ یوں میرے سر پر چڑھ کر ناچنے لگے گا۔"

وہ پریشانی سے اپنی پیشانی مسلنے لگے۔

"اب تو نا صرف وہ ہمارے سروں پہ چڑھ کر ناچے گا بلکہ ہمیں تگنی کا ناچ بھی نچوائے گا۔"

جاثرہ احمد نے ان کی پریشانی میں اضافہ کیا تھا۔

"ایک تو تم ہمیشہ مسئلے کو بڑھانے کی ہی بات کرنا۔۔جاؤ یہاں سے مجھے کچھ سوچنے دو۔"

ابرار احمد نے دونوں ہاتھ ان کے سامنے جوڑ دیئے۔جاثرہ احمد پیر پٹختی کمرے سے باہر نکل گئیں جبکہ ابرار احمد آنے والے دونوں کے متعلق سوچنے لگے تھے۔

اسے یہاں آئے تقریبا ایک ہفتہ ہونے والا تھا۔جب سے آیا تھا تب سے ہی اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔ابرار احمد سے بھی اس دن کے بعد سے سامنا نہیں ہوا تھا اور رہ گئی جاثرہ احمد۔۔۔وہ تو ایک بار بھی اس کے کمرے میں داخل نہیں ہوئی تھیں بلکہ انہوں نے ملازمہ سے کہلوایا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں ہی رہے۔کھانے پینے کے لئے بھی باہر آنے کی ضرورت نہیں۔اسے بھی کوئی شوق نہیں تھا ان کا سامنے کرنے کا۔۔جتنی نفرت وہ اس سے کرتی تھیں، اس سے کہیں زیادہ نفرت وہ ان سے کرتا تھا۔اتنی شدید نفرت کہ اگر کوئی اس سے کہتا کہ اگر وہ جاثرہ احمد کو دیکھنا نہیں چاہتا تو اس کے لئے اسے مرنا پڑے گا تو وہ خوشی خوشی مرنا پسند کرتا۔اسکی زندگی یہاں جیسے قید ہو کر رہ گئی تھی۔اگر کبھی باہر نکلنے کا من ہوتا بھی تو لاونج میں موجود جاثرہ احمد کی نفرت بھری نظروں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا

تھا۔اسے لگتا تھا کہ وہ اچھی طرح سے اس بات سے واقف ہیں کہ وہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔وہ دن رات یہی سوچتا رہتا کہ اس کمرے سے باہر کیسے نکلا جائے لیکن اس طرح کہ اس گھر میں موجود واحد خاتون کو اسکے باہر نکلنے کا علم نہ ہو سکے اور نہ تاجو کو۔۔تاجو اسکے کھانے پینے کا خیال رکھتی تھی۔ہر سہولت اسے میسر تھی، لیکن پھر بھی اسکا دل یہاں سے چلے جانے کو ہمکتا تھا۔ہر روز وہ ارادہ کرتا کہ ابرار احمد سے بات کر کے ہاسٹل واپس چلا جائے گا مگر نجانے کیوں وہ ہمت جو اس نے کچھ دن پہلے دکھائی تھی، اب ختم ہو گئی تھی۔

آج بھی وہ حسب معمول کمرے میں بند تھا۔موسم کی اٹھکیلیاں دو دن سے جاری تھیں۔کبھی موسلادھار بارش تو کبھی کڑکتی دھوپ۔سرمئی بادلوں نے صبح سے ہی آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا اور اب ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔کھڑکی سے بارش کی آواز اسکے کانوں تک باآسانی رسائی حاصل کر رہی تھی۔اپنی اسٹڈی ٹیبل پہ پڑی ڈائری پہ لکھی تحریر پر الوادعی نظر ڈالتے ہوئے اس نے بہت نرمی سے نیلی روشنائی پہ ہاتھ پھیر کر لکھنے والے کی خوشبو کو محسوس کیا اور پھر اٹھ کر کھڑکی کے پاس آ گیا۔کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔اچانک وہ کسی انجانے جذبے سے مغلوب ہو کر ہاتھ پھیلا کر بارش کے قطروں کو ہتھیلی پہ محسوس کرنے لگا۔بارش کی نرم بوندیں اسکے دل میں چھپے

احساسات کو جگا رہی تھی مگر یہ صرف ایک لمحے کے لئے تھا۔اگلے ہی لمحے اس نے ہاتھ اندر کھینچ لیا اور کھڑکی بند کر دی۔اسی وقت تاجو کمرے میں داخل ہوئی۔

"چھوٹے صاحب چائے۔۔"

تاجو نے کھڑکی کے قریب کھڑے میثم سے کہا۔

"رکھ دو۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا صوفے کی جانب بڑھا۔کچھ دیر پہلے چہرے پہ آراستہ نرم تاثرات سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ چکے تھے۔تاجو نے ٹرے ٹیبل پہ رکھی اور پلٹ کر جانے لگی۔

"سنو۔۔۔!"

اس سے پہلے کہ تاجو کمرے سے باہر نکلتی میثم نے اسے روکا۔

"تمھاری مالکن اس وقت کہاں ہیں؟"

اس نے بناء تاجو کی طرف دیکھے اس سے پوچھا۔

"جی وہ باہر لاؤنج میں بیٹھی ہیں۔"

وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ کسکا پوچھ رہا ہے اس لئے بتا کر وہ رکی نہیں تھی۔اس کے جانے کے بعد وہ بے خیالی میں چلتا کھڑکی کے پاس آیا اور کھڑکی واپس سے کھول دی۔ہلکی ہلکی بارش اب موسلادھار بارش کا روپ دھار چکی تھی۔اس وقت اسکا سارا دھیان چھاجوں برستی بارش پر تھا اس لئے اسے احساس تک نہ ہوا کہ کوئی اسکے

کمرے میں داخل ہوا ہے۔دروازہ تیز آواز سے بند ہوا تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔ایک چھوٹی سی بچی گلابی فراک پہنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔صاف لگ رہا تھا کہ وہ کسی سے چھپ رہی ہے۔اسے کھڑکی کے قریب کھڑے دیکھ کر کھلکھلاتے ہوئے اسکی جانب دوڑی آئی تھی اور اسکی ٹانگوں سے لپٹ گئی گویا دونوں کے بیچ برسوں کی شناسائی ہو۔میثم ابراہیم حیران نظروں سے اس چار سالہ بچی کو دیکھ رہا جو اسکے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسی دوران تاجو کمرے میں آئی۔یقینا وہ اس بچی کو ڈھونڈتی ہوئی وہاں آئی تھی۔وہ ابھی بھی اسکی ٹانگوں سے لپٹی ہوئی تھی۔تاجو نہایت پھرتی سے اسکی طرف آئی تھی اور بچی کو اس سے الگ کیا جبکہ دوسری جانب میثم ابراہیم حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔

"یہ بچی کون ہے؟"

تاجو بچی کو اٹھائے دروازہ کھول کر نکلنے ہی والی تھی جب میثم ابراہیم نے چپ کا قفل توڑا۔

"آپکو نہیں پتہ؟"

اب حیران ہونے کی باری تاجو کی تھی۔

"نہیں---کون ہے یہ کیوٹ سی بچی۔"

میثم ابراہیم قریب آیا اور خود کو بچی کے گال چھونے سے نہ روک سکا۔

"یہ حبہ ہے۔۔آپ کی تایا زاد بہن۔۔"

یہ سننے کی دیر تھی کہ میثم نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا۔اسکے چہرے کے نرم تاثرات اپنی پرانی پوزیشن میں واپس آئے تھے۔

"لے جاؤ اسے۔۔"

وہ اکھڑ انداز میں کہا اور صوفے کی جانب بڑھا۔تاجو بچی کو اٹھائے کمرے سے نکل گئی۔اس کے جانے کے بعد میثم ابراہیم نے ایک نظر اپنی انگلیوں کی پوروں پر ڈالی اور پھر جھٹکے سے اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔اگلے ہی پل وہ شدید نفرت کے عالم میں اپنے ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھو رہا تھا۔

"یہ تم نے بھیجا ہے؟"

ابرار احمد جتنی تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے اتنی ہی تیزی سے ہاتھ میں پکڑا لفافہ ابراہیم احمد کی طرف پھینکا جو اس کے سینے سے ٹکرا کر نیچے گرا تھا۔ابراہیم نے بڑے بھائی کے چہرے کے غصیلے تاثرات دیکھنے کے باوجود کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

"جی میں نے بھیجا ہے اور اس حد تک جانے کے لئے مجھے آپ نے مجبور کیا ہے۔اگر آپ میری بات مان لیتے تو حالات اس نہج تک کبھی نہیں پہنچتے۔"

وہ ابرار احمد کی نسبت پرسکون انداز میں بولا اور پیروں کے قریب پڑا لفافہ اٹھا لیا۔

"میں نے مجبور نہیں کیا بلکہ تم خود اس حد تک آ گئے ہو۔بڑے بھائی سے دشمنی نبھانا چاہتے ہو۔تم نے ناحق اس بات کو انا کا مسئلہ بنا لیا ہے مگر تم شاید یہ بھول گئے ہو کہ میں تمھارا بڑا بھائی ہوں۔۔تم سے کئی گنا ضدی اور انا پرست۔۔تم اس بارے میں مجھے خود سے کسی طور کم نہیں پاؤ گے۔"

ابرار احمد اس کا پرسکون انداز دیکھ کر استزائیہ انداز میں ہنسا تھا۔

"آپ کو میری طرف سے کھلی اجازت ہے، جو چاہے کریں، مگر میں اپنے موقف سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

ابراہیم احمد نے لفافہ کے اندر سے کاغذ نکال کر اس پہ سرسری نظر دوڑا کر تہہ کیا۔

"مجھے تمھاری اجازت کی ضرورت نہیں، میں جو بھی کروں گا تو یاد رکھنا سر اٹھانے کے قابل نہیں رہو گے۔"

ابرار احمد نے کڑی نظروں کے ترازو میں ابراہیم احمد کے سرد تاثرات کو تولا اور کاغذ اس کے ہاتھ چھینتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ابراہیم احمد کی افسوس بھری نگاہیں دروازے پہ جمی رہ گئیں۔

"ابراہیم۔۔۔!! ابرار بھائی بہت غصے میں تھے، خیریت تھی؟"

عمارہ نے روم میں آتے ہوئے ابرار احمد کو غصے کی حالت میں کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔اس لئے اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے سب سے پہلا سوال

یہی کیا تھا۔ابراہیم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

"ابراہیم---کہاں گم ہیں؟ میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

عمارہ نے کسی مجسمے کی صورت کھڑے ابراہیم کا شانہ ہلا کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

"کچھ نہیں--پاگل ہو گئے ہیں بھائی۔میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔میرے سہارے وہ اپنی ڈوبی نیا کو پار لگانا چاہتے ہیں چاہے اس کے لئے میں کیوں نہ ڈوب جاؤں، لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

وہ دھیمے مگر پختہ لہجے میں بولا۔عمارہ نے ساری بات جان کر گہری سانس خارج کی۔اندر ہی اندر وہ اس بات کو لے کر بہت پریشان تھی۔

"لیکن وہ اتنے غصے میں کیوں تھے؟"

عمارہ نے پوچھا۔

"میں نے بذریعہ عدالت ان کو نوٹس بھیجا ہے۔اسی کا غصہ نکال کر گئے ہیں مجھ پر۔"

ابراہیم احمد اب اسکی جانب دیکھ رہا تھا جسکی آنکھیں اسکی بات سن کر حیرت کی زیادتی سے پھیل گئی تھیں۔

"نوٹس----"

عمارہ کے لبوں سے یہ لفظ کسی کہرے کی صورت آزاد ہوا تھا اور کمرے کی یخ فضاء میں تحلیل ہو کر اسے اور یخ بستہ کر گیا۔

"ہاں۔۔۔نوٹس۔۔باقاعدہ دھمکی دے رہے تھے۔میں بھی دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کر لیں گے۔"

ابراہیم احمد مٹھیاں بھینچے بیڈ کی جانب بڑھا اور عمارہ ابراہیم یہ سوچ رہی تھی کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے۔

اندھیری رات گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی۔اسے کچھ بھی صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ایسا لگ رہا تھا کہ اس گھنے جنگل کی تاریکی اسے نگل لے گی۔چلتے چلتے اس کے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے۔اس نے کچھ دیر رک کر اپنے زخموں سے چور پیروں کی جانب دیکھا تھا۔دائیں پیر کے تلوے سے خون رس رہا تھا۔اچانک کوئی چیز تیزی سے اسے اپنی سمت آتی محسوس ہوئی۔گھبراہٹ اور کپکپاہٹ نے اس کے نازک وجود کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔وہ فورا اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔وہ سیاہ ہیولا تیزی سے اسکے قریب آتا دکھائی دے رہا تھا۔اس کے قدموں میں اور تیزی آتی گئی۔تیز چلنے سے اسکی سانس پھولنے لگی تھی اور حلق سوکھ کر کانٹا بن گیا تھا۔خوفناک آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔اچانک اس کا پاؤں کسی جھاڑی سے ٹکرایا

تھا اور وہ منہ کے بل گری تھی جھاڑی کی نوک اس کے کپکپاتے لبوں سے ٹکرائی تھی اور خون رسنے لگا تھا۔اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک بار پلٹ کر دیکھا اور اپنے پیروں کو جھاڑیوں سے آزاد کرانے کے لئے وہ جھکی تھی۔اس دوران وہ سیاہ ہیولا اس کے بالکل قریب آ گیا تھا۔اس کی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔وہ چلانا چاہتی تھی لیکن کسی نادیدہ قوت نے اس کی زبان کو جیسے جکڑ رکھا تھا۔اگلے ہی لمحے وہ بلا نما شے خوفناک آوازیں نکالتی اس کے وجود پر جھپٹ پڑی اور ایک خوفناک چیخ اسکے سوکھے حلق سے برآمد ہوئی تھی جبکہ وہ سیاہ ہیولا رگوں میں دوڑتے خون کو منجمد کر دینے والی ہنسی ہنستے ہوئے اس کے وجود پر حاوی ہوتا جا رہا تھا اور وہ پوری قوت سے چلا رہی تھی۔

"عمارہ۔۔۔!! عمارہ۔۔!!آنکھیں کھولو۔"

اپنے نام کی پکار پر اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تھیں۔اس نے دیکھا ابراہیم اس پہ جھکا اسے پکار رہا تھا۔اسکے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی۔

"کیا ہوا عمارہ۔۔؟"

ابراہیم نے اس کے ماتھے پر چمکتے پسینے کے قطروں کو اپنی ہتھیلی سے پونچھا تھا۔اس کے اوسان ایسے خطا تھے جیسے وہ میلوں کا سفر طے کر کے آئی ہو۔

"مم میرے پیچھے۔۔۔ابراہیم میرے پیچھے۔"

عمارہ نے پلٹ کر پیچھے دیکھا مگر پیچھے کوئی نہیں تھا۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ تم نے یقینا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہوگا، کچھ نہیں ہے یہاں۔"

ابراہیم نے اسے سینے سے لگا کر اسکے گرد اپنی مضبوط پناہ کا حصار کھینچا۔ وہ کچھ دیر اس کے سینے سے لگی رہی۔

"میں تمہارے لئے پانی لے کر آتا ہوں۔"

ابراہیم احمد نے اسے پرسکون ہوتے دیکھکر کہا۔

"نہیں۔۔"

عمارا نے اسے روکا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں یہیں ہوں تمہارے پاس، تم لیٹ جاؤ۔"

ابراہیم نے اسے لٹایا اور اس پر کمبل درست کیا۔ عمارا اپنے اردگرد کے ماحول سے مانوس ہوئی تو تھی مگر اس نے ابراہیم کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ ابراہیم بھی اس کے قریب ہی لیٹ گیا۔

"ابراہیم۔۔آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ اگر میں سو جاؤں تو؟"

عمارا نے آنکھیں کھول کر ابراہیم کی سمت دیکھا تھا۔

"کبھی نہیں۔۔۔ تم سو جاؤ، میں تمہارے پاس ہی ہوں۔"

ابراہیم نے اس سے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔اپنی پیشانی پہ ابراہیم احمد کا نرم گرم لمس پا کر وہ پرسکون ہو کر آنکھیں موند گئی۔

"کیا بنایا ہے میری پیاری بی اماں نے؟"

حباب نے پیچھے سے آ کر ذہرہ بی بی کو گھیرے میں لیا ساتھ ہی چٹا چٹ ان کے گال پہ بوس و کنار کی بھرمار کر دی۔

"ائے ہائے۔۔کیا کر رہی ہے۔کتنی بار منع کروں گی کہ یہ چُما چاٹی میرے ساتھ نہ کیا کرو۔"

ذہرہ بی بی الجھن آمیز انداز میں اپنا گال رگڑتے ہوئے بولیں۔

"تو کس کے ساتھ کروں؟"

وہ لاڈ سے پوچھتی ایک بار پھر اپنی کاروائی کر چکی تھی۔

"اپنے خصم کے ساتھ کرنا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"اچھا پہلے آپ سے تو کر لوں نا۔"

اس نے اپنا گال ان کے گال سے ٹکرایا۔

ہائے نوج۔۔! تمھیں لاج نہ آئی نانی سے ایسی بات کرتے ہوئے۔"

ذہرہ بی بی نے ٹھوڑی پہ انگلی جمائے اسکی طرف دیکھا تو وہ کھی کھی کر کے ہنسنے لگی۔

"آپ تو میری پیاری سی سہیلی ہیں۔"

اس نے ایک بار پھر ان کے گالوں کا بوسہ لیا۔

"اچھا بس یہ لاڈ بعد میں کر لینا، یہ بتاو کہ پرچہ کیسا کر کے آئی ہو؟"

انہوں نے پوچھا۔

"اچھا ہوا ہے۔۔دیکھیئے گا بہت اچھا رزلٹ آئے گا۔"

اس نے پلیٹ سے گاجر اٹھا کر منہ میں ڈالی۔

"اچھی بات ہے۔۔پھر اسکا مطلب ہے کہ مجھے تمھارے لئے ایک اچھا سا رشتہ تلاش کرنے کی شروعات کر دینی چاہیئے۔"

انہوں نے مصروف انداز میں کہا جبکہ ان کی بات سن کر اسکا تیزی سے چلتا منہ رک گیا۔

"کوئی نہیں۔۔مجھے نہیں کرنی کوئی شادی وادی۔۔میں آپکے ساتھ رہوں گی۔آپ سے دور جانا میرے پلان میں شامل نہیں ہے۔"

اسکا انداز ضد لئے ہوئے تھا۔

"لیکن بیٹیوں کو تو ایک دن پیا دیس سدھارنا ہی ہوتا ہے اور ماں باپ کا سکھ اپنی بیٹیوں کو اپنے گھر میں سکھی دیکھکر ہی بڑھتا ہے۔"

بی اماں نے بڑے پیار سے اسکی روشن پیشانی پہ بکھرے بالوں کو پرے کیا۔

"لیکن بس میں نے کہہ دیا نا میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

حباب نے اپنی بانہیں زہرہ بی بی کے گلے میں ڈالیں۔

"تمھیں رخصت کر کے ہی میں سکون سے مر سکوں گی۔"

حباب نے ناراضگی سے ان کی سمت دیکھا۔

"موت تو برحق ہے بیٹا، اس سے بھلا کون بچ سکا ہے آج تک۔۔اسی لئے میں اپنی زندگی میں تمھیں اپنے گھر کا ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

انہوں نے اس کے ناراض چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

تو پھر ٹھیک ہے اگر موت برحق ہے تو آپ سے پہلے مجھے۔۔"

"اللہ اللہ کہو بیٹا، ایسے سے کفریہ کلمات منہ سے نہیں نکالتے ہیں۔ہمیشہ اچھا سوچنا چاہیئے۔"

ذہرہ بی بی نے اسے پیار سے سمجھایا۔ان کی بات سن کر حباب کے چہرے پہ شرمندگی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

"لو۔۔!! ہم بھی کیا باتیں لے بیٹھے۔تم منہ ہاتھ دھو لو میں کھانا لگاتی ہوں۔"

انہوں نے اسکے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا تو حباب سر ہلاتے ہوئے کچن سے نکل گئی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پر رکھی اور کمرے سے نکل آیا۔تاجو نے اسے بتایا تھا کہ اس کے لیے فون آیا ہے۔وہ چہرے پہ حیرت لئے نیچے آیا تھا۔خلاف معمول آج لاؤنج بالکل خالی تھا۔اس لیے اس نے فون اسٹینڈ کے قریب پہنچ کر نہایت اطمینان سے اسپیکر اٹھا لیا۔

"ہیلو۔۔!!"

اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

"ہیلو میثم۔۔میں ہوں انصب۔۔تمہارا جگری دوست۔"

انصب کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔لفظ جگری دوست پہ اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ تم میرے جگری دوست ہو۔"

میثم کے لبوں پر ابھی بھی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"آ۔۔اچھا۔۔۔تم اتنی جلدی بدل جاؤ گے میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔ لیکن خیر میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔میں نے ایسا یاد دلانا ہے کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی یاد

رکھیں گی کہ ایک انصب طاہر تھا جس نے ہمارے دادا(میثم ابراہیم) کو تگنی کا ناچ نچا دیا تھا۔"

انصب اپنی ہی بات سے محظوظ ہوتا بولا۔اس کی بات سن کر میثم ہنس دیا۔

"لیکن یاد رکھنا میں بھی وہ ناکوں چنے چبواوں گا کہ تمھاری نسلیں یاد رکھیں گی یا نہیں یہ تو پتا نہیں لیکن تم ضرور یاد رکھو گے۔"

میثم نے اسے اسی کے انداز میں ڈیل کیا۔

"یہ تم کہہ رہے ہو۔۔۔مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

انصب بھی اپنے نام کا تھا۔

"اچھا چھوڑو یہ مسخرہ پن یہ بتاؤ فون کس لئے کیا تھا؟"

اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس ہوئی تھی۔اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ویسے ہی گھر میں پڑے پڑے بور ہورہا تھا تو سوچا تم سے بات کر لی جائے۔

"مجھ سے بات کرلی جائے یا میرا دماغ کھا لیا جائے، جو تھوڑا بہت ہی بچ گیا ہے ان چھٹیوں کے باعث۔"

میثم نے کہتے کہتے اچانک پلٹ کر دیکھا تھا لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔اس کی نظریں اپنے اردگرد جائزہ لینے لگی۔

"ارے مجھے تو آج پتہ چلا کہ تمہارے پاس دماغ بھی ہے۔ تبھی تو میں کہوں کہ میں اتنا سمجھدار کب سے ہو گیا ہوں، جو بھی یاد کرتا ہوں پھر بھولتا ہی نہیں۔اس کے پیچھے کرامات تمہارے دماغ کی ہیں۔"

انصب کہاں پیچھے رہنے والوں میں سے تھا۔ میثم ایک بار پھر ہنسنے پر مجبور ہوا۔

"اگر تمہاری فضول قسم کی گفتگو ختم ہوگئی ہو تو مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔"

جاثرہ احمد اس کے بالکل پیچھے کھڑی ناگواری ظاہرکرتی بولیں۔اس نے پلٹ کر دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا مگر اعصاب تن گئے تھے۔انصب بھی ان کی آواز سن چکا تھا۔ میثم نے خجالت آمیز انداز میں انصب سے معذرت کی اور فون کارڈیل پر رکھ دیا۔اس کے بعد بنا انکی طرف دیکھے لاؤنج سے نکلتا چلا گیا۔ سختی سے مٹھیاں بھینچے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا طویل راہداری سے ہوتا ہوا گہرے بھورے رنگ کا لوہے کا بڑا سا گیٹ پار کر گیا۔

"تمھیں میں نے کتنی بار کہا ہے کہ اس کے ساتھ اپنا رویہ بدلو لیکن تم تو نہ جانے کس ڈھیٹ ہڈی سے بنی ہو میری کسی بات کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔اب نجانے کہاں چلا گیا ہے وہ۔۔بتاؤ کہاں ڈھونڈوں میں جاکر اس کو؟"

ابرار احمد لاؤنج میں کھڑے چیخ رہے تھے۔جاثرہ احمد بھی انھیں اس قدر غصہ میں دیکھ کر انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"آ جائے گا، چھوٹا بچا تو نہیں ہے اور پھر ابھی صرف نو ہی تو بجے ہیں۔"

جاثرہ احمد نے ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے انہیں تسلی دی۔انھوں نے ان کی بات کے جواب میں ان پر ایک غصیلی نظر ڈالی اور شدید پریشانی کے عالم میں یہاں سے وہاں چکر لگاتے رہے۔گہری خاموشی میں گھڑی کی سوئیوں کی آواز ان کی سماعت پر کوڑے برسا رہی تھیں۔جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔انتظار کا ایک ایک پل ان پر گراں گزر رہا تھا۔جاثرہ احمد وہیں صوفے پر بیٹھی انہیں لاؤنج میں یہاں سے وہاں چکراتے دیکھ رہی تھیں۔بار بار دونوں کی نظریں لاؤنج کے دروازے کی سمت جاتیں اور پھر واپس لوٹ آتیں۔ "بیگم صاحبہ اگر آپ اجازت دیں تو میں گھر چلی جاؤں۔"

جاثرہ احمد کے چہرے کے تنے تنے نقوش دیکھکر تاجو نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں جاؤ۔۔۔"

جاثرہ احمد لاپروائی سے بولی تو تاجو نہایت پھرتی سے لاؤنج سے نکلی۔تاجو کو گئے ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ میثم ابراہیم لاؤنج میں داخل ہوا۔ابرار احمد کی نظر جیسے ہی اس پر پڑی وہ اتنی ہی تیزی سے اس کی طرف بڑھے تھے۔

"کہاں تھے تم۔۔؟ تمھیں پتہ ہے میں یہاں کتنا پریشان ہو رہا تھا۔ لیکن نہیں، تمھیں کیا پرواہ۔۔۔"

وہ غصے سے بولے۔

"میں یہاں قریبی پارک چلا گیا تھا۔"

وہ انہیں غصے میں دیکھ کر دھیمے لہجے میں بولا۔

"تم گھر سے باہر گئے ہی کیوں تھے اور اگر جانا ہی تھا تو میرا انتظار کر لیتے یا پھر کسی کو ساتھ لے جاتے۔اکیلے جانے کی کیا ضرورت ہے۔"

ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح اپنا غصہ اس پر اتاریں۔ "میں روز روز تو نہیں جاتا۔ جب سے یہاں آیا ہوں گھر میں بند ہو کر رہ گیا ہوں تھا۔"

وہ بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ۔۔یہاں ہم اس کی وجہ سے اپنا خون جلا رہے ہیں اور اسے کوئی شرم نہیں ہے۔"

جائزہ احمد شدید غصے میں میثم کی جانب دیکھ رہی تھیں۔ابرار احمد کی بھی کڑی نظریں اسی پہ جمی تھیں جبکہ میثم نے انہیں اپنی طرف دیکھتا پا کر نگاہوں کا رخ پھیر لیا۔اس کی خود سری سے تو وہ واقف ہو ہی چکے تھے لیکن وہ اس حد تک باغی ہو

سکتا ہے اسکا یقین انہیں آج ہو رہا تھا۔جاثرہ احمد کا حال ابرار احمد سے قطعی مختلف نہیں تھا۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا میثم کو اٹھا کر باہر پھینک دیں۔

"اگر آپ لوگوں کی یہ کچہری ختم ہو گئی ہو تو میں آپ سے کچھ کہنا ہے۔آپ مجھے واپس ہاسٹل بھجوا دیں۔میں یہاں ایک کمرے میں قید ہو کر نہیں رہ سکتا۔"

میثم ابراہیم نے ان کی غصیلی نظروں کے جواب میں کہا۔

"تم یہیں رہو گے۔"

ابرار احمد کی آواز گونجی تھی۔

"میں ہاسٹل واپس جانا چاہتا ہوں یہاں رہ کر میں اپنی پڑھائی پر توجہ نہیں دے پا رہا۔"

میثم کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ابرار احمد کو یوں لگا جیسے ان کے سامنے ابراھیم احمد سینہ تانے کھڑا ہے۔ابرار احمد سے وہاں مزید رکنا محال ہو گیا۔وہ اپنے باپ کی طرح ہی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا بالکل ویسے ہی جیسے ایک دن ابراہیم احمد ان کے سامنے کھڑے تھے۔ابراہیم احمد کی طرح ہی اس کے چہرے پر بھی خوف کی ہلکی سی لکیر بھی ابرار احمد کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔وہ ویسا ہی نڈر اور بے خوف لگ رہا تھا۔وہ بناء کچھ کہے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئے۔

"تم نے آج آخر اپنی اوقات دکھا ہی دی کہ کس بدتمیز باپ کی اولاد ہو جو اپنے مفاد کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ اسی کا گندہ خون تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔تو پھر تم اس سے مختلف کیسے ہو سکتے ہو۔"

جاثرہ احمد نہایت غصے سے اس کی طرف آئی تھیں۔ ان کا جی چاہا کہ اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔وہ ان سے ڈرا نہیں تھا بلکہ وہیں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا رہا۔

"ہاں۔۔۔!! میں انہی کا خون ہوں تو کیا یہ جاننے کے بعد آپ میرے ساتھ وہی سلوک کریں گی جو میرے ماں باپ کے ساتھ کیا تھا۔آپ اس بھول میں مت رہیئے گا کہ میں آپ لوگوں کی اصلیت سے واقف نہیں ہوں۔"

میثم ابراہیم استہزائیہ ہنسا تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔"

جاثرہ احمد کا وجود شدید غصے کے باعث کانپنے لگا تھا۔میثم کی طنزیہ ہنسی اور الفاظ نے گویا ان کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ان کی حالت دیکھکر میثم کے دل کو سکون ملا۔وہ کچھ لمحے انہیں اسی انداز سے دیکھتا رہا پھر وہاں سے چلا گیا۔جاسر احمد کا وجود جھٹکوں کی زد میں تھا۔ان کی ٹانگوں نے مزید ان کا بوجھ سہارنے سے انکار کردیا

تھا۔وہ قریبی صوفے پہ بیٹھی تھیں۔میثم کے الفاظ ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔عمارا نے ایک خوبصورت اور صحت مند بچے کو جنم دیا تھا۔ابراہیم اور عمارہ دونوں ہی بہت زیادہ خوش تھے۔حالانکہ گھر میں حالات کشیدہ تھے مگر پھر بھی ابرار احمد نے بھتیجے کا بڑے جوش و خروش سے استقبال کیا تھا۔کچھ وقت کے لئے دونوں بھائیوں نے آپس کے اختلافات بھلا دیے تھے لیکن جاثرہ احمد کے دل میں کینہ اور بغض لئے اندر ہی اندر حسد کی آگ میں جل رہی تھی۔وہ صرف ایک ہی مرتبہ ابرار احمد کی سنگت میں عمارہ اور ابراہیم احمد کو مبارکباد دینے گئی تھی۔

ابرار احمد اور جاثرہ احمد کے دونوں بیٹے بشر احمد اور اسفر احمد بھی گھر میں اس نئے اضافے سے بہت خوش تھے۔دونوں بچے بالترتیب سات اور پانچ سال کے تھے۔ دونوں اسکول سے آنے کے بعد سارا دن عمارہ ابراہیم کے کمرے میں گھسے رہتے تھے۔جاثرہ احمد کو یہ بات ذرا پسند نہیں تھی۔اس نے دونوں بچوں کو پیار سے اور ڈانٹ کر روکنے کی کوشش بھی کی مگر دونوں نے ہی ماں کی بات کو توجہ نہیں دی۔عمارا ابراہیم یہ سوچ کو پرسکون تھی اور اللہ کا شکر ادا کرتی تھی کہ جاثرہ احمد کے بچے اپنی ماں کی طرح نہیں تھے۔

ابراہیم احمد تو بیٹے کی خوشی میں سب بھول بیٹھا تھا اس لئے اسے جاثرہ احمد کا کھچا کھچا رویہ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن عمارہ ابراہیم نے اسکا اکھڑ انداز صاف محسوس کیا تھا۔ایک مرتبہ ملنے کے بعد وہ دوبارہ اسے اور بچے کو دیکھنے تک نہیں آئی تھی لیکن پھر بچے اور ابراہیم کی محبت بھری سنگت میں اس نے بھی پرواہ کرنا چھوڑ دی تھی۔ابراہیم نے ابرار احمد کے خلاف کورٹ میں دائر کیس بھی واپس لے لیا تھا۔ابرار احمد نے بھی سب بھول بیٹھے تھے۔دونوں کے آپس کے تعلقات نارمل ہو گئے تھے۔ اب تو دونوں ساتھ آفس جانے لگے تھے اور اس بات پر ابرار احمد بے انتہا خوش تھے۔جاثرہ احمد کو دونوں بھائیوں کا ایک بار پھر سے ایک ہونا ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔ابراہیم احمد کی چھٹی بھی ختم ہو رہی تھی۔اس لئے اس نے یہ معاملہ آنے والے وقت پہ چھوڑ دیا تھا۔اس کا ارادہ تھا کہ اس بار وہ ریزائن دے کر لوٹے گا۔یہ بات اس نے صرف اور صرف عمارہ کو بتائی تھی جو اس کا ارادہ جان کر بہت زیادہ خوش ہوئی تھی۔ابراہیم احمد نے عمارہ کو منع کیا تھا کہ وہ اس بات کا ذکر گھر میں کسی سے بھی نہ کرے۔وقت آنے پر وہ خود انہیں بتائے گا۔وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا، ابراہیم احمد کی چھٹی ختم ہوگئی اور وہ واپس چلا گیا۔عمارہ احمد اس بار اس کے جانے سے غمزدہ نہیں تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کے ابراہیم احمد جلد ہی

اس کے پاس لوٹ آئے گا۔

میثم کے آنے سے جیسے اس کی زندگی میں بہار آگئی تھی۔وہ ہر دم اس کے ساتھ لگی رہتی تھی اس لئے اسکا دھیان کسی اور طرف نہیں جاتا تھا۔گھر میں کیا ہو رہا ہے، کون آرہا ہے، کون جا رہا ہے۔۔۔وہ کسی بھی بات سے واقف نہیں تھی اور نہ ہی وہ دلچسپی رکھتی تھی۔بس ہر وقت اپنے کمرے میں رہتی تھی۔ابراہیم احمد ہر دو دن بعد فون کرتا تھا۔

ابھی وہ میثم کو بے بی کاٹ میں لٹا کر کمرے سے باہر آئی تھی تاکہ تاجو یا کسی ملازمہ کو آواز دے کر بلائے مگر باہر اسے کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔وہ واپس کمرے میں آ گئی۔میثم کو اٹھا کر وہ بیڈ پہ لے آئی تھی۔تھوڑی دیر بعد تاجو کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"آپ بلا رہی تھیں؟"

تاجو قریب آئی تھی۔

"ہاں۔۔!! لیکن تم دکھائی نہیں دی تو میثم کے اکیلے ہونے کے خیال سے واپس کمرے میں لوٹ آئی۔تم کہاں تھی اور خالدہ کہاں ہے؟ آج وہ صبح سے دکھائی نہیں دی۔"

عمارہ احمد بیڈ کراون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"خالدہ آج نہیں آئی، اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔اس لیے اس کے حصے کا کام بھی مجھ پہ آن پڑا، اس لیے میں کچن میں تھی۔"

تاجو نے تفصیلی جواب دیا۔

"اور تمہاری بڑی بیگم صاحبہ کہاں ہے؟"

عمارہ نے پوچھا وہ جی پچھلے۔۔۔میرا مطلب ہے اپنے کمرے میں ہیں۔"

وہ بات بدل گئی تھی۔اسکی بات سن کر عمارہ کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ وہ خوف جو کافی وقت سے اس کے قریب بھی نہیں پھٹکا تھا، ایک بار پھر سے اس پہ حاوی ہونے لگا تھا۔اچانک اس نے سوئے ہوئے میثم کو اپنے قریب کیا۔

"مجھے بھوک لگی ہے، کچھ کھانے کو لے آؤ۔"

عمارہ ابراہیم نے کہا۔تاجو سر ہلاتی کمرے سے چلی گئی۔اس کی آنکھوں کے سامنے ہو وہ تمام منظر گھومنے لگے جب جب وہ چھپ کر گھر کی پچھلی جانب بنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔وہی خوف پھر سے اسکے دل میں دماغ پر چھانے لگا۔اس نے اسی خوف کے زیر اثر میثم کو سینے سے لگایا یوں جیسے اس کے چھن جانے کا خوف ہو۔گہری نیند میں بھی وہ ماں کی گرفت میں کسمسایا تھا۔عمارہ نے اپنی گرفت ڈھیلی کی اور پھر اپنے اور اپنے بچے کے گرد اللہ کی پناہ کا حصار کھینچا اور اپنے جگر گوشے کو

سینے سے لگائے آنکھیں موند گئی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا آپ پر۔۔۔لیکن اب تو میں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اب آپ اس بارے میں کیا کہیں گی؟؟ یہ سب اپنے گرد جمع کیے آپ کون سی عبادت کر رہی تھیں۔۔۔شیطان کی؟"

اس نے آج جائرہ احمد کو رنگے ہاتھوں پکڑا تھا۔دو دن سے وہ اسے گھر میں کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھیں اور آج تیسرے دن وہ دبے پاوں گھر کی پچھلی جانب آئی تھی۔اسے پورا یقین تھا کہ اگر وہ گھر میں اور کہیں نہیں مل رہی تھیں تو یقینا یہاں ہوں گی اور اب یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسکے دل ودماغ میں جیسے بھونچال سا آگیا تھا۔کمرے کے بایاں حصے میں رکھی ہر شے سرخ روشنی سے نہائی ہوئی تھی۔فرش پہ بنا سیاہ دائرہ۔۔دائرے کے اندر رکھی کچھ عجیب ہڈیاں، سیاہ کپڑے سے بنا پتلا اور انھی سے کچھ فاصلے پر پڑے بالوں کا گچھا۔۔اور دائرے سے باہر سیاہ کپڑوں میں ملبوس جائرہ احمد۔۔۔ان کے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے۔۔۔بے تحاشا سرخ اور قہر برساتی آنکھیں اس پہ جمی تھیں۔وہاں موجود ہر شے اسکی قوت گویائی سلب کر رہی تھیں۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔

"تمھاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔"

جاثرہ احمد سیاہ دائرے سے نکل کر اس پر جھپٹی تھی۔

"میں آپکو بتا دوں کہ آپ کے یہ کالے کرتوت ساری دنیا کے سامنے میں بے نقاب کر کے رہوں گی۔"

عمارہ نے انھیں دھکا دیا۔وہ توازن برقرار نہیں رکھ پائی اور کچھ فاصلے پہ گری تھی۔

"میں تمھیں اس قابل چھوڑوں گی تو تم کچھ کرو گی نا۔"

جاثرہ احمد دھاڑتے ہوئے دوبارہ اسکی سمت طرف آئی تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتی عمارہ تیزی سے کمرے سے نکلی اور باہر سے دروازہ بند کر دیا۔

"کھولو دروازہ۔۔۔"

جاثرہ احمد دروازہ پیٹتے ہوئے چلا رہی تھی۔

"یہ دروازہ اب تب ہی کھلے گا جب تک ابرار بھائی گھر نہیں آ جاتے۔انہیں بھی تو پتہ چلے کہ آپ عبادت کا بہانا بنا کر یہاں یہ سب کر رہی ہیں۔"

عمارہ احمد باہر سے چلائی۔

"بیوقوف مت بنو۔۔۔تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔۔ہاں لیکن میں تم سے سب کچھ چھین سکتی ہوں۔۔۔یہ گھر، تمھارا شوہر، تمھارا بچہ۔۔۔تمھارا سب کچھ۔"

جاثرہ احمد کی تمسخر اڑاتی آواز اسے خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔

"میں ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی۔تمہارے یہ شیطانی ہتھ کنڈے کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔۔میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔مجھے اس کامل ذات پہ مکمل بھروسہ ہے۔"

عمارہ خود پر سے خوف کی اس پرت کو ہٹانے کی کوشش کی۔

"تو میں تمہارے اور اپنے بیچ اس کھلی جنگ کا اعلان کرتی ہوں۔جب تک تمھیں اپنے قدموں میں نہیں لے آوں، چین و سکون حرام ہے مجھ پر۔"

جاثرہ احمد کے لہجے کا سکون اسکا سکون چھین رہا تھا مگر وہ پھر بھی ڈٹی رہی۔

"تم کبھی اپنے ان عزائم میں کامیاب نہیں ہو گی۔اللہ کا قہر نازل ہو گا تم پر۔"

عمارہ نے دو بدو جواب دیا۔

"تو یہ طے رہا۔۔۔تمہارا انجام میرے ہاتھوں ہو گا۔"

جاثرہ احمد نے کہا اور پھر وہاں خاموشی چھا گئی۔عمارہ دروازہ کھولے بغیر گھر کی اندرونی حصے میں آ گئی۔شام کے سائے پھیل رہا تھے۔وہ سیدھی اپنے کمرے میں گئی تھی۔اس نے موبائل اٹھا کر ابراہیم کا نمبر ڈائل کیا لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔اس نے فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور بے بی کاٹ میں سوئے ہوئے میثم کو گود میں اٹھا لیا۔پھر وہ میثم کو سینے سے لگائے لگائے لاؤنج میں آ گئی اور وہاں بیٹھ کر

ابرار احمد کا انتظار کرنے لگی۔اس نے گھر میں کام کرنے والی دونوں ملازماوں کو آواز دی۔

"جی چھوٹی بی بی۔"

خالدہ اسکی آواز سن کر کچن سے دوڑی چلی آئی تھی۔

"تاجو کہاں ہے؟"

اس نے تاجو کا پوچھا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ تاجو جاثرہ احمد کی ان کاروائیوں سے اچھی طرح واقف ہو گی۔

"جی وہ تو اپنے کوارٹر چلی گئی۔"

خالدہ نے بتایا۔

"اچھا جاو تم۔۔"

عمارہ نے کچھ سوچتے ہوئے اسے جانے کو کہا۔

"بی بی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔۔چہرہ پیلا پڑا ہوا ہے۔"

خالدہ نے اسکے چہرے کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔عمارہ نے غصے سے اسکی طرف دیکھا تھا۔خالدہ نے تیزی سے باورچی خانے کی طرف چلی گئی اور وہ یہ سوچنے لگی کہ کسطرح ابرار احمد تک یہ بات پہنچائے۔وہ چاہتی تھی کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھیں۔دوسری جانب اسے یہ بھی امید تھی کہ جاثرہ احمد کمرے کی حالت

بدل چکی ہو گی۔وہ شیطانی عمل کا ہر نشان مٹا چکی ہو گی۔وہ اتنی أانی سے تھوڑی سامنے آئے گی۔اس سب کے باوجود وہ ابرار احمد کا انتظار کر رہی تھی۔میثم بھی نیند سے بیدار ہو چکا تھا۔وہ اسے گدگدانے لگی۔ابرار احمد اپنے مقررہ وقت پر لاؤنج میں داخل ہوئے۔عمارہ کو وہاں میثم کے ساتھ دیکھ کر قریب آئے۔عمارہ بھی انہیں دیکھ چکی تھی۔

"السلام و علیکم ابرار بھائی۔"

وہ میثم کو صوفے پہ لٹا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وعلیکم السلام۔۔!! کیسا ہے ہمارا بیٹا۔"

انہوں نے میثم کو گدگدایا۔

"الحمدللہ۔۔!! بالکل ٹھیک۔"

عمارہ نے ان کی طرف بغور دیکھکر ان کے موڈ کا اندازہ لگانا چاہا۔وہ مسلسل میثم پہ جھکے اس سے باتیں کر رہے تھے۔

"ابرار بھائی مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"

وہ انگلیاں چٹخاتے بولی۔

"ہاں کہو۔۔۔"

وہ سیدھے ہوئے اور عمارہ کیطرف دیکھا جو انہیں کچھ پریشان لگی۔

"ابرار بھائی آپ میری بات کا برا مت منایئے گا لیکن جو حقیقت ہے وہ بدلی نہیں جا سکتی۔"

عمارہ کو ان کی مشاہدہ کرتی نظریں کنفیوز کر رہی تھیں۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔۔۔کیا ابراہیم نے تم سے کچھ کہا ہے؟"

ابرار احمد کو اس کا انداز پریشان کر گیا۔وہ سمجھے شاید پھر سے وہی جائیداد میں ترکے کی بات نہ ہو۔

"نہیں۔۔۔انھوں نے کوئی بات نہیں کی بلکہ اس بات کا تعلق جاثرہ احمد سے ہے۔"

عمارہ نے میثم کو گود میں اٹھایا۔

"کھل کر کہو۔۔۔کیا کہنا چاہتی ہو۔کیا جاثرہ نے کچھ کہہ دیا ہے تمھیں؟"

ابرار احمد وہیں صوفے پہ بیٹھ گئے۔

"یہ آپ سے کہنا چاہتی ہے کہ میں کالا جادو کرتی ہوں۔"

جاثرہ احمد کی آواز پہ دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔وہ آنکھوں میں غصے کی لکیر لئے لاؤنج کے دروازے میں کھڑی تھی۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو۔"

ابرار احمد اٹھ کھڑے ہوئے اور چند قدم جاثرہ احمد کی طرف بڑھائے۔انہیں اسکی دماغی حالت پہ شُبہ ہوا۔

"بکواس میں نہیں۔۔بکواس تو یہ کر رہی ہے، آپ کے بھائی کی زوجہ محترمہ۔۔۔ مجھ پہ گھٹیا الزام لگا کر۔۔۔میری عبادت کو کالا جادو کا نام دے کر توہین کر رہی ہے۔"

جاثرہ احمد دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی عمارہ ابراہیم کے بالکل سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

ابرار بھائی۔۔۔یہ بات بالکل سچ ہے۔۔ بھابھی کالا جادو کرتی ہیں، مجھ پر، میرے بچے، میرے شوہر پر۔۔اس گھر پر اور شاید آپ پر بھی۔میں حیران ہوں کہ آپ کو کیسے پتہ نہیں چلا کہ یہ کسطرح کی خرافات پہ پڑ کر اللہ کو ناراض کیے بیٹھی ہیں۔"

بولتے بولتے عمارہ ابراہیم کی سانس پھولنے لگی تھی۔

"تمھیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے عمارہ۔"

ابرار احمد نے نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کو یقین نہیں آ رہا نا۔۔چلیئے میرے ساتھ، میں آپکو دکھاتی ہوں کہ اُس کمرے میں کیا کیا عملیات کرتی ہیں۔"

عمارہ نے خالدہ کو آواز دے کر میثم کو اسکے حوالے کیا اور پھر باہر کی طرف بڑھ گئی۔ابرار احمد اس کے پیچھے آئے جبکہ جاثرہ احمد وہیں کھڑی رہی۔لاؤنج سے نکلتے

ہوئے عمارہ نے جاثرہ احمد کی جانب پلٹ کر دیکھا تھا۔جاثرہ احمد کی نگاہوں کا تمسخر اسکی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گیا۔وہ ابرار احمد کو اس کمرے میں لے آئی جو جاثرہ احمد کے تصرف میں تھا۔ابرار احمد کافی عرصے بعد گھر کی اس جانب آئے تھے۔

"یہ دیکھیئے۔۔۔یہاں وہ یہ سب کرتی ہیں۔"

عمارہ جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ابرار احمد بھی اسکے پیچھے گئے تھے۔وہاں ہر چیز سے نفاست ٹپک رہی تھی اور یہ دیکھکر عمارہ کو قطعی حیرانی نہیں ہوئی تھی۔لگتا ہی نہیں تھا کہ وہاں کچھ دیر پہلے وہ سیاہ دائرہ، بال اور وہ خون میں لت پت ہڈیاں پڑی تھیں۔

"کیا ہے یہاں۔۔۔مجھے تو ایسا کچھ بھی نہیں نظر آ رہا۔"

ابرار احمد نے عمارہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"میرا یقین کریں ابرار بھائی۔۔۔بھابھی سفلی عمل کرتی ہیں۔یہاں کچھ دیر پہلے وہ کوئی عمل کر رہی تھیں۔میں سچ کہہ رہی ہوں۔آپ میرا یقین کریں۔انہوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ وہ مجھے تباہ کر دیں گی۔۔میرا سب کچھ چھین لیں گی۔"

یہ کہہ کو گھٹنوں کے بل بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی۔

"عمارہ۔۔۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔"

انہوں نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"ابرار بھائی میں سچ----"

اسکی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"اچھا مجھے یقین ہے تمھاری بات کا---میں منع کروں گا اسے۔"

ابرار احمد سے اسے اٹھایا اور اسے کمرے سے باہر لے آئے۔

"میں جائرہ سے کہہ دوں گا۔اب وہ یہاں نہیں آئے گی بلکہ میں تمھارے سامنے اس کمرے کو تالا لگا دیتا ہوں۔"

انہوں نے دروازہ بند کر کے اسے تالا لگا دیا۔

"آو----"

وہ اسے وہاں سے لے آئے۔

"تاجو---!! بی بی کو ان کے کمرے میں لے جاؤ۔"

ابرار احمد نے تاجو کو پکارا جو اپنے کوارٹر سے نکل گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ان کے پکارنے پر وہ ان کی طرف آ گئی۔

"ابرار بھائی--تاجو سب جانتی ہے۔آپ اس سے پوچھ لیں۔"

عمارہ نے تاجو کو دیکھکر کہا۔

"اس سے میں پوچھ لوں گا۔تم ابھی اپنے کمرے میں چل کر آرام کرو--شاباش--"

ابرار احمد نے اسے تاجو کے حوالے کیا۔وہ اندر آئے تو جاثرہ احمد بڑے آرام سے صوفے پہ براجمان تھی۔جسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔عمارہ نے اسکی طرف نہ دیکھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ابرار احمد کی نظریں جاثرہ احمد پہ ٹکی تھیں۔

"تاجو۔۔۔پچھلے کمرے کے تالے کی چابیاں کہاں ہیں؟"

ابرار احمد کے پوچھنے پہ عمارہ کے قدم تھمے تھے۔

"یہ میرے پاس ہیں۔"

تاجو نے پلو سے بندھی چابیاں کھولی۔

"یہ چابیاں عمارہ بی بی کو دے دو۔"

جاثرہ احمد اور تاجو کی نگاہیں ٹکرائی۔تاجو نے چابیاں عمارہ کیطرف بڑھائیں۔عمارہ نے تاجو سے چابیاں لے لیں اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔تاجو نے بھی وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

"یہ سب کیا بکواس ہے۔۔میں جانتا ہوں کہ عمارہ جھوٹ نہیں بول سکتی اس لئے مجھ سے تو تم کچھ بھی چھپانے کی کوشش مت کرنا۔کیا تم اسے ڈرا رہی ہو؟؟ اور اگر ایسا ہے بھی تو اس کے پیچھے وجہ؟"

وہ جاثرہ احمد کے سر پہ آ کھڑے ہوئے جبکہ وہ نہایت لاپرواہ دکھائی دے رہی تھی۔

"آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بچے میری عبادت میں مخل ہوتے ہیں۔یہ عورت پاگل ہوگئی ہے، دماغی توازن بگڑ گیا ہے اس لئے مجھ پر اتنا بودا الزام لگا رہی ہے اور آپ---آپ مجھ پہ شک کر رہے ہیں۔"

وہ باقاعدہ چیخ رہی تھی۔

"چلاؤ مت---بہرہ نہیں ہوں میں--بس بہت ہو گیا اب تم اس کمرے میں نہیں جاؤ گی۔"

اسکے بعد وہ وہاں رکے نہیں اور جائزہ احمد کا جی چاہا کہ ہر شے کو تہس نہس کر دے۔

"تمھیں تو میں چھوڑوں گی نہیں عمارہ---"

وہ دانت پیستی خود سے بولی تھی۔

"بی اماں---!! کہاں ہیں آپ؟ آج مجھے فجر کے لئے آواز بھی نہیں دی آپ نے۔"

حباب ذہرہ بی بی کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"بی اماں--!!"

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اس نے دوبارہ انہیں دوبارہ پکارا تھا۔سفید اور گلابی پھولدار چادر سر تک تانے وہ سو رہی تھیں۔اس نے وال کلاک پہ نظر

ڈالی۔گھڑی کی سوئیاں سات کا ہندسہ پار کر چکی تھیں۔عموما اس وقت وہ اسکے لئے ناشتہ بنا رہی ہوتی تھیں۔

"کیا ہوا آپ کو۔۔۔طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپکی؟"

حباب نے ان کے چہرے سے چادر ہٹا کر ان کی پیشانی کو چھوا جو بخار کی حدت سے تپ رہا تھا۔

"آپکو تو بہت تیز بخار ہے۔"

وہ پریشان ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں ہے۔۔ٹھیک ہوں میں۔"

ذہرہ بی بی بمشکل آنکھیں کھولتے اٹھنے کی کوشش کرنے لگیں۔

"آپ لیٹی رہیں۔۔میں آپ کے لئے دودھ گرم کر کے لاتی ہوں۔"

وہ ان سے کہتی جانے لگی۔

"حباب۔۔!! دودھ نہیں چائے پیوں گی اور یہ دوسری چادر بھی مجھ پہ ڈال دو سردی لگ رہی ہے۔"

ذہرہ بی بی کی آواز میں کپکپاہٹ واضح محسوس ہو رہی تھی۔حباب نے چادر کھول کر ان پہ ڈالی اور کچن میں آ گئی۔جلدی جلدی ان کے لئے انڈے بوائل کیے اور چائے بنا کر کمرے میں لے آئی۔انہیں ناشتہ کرایا اور پھر وہیں بیٹھ کر ان کا سر دبانے

لگی۔کلینک کھلے تو میں آپکو ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہوں۔ذہرہ بی بی کا بخار بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"بی اماں۔۔۔!!"

حباب کی آواز سے پریشانی چھلک رہی تھی۔ذہرہ بی بی پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی۔

"میں ڈاکٹر کو لے کر آتی ہوں۔"

وہ اپنی سیاہ چادر اچھے سے اوڑھتے ہوئے بولی۔

"ابھی کہاں کھلا ہو گا کلینک۔"

ذہرہ بی بی کی مہین سی آواز کمرے کی خاموش فضاء میں تحلیل ہو گئی۔

"میں ان کے گھر چلی جاؤں گی۔اسی گلی میں شاید آخری مکان ہے۔بس میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔گھر سے نکلتے ہوئے اس کے باہر سے کنڈی لگا کر تالا لگایا اور مٹھی میں چابیاں دبائے تیز تیز قدم اٹھاتی دوسری گلی میں پہنچی۔کلینک کے دروازے پہ تالا لگا ہوا تھا وہ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر ڈاکٹر محی الدین کے گھر طرف چلدی جو اسی گلی میں تھا۔اس گلی میں گھروں کے علاوہ اکا دکا دکانیں بھی تھیں جو کھلی ہوئی تھیں۔وہ چہرے کو چادر سے اچھی طرح چھپائے آگے بڑھ رہی

تھی۔سیاہ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے ڈور بیل نظر نہ آنے پر دروازے پہ دستک دی۔ایک بار، دو بار۔۔۔لیکن دروازہ کھلنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیئے۔اب وہ آس پڑوس کی پرواہ کیے بغیر دھڑ دھڑ دروازہ پیٹنے لگی۔

"آ رہا ہوں۔۔کیا دروازہ توڑو گے۔"

کچھ دیر بعد اندر سے آواز آئی۔حباب کے ہاتھ تھم گئے۔۔

"ڈاکٹر صاحب ہیں۔۔میری نانی کی طبیعت ٹھیک نہیں، ان سے کہیں میرے ساتھ چلیں۔انہیں بہت تیز۔۔۔۔"

دروازہ کھلتے ہی وہ بولی تھی لیکن سامنے کھڑے نوجوان کو دیکھ کر اسکی تیزی سے چلتی زبان کو بریک لگی۔چادر کا کونہ ہلکا سا سرک گیا تھا۔

"تمھارا دماغ تو ٹھیک ہے۔۔بلکہ مجھے لگتا ہے دماغ کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی خراب ہیں۔ڈاکٹر صاحب کا گھر یہ والا ہے۔فضول میں میری نیند خراب کر دی۔۔۔جاہل۔۔"

اس کی بات سن کر وہ جیسے اس پر برس ہی پڑا تھا۔

"معاف کیجیئے گا۔"

وہ شرمندہ ہو گئی۔سامنے کھڑے نوجوان کو اسکا چہرہ کچھ دیکھا دیکھا لگا۔

"ٹھیک ہے معاف کیا۔"

وہ دواز ے کی چوکھٹ میں کھڑا اسکا سر تا پیر جائزہ لینے لگا۔اس کے انداز پہ وہ بھی اسے ہی گھور رہی تھی۔اس وقت وہ پریشان تھی ورنہ اس جملے کا جواب وہ اسے اچھے سے دے دیتی۔

"چلو اب مجھے گھورنا بند کرو اور اس بیچارے دروازے پہ ٹوٹ پڑو۔"

وہ اسے پہچان گیا تھا، اس لئے طنز کرنا نہ بھولا۔حباب کے چہرے پر چھائی شرمندگی کی لکریں اور گہری ہو گیئں۔وہ ساتھ والے دروازے کی جانب بڑھی اور ڈور بیل بجائی۔کچھ لمحے گزرے ہونگے تب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

"جی فرمائیے۔۔!!"

ایک خوبصورت نوجوان لڑکی کو سامنے دیکھ کر دروازہ کھولنے والے کی باچھیں کھل گیئں۔نوجوان لڑکے کے لہجے کے چھچھورا انداز پہ وہ پلٹتے پلٹتے رک گیا اور باہر آ گیا۔

"اوہ ہیلو ابراہیم بھائی۔۔کیسے ہیں آپ؟"

وہ دوسرا نوجوان بھی اسکے یوں باہر آنے پہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"وہ ڈاکٹر صاحب کا کلینک بند تھا تو میں یہاں۔۔"

حباب جلدی سے بولی۔

"ان کی نانی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ڈاکٹر صاحب سے کہو ان کے ساتھ۔۔۔"

"آپ ان سے کہہ دیں۔۔اگر وہ میرے ساتھ چلیں گے تو مہربانی ہو گی۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا وہ تیزی سے بول پڑی۔

"لیکن بابا تو شہر سے باہر گئے ہیں۔آج شام تک آئیں گے۔"

وہ معذرتخواہانہ لہجے میں بولا اور واپس پلٹ گیا۔

"اوہ۔۔!!"

اسے رونا آنے لگا تھا۔

"یا اللہ میں کیا کروں۔۔کس سے مدد مانگوں، اگر ان کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی تو۔۔۔"

اس سے آگے سوچنا بھی اسکی جان نکال رہا تھا۔بھوری آنکھیں نمی سے بھر گئیں۔لبوں کی کپکپاہٹ ابراہیم سے مخفی نہ رہ سکی۔

"کیا میں آپکی کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے پوچھ لیا۔

"پلیز۔۔۔"

حباب بھی اسے پہچان گئی تھی۔وہ دروازے کو باہر سے کنڈی لگاتا اس کے ساتھ آ گیا۔

"ہیم۔۔۔تو میں نے صحیح پہچانا، یہ وہی ہے قینچی کہیں کی۔"

دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔

"آیئے۔۔۔"

وہ اسے سیدھے ذہرہ بی بی کے کمرے میں لے آئی۔

"اماں۔۔۔!!"

ابراہیم کو سمجھ نہیں آئی وہ انہیں کیا پکارے اس لئے اماں کہہ دیا۔وہ ان کے پلنگ کے قریب آیا۔ذہرہ بی بی کانپ رہی تھیں اور کچھ بڑبڑا رہی تھیں جو ان دونوں کو ہی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"آپ ان کے لئے کمبل لے آئیں۔"

اس نے پلٹ کر حباب کو دیکھا۔وہ فورا کمرے سے نکل گئی اور گہرے بھورے رنگ کا کمبل لا کر ذہرہ بی بی پہ ڈال دیا۔اس دوران وہ ذہرہ بی بی کا بخار چیک کر رہا تھا۔

"دودھ گرم کر کے لے آئیں۔"

اس نے حباب سے کہا۔حباب سر ہلاتی کچن میں آ گئی۔جلدی جلدی دودھ گرم کیا اور پھر دودھ کا گلاس لیا واپس کمرے میں آئے۔اس نے انھیں دودھ کے ساتھ میڈیسن کھلائی۔کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا جبکہ حباب ذہرہ بی بی کے سرہانے بیٹھی تھی۔

"آپ وقفے وقفے سے ان کا بخار چیک کرتی رہیئے گا۔میں اب چلتا ہوں۔"

وہ کھڑا ہوا اور اسے ہدایات دیتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔حباب اسکے پیچھے آئی تھی۔

"بہت شکریہ۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ بیرونی دروازہ پار کرتا وہ بولی تھی۔

"اسکی کوئی ضرورت نہیں۔یہ میرا نمبر ہے اگر ضرورت پڑے تو آپ مجھے کال کر سکتی ہیں۔"

اس نے ایک کارڈ اسکی جانب بڑھایا۔

"میرے پاس فون نہیں ہے۔"

حباب نے کارڈ لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا۔وہ کچھ لمحے اسکے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔

"آج قینچی خراب ہے۔"

اپنی سوچ پہ اسکے لبوں پہ مسکراہٹ در آئی تھی جسے چھپانے کے لئے وہ رخ پھیر گیا۔

"میں خود آجاوں گا۔آپ دروازہ ٹھیک سے بند کر لیں۔"

وہ کہتا دروازہ پار کر گیا۔اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کرتی ذہرہ بی بی کے کمرے میں آ گئی۔اگلے دو گھنٹوں میں دوا نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ان کا بخار کم ہونے لگا تھا اور غنودگی بھی نہیں رہی تھی۔انہوں نے آنکھیں کھولیں تو ان کی جان میں جان آئی تھی۔

گھر میں موجود خواتین کے رویوں کے باعث گھر کے حالات نہایت کشیدہ تھے۔پہلے بھی دونوں کے بیچ کو گہری دوستی یا بات چیت نہیں تھی مگر اب تو دونوں بات تو کیا ایک دوسرے کو دیکھنے تک کی روادار نہیں تھیں۔ابرار احمد نے بھی دونوں کو ان کے حال پہ چھوڑ دیا تھا۔ویسے بھی انھیں ان کی دوستی سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا نا دشمنی سے۔۔ان کے لئے اہمیت صرف اپنے کاروبار کی تھی جو دن بہ دن ڈاون ہوتا جا رہا تھا اور وہ اسی میں مصروف رہتے تھے۔انہوں نے صرف ایک ہی کام کیا تھا جو ان کے نزدیک ضروری تھا۔انہوں نے سب سے کہہ دیا کہ کمرے کا تالا کوئی نہیں کھولے گا انہوں نے لگایا ہے اور کوئی بھی اس کمرے میں نہیں جائے گا۔جاثرہ احمد نے ان کے اس فیصلے کے خلاف بولنا چاہا تھا مگر انہوں نے اسے روک دیا تھا۔اگرچہ چابیاں ابھی بھی عمارہ کے پاس تھیں مگر وہ غیر مطمئن تھی۔اس کے خیال میں جاثرہ احمد سب کچھ کر سکتی ہے۔یہ تالا کھولنا تو معمولی بات ہے۔اس کے چہرے کا سکون اور آنکھوں میں چمک عمارہ ابراہیم کو بہت کچھ سمجھا رہی تھی۔

وقت کا کام گزرنا ہے اور وہ گزر رہا تھا۔اس واقعے کو پس پشت ڈال کر وہ اپنے بچے کی جانب متوجہ ہو گئی۔ابراہیم احمد بھی ہر دو دن بعد اسے فون کرتا تھا۔عمارہ نے اسے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ابراہیم نے اسے اپنے جلد لوٹ آنے کی خوشخبری سنائی تھی۔اس انتظار میں وہ جاثرہ احمد اور اس کی سرگرمیوں کے بارے میں

تقریبا بھول ہی گئی تھی۔جاثرہ احمد بھی اپنے کمرے میں بند رہتی تھی۔عمارہ نے تاجو کو سمجھایا تھا کہ اگر جاثرہ احمد کو اللہ کا خوف نہیں ہے تو وہ کیوں اسکے نقش قدم پر چل رہی ہے۔وہ باتوں باتوں میں تاجو کو سمجھانے کی کوشش کرتی رہتی تھی جبکہ تاجو جوابا خاموش رہتی۔جاثرہ احمد سے نظر بچا کر وہ تاجو کی مالی مدد بھی کرنے لگی تھی یہی وجہ تھی کہ تاجو اب اسکی بات کو اہمیت دینے لگی تھی۔وہ میثم کا خیال رکھتی اور عمارہ کے آس پاس رہتی تھی۔عمارہ تاجو کو اس لئے بھی اہمیت دینے لگی تھی کہ کہیں اسکی غیر موجودگی میں جاثرہ احمد میثم کو نقصان نہ پہنچا دے۔اس نے تاجو کو یہاں تک کہا تھا کہ اگر کبھی وہ اپنے کمرے میں نہ ہو اور جاثرہ احمد اس کے کمرے میں جائے تو وہ اسے بتائے گی۔تاجو نے رضامندی تو ظاہر کر دی تھی مگر وہ اندر سے ڈری ہوئی تھی کیونکہ تاجو جاثرہ احمد کی پرانی اور خاص ملازمہ تھی اور جاثرہ احمد اس پہ بہت بھروسہ کرتی تھی۔اسے خوف تھا کہ اگر جاثرہ احمد کو اس بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو اسکی خیر نہیں ہو گی۔جاثرہ احمد اسکے ساتھ کچھ بھی کر سکتی تھیں۔یہی خوف اسکی زبان پہ تالا لگائے ہوئے تھا۔تاجو کو اس بات کا سکون تھا کہ عمارہ اس سے جاثرہ احمد کی کسی قسم پوشیدہ سرگرمیوں کے بارے میں کچھ پوچھتی نہیں تھی۔عمارہ ابراہیم یقینا مناسب وقت کے انتظار میں تھی۔

"تم اپنا رویہ بہتر نہیں کر سکتی؟"

وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اسکے ساتھ بیٹھ گئے

"کیا مطلب۔۔؟ میرے رویے کو کیا ہوا ہے؟

جاثرہ احمد میگزین کھولے بیٹھی تھی۔ابرار احمد کے اچانک پوچھنے پر اس نے شوہر کی طرف حیرانی سے دیکھا۔وہ ابھی ابھی آفس سے آئے تھے۔

"اتنی معصوم بھی نہیں ہو تم کہ میری بات کا مطلب نہ جان سکو۔میں کس بارے میں بات کر رہا ہوں تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

ان کی بات سن کر جاثرہ احمد کی تیوری چڑھ گئی۔ابرار احمد نے اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں بہت گہرائی سے جائزہ لیا۔وہ آج تک یہ بات سمجھ نہیں پائے تھے کہ آخر جاثرہ احمد کو عمارہ ابراہیم سے کیا پرخاش ہے۔نا ہی کبھی انہوں نے جاثرہ احمد سے اس بارے میں استفسار کیا تھا۔انہیں یہ معاملہ قدرے مشکل لگا۔وہ جاثرہ احمد سے بہت محبت کرتے تھے۔انہوں نے ہمیشہ اسے خود سے آگے رکھا تھا۔کبھی اس کی کسی بات سے انحراف نہیں کیا تھا۔یہی وجہ تھی کہ وہ خود غرض اور خود سر ہو گئی تھی۔

"اس عورت سے مجھے شدید نفرت ہے۔پہلے بھی وہ مجھے کچھ خاص پسند نہیں تھی مگر اب۔۔۔اب تو اس سے تعلقات استوار کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔مجھ پر گھٹیا

الزام تراشی کی اور آپ کو مجھ متنفر کرنے کی کوشش کی۔آپ بھول گئے ہیں شاید۔۔لیکن میں نہیں بھولی اور نا ہی بھولوں گی۔"

جاثرہ احمد کا لہجہ دو ٹوک تھا۔ابرار احمد گہری سانس خارج کر کے خاموش ہو رہے۔

"ٹھیک ہے۔۔اب منہ پھلا کر مت بیٹھو اور کچھ کھانے کو لاو، بہت بھوک لگی ہے۔میں آفس میں ٹھیک سے لنچ بھی نہیں کر پایا۔"

وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئے۔جاثرہ احمد بھی کچن میں آ گئی۔تاجو وہاں نہیں تھی۔خالدہ برتن دھو رہی تھی۔اس نے خالدہ کو کھانا گرم کرنے کو کہا۔

"یہ تاجو کہاں ہے؟"

وہ جاتے جاتے پلٹیں۔

"جی وہ چھوٹی بی بی کے کمرے میں ہے۔"

خالدہ نے نلکا بند کرتے ہوئے جواب دیا۔خالدہ نے اس کے چہرے پہ ناپسندیدگی واضح طور پر محسوس کی تھی۔وہ رخ پھیر کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

"کھانا گرم کر کے کمرے میں لے آنا اور تاجو کو بھی بھیجو میرے پاس۔"

جاثرہ احمد کی آواز میں دبا دبا غصہ تھا۔

"خیر نہیں ہے تاجو کی۔۔کہا بھی تھا میں نے کہ اپنی حرکتوں سے باز آئے مگر نہیں۔۔اب مزا آئے گا اسے۔"

خالدہ بڑبڑاتی کھانا گرم کرنے لگی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو؟"

جاثرہ احمد نے اسے بڑبڑاتے دیکھ لیا تھا۔

"کک۔۔کچھ نہیں جی۔۔بس بلا کر لاتی ہوں۔"

خالدہ گھبرا گئی۔جاثرہ احمد اسے ایک گھوری سے نوازتی کچن سے نکل گئی۔

وہ جلے پیر کی بلی کی مانند اپنے کمرے میں یہاں سے وہاں چکرا رہی تھی۔ جتنی جلدی ہو سکے وہ اس مسئلے کو حل کرنا چاہتی تھی۔تاجو نا صرف اس کی وفادار ملازمہ تھی بلکہ اسکی ہر بات، ہر سرگرمی سے واقفیت بھی رکھتی تھی اور یہی بات اسکے لئے پریشانی کا باعث تھی کہ کہیں تاجو اپنا منہ نہ کھول دے۔اگر تاجو کو عمارہ نے اپنی سائیڈ کر لیا تو تاجو اس کا کچا چھٹا عمارہ ابراہیم کے سامنے کھول کر رکھ دے گی۔جاثرہ احمد کے غصے کا گراف تب اور بھئ زیادہ بلند ہو گیا جب اس نے خالدہ کو کہہ کر تاجو کو اپنے کمرے میں بلایا مگر وہ نہیں آئی بلکہ اسی شام اپنی ماں کی بیماری کا کہہ کر گاوں چلی گئی تھی۔جاثرہ احمد غصے سے آگ بگولہ ہو گئی تھی جب اسے خالدہ نے بتایا کہ وہ گاوں چلی گئی ہے اور آج دو دن بعد اسکی واپسی ہوئی تھی۔

آج وہ ہر صورت اس معاملے کو نبٹانا چاہتی تھی اور تاجو کو اسکی اوقات یاد کرانا چاہتی تھی۔بظاہر تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی حالانکہ جسطرح تاجو اس سے ملے بغیر غائب ہوئی تھی تو وہ عمارہ کی طرف سے کسی ہنگامے کی منتظر تھی مگر راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا مگر پھر بھی وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ تاجو کو کسطرح ڈیل کرنا ہے۔اپنے اسی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ اپنے کمرے میں تاجو کا انتظار کر رہی تھی جو ابھی کچھ منٹوں پہلے ہی اپنے گاوں سے لوٹی تھی۔وہ اپنے غصے پہ قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسی دوران دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔اسکے اجازت دینے پر تاجو کمرے میں داخل ہوئی تھی۔جاثرہ احمد نے اپنے چہرے کو پرسکون رکھا۔

"السلام و علیکم بڑی بیگم صاحبہ۔۔!"

وہ صوفے پہ بیٹھی جاثرہ احمد کے قریب آئی تھی۔جاثرہ احمد کا چہرہ کسی بھی قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔!!"

جاثرہ احمد نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اسے سر کے اشارے سے قریب بلایا۔تاجو کو اندازہ تھا کہ جاثرہ احمد کس بارے میں بات کرنا چاہتی ہے۔اس لئے وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"یہ کیا چل رہا ہے آجکل؟"

اس نے تاجو کے تاثرات کو کڑی نظروں کے ترازو میں تولا۔

"کک۔۔۔کیا بیگم صاحبہ۔۔؟"

تاجو کی زبان لڑکھڑائی تھی۔

"جس کے دل میں چور ہو اسکی زبان اسی طرح لڑکھڑاتی ہے جیسے کہ تمہاری لڑکھڑا رہی ہے۔"

نا چاہتے ہوئے بھی اسکا لہجہ سخت ہوا۔

"نن۔۔نہیں تو۔۔بیگم صاحبہ۔"

تاجو نے جاثرہ احمد کے اندازے کی درستگی سے انکار کیا۔

"میں نے تمہاری کک، کک اور نن، نن سننے کے لئے تمھیں یہاں نہیں بلایا۔صرف یہ بتانے کے لئے بلایا ہے کہ تم یہ مت سمجھنا کہ میری آنکھیں بند ہیں۔میں دیکھ رہی ہوں کہ آجکل تمہاری کیا مصروفیات ہیں۔میں نے تمھیں دو دن پہلے بلایا تھا اور تم آج دو دن بعد مجھے اپنی شکل دکھا رہی ہو۔ویسے بھاگنے کے لئے اچھا بہانا ڈھونڈا تھا تم نے۔کس نے مشورہ دیا تھا اس بہانے کا۔۔۔؟؟ تمہاری چھوٹی بی بی نے؟"

جاثرہ احمد طنزیہ انداز میں ہنسی تھی۔

"یہ-- بہانا نہیں بنایا تھا بڑی بیگم صاحبہ-- سچ مچ میری اماں کی طبیعت خراب تھی-اس لئے مجھے جانا پڑا-آپ چاہیں تو گاوں فون کر کے پوچھ لیں یا چاہیں تو میرے مرد سے بھی پوچھ سکتی ہیں- بھلا میں آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گی-"

تاجو نے اسے یقین دلانا چاہا-

"اعتبار تو مجھے تم پر اب ایک ذرہ برابر بھی نہیں رہا-جو دھوکے بازی تم نے میرے ساتھ کی ہے وہ میں----"

"میری توبہ بڑی بیگم صاحبہ--میں نے آپکا نمک کھایا ہے-میں آپکے ساتھ دغا بازی کیسے کر سکتی ہوں-وہ تو عمارہ بی بی بچے کو سنبھالنے کے لئے بلا لیتی ہیں-میں اس لئے چلی جاتی ہوں کہ پھر وہ کہیں میری شکایت بڑے صاحب سے نہ کر دیں-"

تاجو ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے بول پڑی اور ساتھ ہی اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا-

"میں نے تو سنا ہے کہ وہ تمھیں پیسے بھی دیتی ہے-ایسا کون سا کام کرتی ہو اس کے لئے جسکے وہ تمھیں پیسے دیتی ہے جبکہ یہاں کام کرنے کی تمھیں اچھی خاصی تنخواہ ملتی ہے-"

جائزہ احمد کو ابھی بھی اس پہ یقین نہیں تھا-

"کیوں جھوٹ کہوں بیگم صاحبہ۔۔یہ سچ ہے۔۔چھوٹی بی بی کبھی کبھار کچھ پیسے دے دیتی ہیں لیکن آپ مجھ سے قسم اٹھوا لیں۔میں نے انہیں کچھ بھی نہیں بتایا اور نا ہی وہ مجھ سے کچھ پوچھتی ہیں۔"

تاجو نے جھوٹ نہیں بولا تھا مگر جاثرہ احمد کی پریشانی کی رگ ابھی بھی پھڑک رہی تھی۔وہ جانتی تھی کہ اگر تاجو پیسے لے کر اپنا منہ بند رکھ سکتی ہے تو وہ یہی پیسے عمارہ ابراہیم سے لے کر اسکے خلاف منہ کھول بھی سکتی ہے۔

"میں کیسے تمھاری بات کا یقین کر لوں۔پیسے دے کر تو اس نے تمھیں خرید لیا ہو گا۔"

جاثرہ احمد بہت شاطر دماغ عورت تھی۔اس نے کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی تھی۔

" نہیں نہیں بیگم صاحبہ۔۔۔اللہ کی قسم میں نے آپ کے خلاف ان سے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی کبھی انہوں نے مجھ سے آپ کے متعلق بات کی ہے وہ تو میں میثم بابا کا خیال رکھتی ہوں تو اس لیے کچھ اضافی پیسے دے دیتی ہیں۔"

تاجو کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ جاثرہ احمد کو کس طرح اپنی بات کا یقین دلائی۔

"جاؤ۔۔۔لیکن یاد رکھنا میں معاف نہیں کروں گی اور تم سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔میری راہ میں رکاوٹ بنو گی تو حال کرونگی کہ پانی پینا

چاہو گی تو نہیں پی سکو گی۔میرے ساتھ دغابازی کرنے کا انجام شاید میں تمہارے سامنے بیان نہ کر سکوں۔"

جاثرہ احمد اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"تمہاری اس سے دوستی مجھے ایک آنکھ نہیں پسند آئی۔وہ میری دشمن ہے اور میرے دشمن کا دوست میرا دشمن۔تم جانتی ہو نا کہ عمارا ابراہیم مجھے زہر لگتی ہے۔دور رہو اس سے ورنہ---"

جاثرہ احمد دو ٹوک انداز میں کہتی اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"میں نے بیگم صاحبہ---آپ کا نمک کھایا ہے میں آپ سے بالکل غداری نہیں کروں گی۔آپ بھروسہ کریں میرا۔"

تاجو اسے یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔

"یاد رکھنا تم مجھ سے کچھ بھی چھپا نہیں سکو گی۔جس دن مجھے پتا چلا کہ تم میرے خلاف زہر اگل رہی تو وہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

جاثرہ احمد نے اس کا بازو سختی سے بھینچ کر چھوڑ دیا۔تاجو اپنا بازو سہلاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

"اس پر یقین کرنا کسی صورت درست نہیں ہوگا۔کچھ کرنا پڑے گا اسکا۔"

تاجو کے جانے کے بعد جاثرہ احمد خود سے بولی تھی۔اس کا دماغ آگے کی کڑیاں بن رہا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

وہ تیز قدم اٹھاتا لاؤنج سے نکلنے کی کوشش میں تھا کہ جاثرہ احمد کی آواز اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔وہ رک گیا مگر پلٹ کر نہ دیکھا۔وہ ابرار احمد کی ہدایت پہ عمل کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتی تھیں۔جہاں وہ دکھائی دیتا، شروع ہو جاتی تھیں۔اسے زچ کرنا انہیں لطف دینے لگا تھا۔وہ اس پہ طنز کے ایسے تیر چلاتی تھیں کہ میثم ابراہیم کا چہرہ غصہ ضبط کرنے کی صورت میں سرخ پڑ جاتا تھا۔

"میں باہر جا رہا ہوں، کچھ دیر میں واپس آ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں۔

"ہاں تو جاؤ لیکن وقت پر آ جانا۔لوفروں کے ساتھ بیٹھ کر مزید لوفر مت ہوجانا۔"

ان کی تیز آواز نے ایک بار پھر اسکے اٹھتے قدموں کو جکڑا۔

"آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اپنی آواز کو ایک حد تک آہستہ رکھ کر بولا، ورنہ اسکا تو جی چاہا کہ ان کی بات کو ان سنی کر دے۔

"یہاں کسی سے بھی زیادہ دوستیاں گانٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

جاثرہ احمد نے صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے کہا۔انکی طنزیہ نظریں ابھی بھی میثم کو اپنے وجود پر چبھ رہی تھیں۔

"شاید آپ نے میری بات سنی نہیں۔میں نے کہا کہ آپ کو میری فکر کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔میرا جب دل چاہے گا تب آ جاؤں گا اور ویسے بھی آپ کو اور بہت سے کام ہوں گے۔"

میثم نے بھی طنزیہ انداز اپنایا۔

"اپنی زبان کو لگام دو لڑکے۔چھٹانک بھر لڑکے ہو اور گز بھر کی زبان ہے تمھاری۔بڑے چھوٹے کا لحاظ بھلا بیٹھے ہو۔ہمارا کھا کر ہم پر تھوکنے کی کوشش بہت مہنگی پڑے گی تمھیں۔"

جاثرہ احمد اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔میثم نے مزید کوئی جواب نہیں دیا اور وہاں سے چلا گیا۔جاثرہ احمد اس کے اس انداز پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئیں۔انہوں نے تہیہ کیا کہ وہ میثم ابراہیم کی اکڑ کو اپنے قدموں میں لا کر رہیں گی بالکل اسی طرح جس طرح اس کے باپ کو اس کی اوقات دکھائی تھی۔ان کا دل سیاہ ہو چکا تھا اور پچھلی جیت کا نشہ سر چڑھ کر بول رہا تھا مگر ضروری نہیں کہ جیت ہر بار انھی کا مقدر ٹھہرے۔بلندی سے گرنا ایک تکلیف دے عمل ہوتا ہے۔زمین پر گرا تو پھر اٹھ کر سنبھل جاتا ہے مگر غرور و تکبر کی پستیوں میں گرا پاتال کی گہرائیوں سے زندگی بھر

نہیں نکل پاتا اور نہ ہی بچ پاتا ہے۔موت کے اندھیرے ہر ایک ذی روح کا نصیب ہیں۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔عمارا کو ابراہیم کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔اگلے مہینے اس کی آمد متوقع تھی۔جاثرہ احمد سے تو اس کی بات چیت بالکل بند تھی لیکن اس نے ابراہیم کی آمد کے بارے میں ابرار احمد کو بھی نہیں بتایا تھا حالانکہ وہ ہر تیسرے دن ابراہیم احمد کے بارے میں پوچھتے تھے کہ وہ کب واپس آ رہا ہے۔آج بھی وہ صبح آفس جاتے وقت میثم سے ملنے آئے تھے۔

"السلام و علیکم ابرار بھائی۔۔!!"

وہ میثم کے ساتھ مصروف تھی جب ابرار احمد کمرے میں داخل ہوئے۔وہ میثم پہ کمبل درست کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وعلیکم السلام۔۔۔!! کیا حال چال ہیں اور ہمارا بیٹا کیسا ہے؟"

انہوں نے قریب آ کر میثم کے پھولے ہوئے سرخ گال کو نرمی سے چھوتے ہوئے پوچھا۔

"الحمداللہ۔۔!! ہم بالکل ٹھیک ہیں۔"

عمارہ بیٹے کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"اچھی بات ہے۔"

ابرار احمد جو میثم کے چہرے پہ جھکے ہوئے تھے، سیدھے ہوتے ہوئے بولے۔

"آپ اس وقت؟"

عمارہ نے ان کے آنے کا مقصد جاننا چاہا۔

"میں بس آفس کے لئے نکل ہی رہا تھا تو سوچا کہ اپنے بیٹے سے ملتا چلوں۔چلتا ہوں اللہ حافظ۔۔!!"

انہوں نے ایک بار پھر میثم کو پیار کیا اور دروازے کی جانب بڑھ گئے۔عمارہ نے انہیں خدا حافظ کہا اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"یہ ابراہیم کیا بہت مصروف ہے۔میری کال ہی نہیں ریسیو کرتا۔ایک بار میسج بھی چھوڑا تھا اس کے لئے لیکن کوئی جواب نہیں دیا اس نے۔۔کیا ناراض ہے مجھ سے؟"

انہوں نے دروازے کی ناب پہ ہاتھ رکھے رکھے پلٹ کر عمارہ سے پوچھا۔

"ارے نہیں ابرار بھائی وہ آپ سے ناراض کیوں ہونگے۔مجھے بتایا تھا انہوں نے کہ مصروفیات کچھ بڑھ گئی ہیں۔اب تو مجھے بھی کم ہی کال کرتے ہیں۔"

عمارہ نے جواب دیا۔

"اچھا اس بار وہ کال کرے تو اسے کہو کہ مجھے کال کرے، بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ کچھ سوچ کر بولے۔

"جی اچھا۔۔کہہ دوں گی۔"

عمارہ نے کہا۔

"ٹھیک میں چلتا ہوں۔اس سے کہنا کہ مجھے اس کی کال کا انتظار رہے گا۔"

"جی کہہ دوں گی۔"

عمارہ نے کہا تو وہ سر ہلاتے کمرے سے نکل گئے۔اسے وہ کچھ پریشان سے لگے تھے۔اس نے سوچ لیا کہ اس بار جب ابراہیم سے بات ہوئی تو وہ اسے کہے گی کہ وہ ان سے بات کر لے اور اسے بتائے گی کہ وہ کسی بات کو لے کر پریشان ہیں اور اگر اس نے کال نہیں کی تو وہ خود کال کر کے بتا دے گی۔میثم ایک بار پھر سو چکا تھا۔وہ اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔پھر کچھ ضروری کاموں سے فارغ ہو کر اس نے ابراہیم کو کال کی لیکن اس نے ریسیو نہیں کی لیکن میسج بھیج دیا کہ وہ اسے رات میں کال کرے گا۔اس وقت وہ مصروف ہے۔وہ مطمئن ہو گئی اور میثم پہ ایک نظر ڈال کر تاجو کو آواز دے کر بلایا۔

"جی چھوٹی بی بی آپ نے بلایا۔"

تھوڑی دیر بعد تاجو کمرے میں داخل ہوئی۔

"ہاں۔۔میں ذرا فریش ہونا چاہ رہی تھی تم ذرا میثم کے پاس بیٹھ جاو۔ویسے تو یہ سو رہا ہے۔"

عمارہ نے پلٹ کر میثم کو دیکھا۔

"جی اچھا۔"

تاجو دروازہ بند کرتی میثم کے پاس آ گئی۔عمارہ نے الماری سے اپنے کپڑے لئے اور واش میں گھس گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو تاجو کسی گہری سوچ میں گم تھی اور میثم اسکے پاس ہی بیٹھا کھلونو سے کھیل رہا تھا۔اس کا دھیان کہیں اور تھا اور چہرے پر پریشانی تھی۔اس نے ٹاول میں لپٹے بال کھولتے ہوئے تاجو سے پوچھا۔

"کچھ نہیں چھوٹی بی بی۔۔۔آپ فارغ ہوگئ ہیں تو میں جاؤں۔ مجھے بہت سے کام ہیں۔

اس نے عمارہ کی جانب چونک کر دیکھا اور کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

"ہاں چلی جانا۔میں ذرا بال سلجھا لوں تب تک تم میثم کے ساتھ رہو۔ابھی یہ ٹھیک سے بیٹھ نہیں سکتا، کہیں گر نہ جائے۔"

عمارہ نے ذہن میں گردش کرتا سوال کسی اور وقت پر ڈال دیا۔

"تم کچھ پریشان لگ رہی ہو، کیا بات ہے؟"

اسکا دھیان اب بھی کہیں اور تھا۔اس لئے عمارہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔

"کچھ نہیں چھوٹی بی بی۔۔بس تھوڑی طبعیت خراب ہے۔"

تاجو کا جواب سن کر عمارہ سر ہلاتی اپنے کام میں مصروف ہو گئی لیکن اس کا دھیان مکمل طور پر تاجو کی جانب تھا جو اب میثم کے ساتھ کھیل رہی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ ضرور جو بھی بات ہے وہ جاثرہ احمد سے تعلق رکھتی ہے تبھی تو وہ یہاں سے بھاگنے کے لئے پر تول رہی ہے ورنہ اب تو وہ کافی وقت میثم کے ساتھ گزارنے لگی تھی۔

"ٹھیک ہے تم جاو، میں دیکھ لوں گی میثم کو۔"

عمارہ بالوں کو کیچر میں جکڑتی تاجو سے بولی تو وہ اجازت ملتے ہی نہایت پھرتی سے کمرے سے نکلی تھی۔

ابراہیم احمد واپس آچکا تھا۔گھر کی خاموش فضا میں ایک بار پھر زندگی سی بھر گئی تھی۔ابرار احمد بھائی کی غیر متوقع آمد پر بہت خوش تھے مگر دل ہی دل میں وہ ابراہیم سے نالاں تھے۔ انھیں اس سے کچھ شکایات تھیں لیکن انہوں نے اس پر کچھ بھی ظاہر ہونے نہیں دیا تھا اور اس سے بغلگیر ہوتے ہوئے انہوں نے وہی گرمجوشی

دکھائی تھی۔بچے بھی اپنے چاچو کی اچانک آمد پر بہت خوش تھے۔وہ ان کے لئے گفٹس بھی لے کر آیا تھا۔جاثرہ احمد کی مثال تو کالے بادلوں جیسی تھی اوپر سے پرسکون اور اندر کہیں طوفان سمیٹے۔اس نے چہرے پر جھوٹی مسکراہٹ سجائے ابراہیم احمد کا استقبال کیا تھا۔گھر کی رونق لوٹ آئی تھی۔ابراہیم سبھی کے لئے کچھ نہ کچھ لے کر آیا تھا۔

"یار تم نے بتایا کیوں نہیں۔"

وہ سبھی لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے جب ابرار احمد نے ابراہیم نے طرف شکایتی نظروں سے دیکھا۔

"بس میں آپ لوگوں کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"بس سرپرائز تو سرپرائز ہے۔۔کیوں بھتیجے؟"

اس نے ساتھ بیٹھے اسفر کے بال بکھیرے۔

"آپ کا سرپرائز بیسٹ تھا چاچو۔"

دونوں بچے اس سے چمٹ گئے۔ہلکے پھلکے ماحول میں ناشتہ کیا گیا۔پھر ابرار احمد معذرت کرتے ہوئے آفس چلے گئے۔ان کے جاتے ہی جاثرہ احمد بھی دونوں بچوں

کو لئے اپنے کمرے میں گم ہو گئی۔ابراہیم بھی میثم ہو گود میں اٹھائے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ عمارہ خالدہ کے ساتھ مل برتن سمیٹنے لگی۔

"آپ نے بتایا کیوں نہیں۔"

عمارہ نے الماری میں کپڑوں کو ترتیب دیتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"اگر تمھیں بتا دیتا تو میں ان قوس قزاح کے رنگوں کو کیسے دیکھ پاتا جو تمھارے مجھے اپنے سامنے دیکھکر تمھارے چہرے پر بکھرے تھے۔"

ابراہیم آہستہ آہستہ چلتا اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور پھر اسکا رخ اپنی جانب پھیر کر اسکی گہری سیاہ لو دیتی آنکھوں میں جھانکا۔ عمارہ کے چہرے پر شرمیلی سی مسکان سج گئی۔

"اپنے بیٹے کو سنبھالیں۔"

عمارہ نے اس کی شرارت بھری نظروں سے خود کو بچاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے جناب، لیکن جب میثم سو جائے تو پھر تو ہم باتیں کر سکتے ہیں نا۔"

وہ اس کی جانب قدرے جھکتا ہوا بولا۔ عمارہ نے اسکی آنکھوں میں شرارت کو رقصاں دیکھا۔

"کیا باتیں--؟"

عمارہ نے معصومیت سے پوچھا۔

"ستاروں بھری باتیں، پیار بھری باتیں۔"

ابراہیم نے محبت سے اس کی ٹھوڑی کو چھوا۔لہجے میں محبت کا ٹھاٹیں مارتا سمندر اور آنکھوں میں محبت کا ایک جہان لیے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

عمارہ ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں دکھتی محبت کی چمک کی تاب نہ لا سکی اور اس لیے رخ پھیر گئی۔

"شرم نہیں آتی ایک بیٹے کے باپ ہوگئے ہیں اور ایسی باتیں کر رہے ہیں۔"

اس نے الماری کے پٹ بند کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی سے کیوں ابھی تو صرف ایک بیٹے کا باپ ہوں۔"

وہ شرارت سے گویا ہوا۔

"ابراہیم میثم کو سنبھالیں اسے چوٹ لگ جائے گی۔آپ کی طرح اس کے پیروں میں بھی چکر ہے۔"

عمارہ نے اس کی محبت بھری گرفت سے اپنا آپ چھڑایا۔

"ٹھیک ہے بھئی۔۔جا رہا ہوں۔یہاں تو لفٹ ہی نہیں ہے۔میں نے تو سوچا تھا کہ آپکی کی ماما تو صرف ہمارے ہی گر چکراتی رہیں گی لیکن یہاں تو معاملات ہیں کچھ اور ہیں۔"

ابراہیم بیٹے کو گود میں اٹھاتے ہوئے اس سے کہا۔ میثم بھی اپنی زبان میں یوں بولا جیسے اسے باپ کی بات سے اتفاق ہو۔ عمارہ الماری میں سر دیئے ہنس دی جبکہ ابراہیم اب میثم سے اسکی ماں کی شکایتیں لگا رہا تھا۔

"اٹھیں بی اماں۔۔! میں نے آپ کے لئے سوپ بنایا ہے۔"

حباب گرم گرم بھاپ اڑاتا سوپ کا پیالہ ٹرے میں لئے کمرے میں داخل ہوئی۔ ذہرہ بی بی تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ ان کے چہرے پر کھنڈی زردی دیکھ کر حباب کو لگا جیسے اسکے دل کو کسی نے مٹھی میں دبا کر چھوڑ دیا ہو۔ وہ باول ہاتھ میں لیے ان کے پاس ہی بیٹھ گئی اور اپنے ہاتھوں سے انہیں سوپ پلانے لگی۔

"بس۔۔۔"

دو تین چمچ پینے کے بعد ذہرہ بی بی نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید پلانے سے روک دیا۔

"کوئی بس نہیں۔۔ یہ سارا پینا پڑے گا۔ کتنی کمزور لگ رہی ہیں۔ شکر ہے آپکا بخار اترا ہے۔ جب آپ سو رہی تھیں میں ڈاکٹر صاحب کے کلینک بھی گئی تھی، اس امید پر کہ شاید آ گئے ہوں مگر کلینک پہ تالا تھا۔ ساتھ والی دکان والے نے بتایا کہ جمعرات کو آئیں گے۔ ابھی بھی دو دن ہیں ان کے آنے میں۔۔ میری اچھی بی اماں۔۔!! پلیز پی لیں تاکہ تھوڑی سی طاقت آئے تو میں آپ کو ہسپتال لے جاؤں۔"

اس نے باول چھوٹی سی ٹیبل پہ رکھا جو ان کے پلنگ کے قریب ہی پڑی تھی۔

"جی نہیں چاہ رہا اور تم پریشان نہ ہو میں ٹھیک ہوں۔ابھی ذرا کمزوری ہے۔اچھا، اچھا تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیتی رہوں گی۔"

ذہرہ بی بی نے حباب کے چہرے کی ناراضگی بھرے تاثرات دیکھ کر ہار مانتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کچن میں ہوں، واپس آوں تو آپ نے یہ ختم کیا ہو۔"

حباب انہیں تلقین کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔اسکے انداز پہ ذہرہ بی بی کے سوکھے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ چھا گئی۔بیماری تو تندرستی کی ساتھی ہے لیکن اس بیماری نے انہیں پریشان کردیا تھا۔وہ حباب کا واحد سہارا تھیں۔اگر انہیں کچھ ہو جائے تو حباب کا کیا ہو گا۔وہ اس بارے سوچ کر ہی کانپ کر رہ جاتی تھیں۔ہمیشہ انہوں نے اللہ سے یہی دعا کی تھی کہ وہ انہیں اتنی زندگی عطا کر دے کہ وہ اپنی حباب کو کسی محفوظ ہاتھوں میں دیکھ کر خود سکون سے مر سکیں۔دو دن کے مسلسل بخار نے انہیں جیسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔اسکی فکر ان کے دل کا درد بڑھا رہی تھی۔

"خورشیدہ آئے تو اس سے کہوں گی کہ کوئی اچھا سا رشتہ بتائے میری حباب کے لئے، تاکہ میں جلد سے جلد اس کے فرض سے سبکدوش ہو سکوں۔"

وہ سوچ بھی رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ سوپ بھی پیتی جا رہی تھیں۔اچانک ان کے دل میں ایک خیال بجلی کی طرح کودا۔یہ خواہش تو ان کے دل میں ابراہیم سے مل کر بھی ابھری تھی۔

"لیکن میں کیسے کہوں گی اس سے، صاف انکار نہ کر دے۔ایک دفعہ بات کرنے میں کیا حرج ہے۔کیاپتہ وہ ہاں کر دے۔"

ایک امید کی کرن ان کے دل میں پھوٹ پڑی اور یہ خیال ان کے دل کو تقویت دے رہا تھا۔

اس نے صحن صاف کرنے کے بعد سنک میں ہاتھ منہ دھویا اور تولیے سے ہاتھ منہ پونچھتے ہوئے ایک طائرانہ نظر پورے صحن پہ ڈالی۔بی اماں کی بیماری کی وجہ سے وہ ٹھیک صفائی نہیں کرپائی تھی تو آج تفصیلی صفائی میں جت گئی تھی۔ویسے تو صحن صاف ہی رہتا تھا مگر اگر صحن میں لگے شہتوت کے درخت پر خزاں اپنا بسیرا کر چکی تھی اس لئے پورے صحن میں شہتوت کے خزاں رسیدہ پتے بکھرے رہتے تھے۔اس موسم میں اس کی اور شہتوت کے درخت کی آپس میں ٹھنی رہتی تھی۔یہاں وہ جھاڑو لگاتی وہاں شہتوت اپنے پتے بکھیر دیتا۔اب تو تقریبا سارے پتے جھڑ چکا تھا۔ایک دو پتے ابھی بھی صحن میں گرے ہوئے تھے۔اس نے لاپرواہی سے ان پہ یوں نظر ڈالی

جیسے کہہ رہی ہو کہ گرتے رہو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔سورج کی نارنجی کرنیں اب مدھم ہونے لگی تھیں۔وہ اندر کمرے میں آگئی۔صفائی کرنے سے پہلے اس نے بی اماں کو اپنے ہاتھوں سے زبردستی کھانا کھلا کر دوا کھلائی تھی۔وہ کمرے میں آئی تو بی اماں سو رہی تھی۔اس نے انہیں جگانا مناسب نہیں سمجھا اور بناء آواز کرسی اٹھا کر ان کے پلنگ کے قریب رکھ کر بیٹھ گئی۔دو تین راتوں سے وہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھی اس لئے کچھ ہی دیر میں نیند اس پہ حاوی ہو گئی۔تقریباً گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہ گھبرا کر سیدھی ہوئی۔بے وقت نیند وہ لیتی نہیں تھی اس لئے گھبرا گئی۔بی اماں پہ نظر پڑی تو وہ گہری نیند سوئی ہوئی تھیں۔اس نے انہیں پکارا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔اس نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہیں اٹھانا چاہا لیکن ان کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔اس کا ماتھا ٹھنکا، اس نے ہاتھ ان کے ماتھے پر رکھ دیا، جو بخار سے تپ رہا تھا۔

"بی اماں۔۔۔!!"

حباب نے انہیں پھر پکارا۔

مگر انکے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔کمرے میں اندھیرا اس نے اٹھ کر لائٹ آن کی اور پھر واپس انکے پاس آئی۔ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔انہیں اس حال میں دیکھکر اسکی پریشانی میں اضافہ ہوا۔

"یا اللہ میں کیا کروں۔"

وہ انہیں کمبل اچھے سے اوڑھا کر باہر آ گئی۔باہر صحن میں بھی تاریکی نے اپنا راج قائم کر رکھا تھا۔اس نے صحن میں لگے واحد بلب کو روشن کیا۔بلب کی مدھم سی روشنی نے صحن میں رکھی ہر چیز کو واضح کر دیا۔

"یا اللہ تو ہی تاریکیوں کو اجالے بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔میری مدد فرما۔"

اس نے تاروں بھرے آسمان کی جانب دیکھا۔اچانک اسے مکان مالک کا خیال آیا۔اس نے ایک پل کے لئے سوچا اور پھر بھاگ کر کمرے سے اپنی چادر اٹھا لائی۔چادر اچھے سے اوڑھ کر دروازے کی سمت بڑھی۔ابھی اس نے کنڈی کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔دستک اتنی آہستہ دی گئی تھی کہ اسے اپنا وہم لگا۔اس نے کنڈی کھولے بغیر ر ہاتھ واپس کھینچ لیا۔دستک اب مسلسل دی جارہی تھی۔ایک پل کو تو وہ ڈر گئی لیکن پھر اس نے اللہ کا نام لے کر پوچھا۔

"کک۔۔۔کون ہے؟"

خوف نے اس کی آواز پر فوری قبضہ کیا۔

"میں ہوں ابراہیم۔۔۔میں بی اماں کو دیکھنے آیا تھا۔اگر وہ ٹھیک ہیں تو میں واپس لوٹ جاتا ہوں۔

اس کے پوچھنے پر ابراہیم نے آس پڑوس کے ادھر متوجہ ہونے کے باعث دھیمی آواز میں جواب دیا۔

اس کی آواز سن کر حباب نے فورا دروازہ کھول دیا۔

"شکر ہے آپ آگئے۔۔بی اماں کی پھر سے اس دن والی کیفیت ہے۔"

حباب نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور تیزی سے دروازہ بند کر دیا۔

یہ سن کر وہ سیدھا بی اماں کے کمرے کی جانب گیا یوں جیسے روز کا آنا جانا ہو۔حباب بھی اسکے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ابراہیم نے ذہرہ بی بی کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا اور ساتھ ہی ساتھ پکارا بھی مگر وہ بے سدھ لیٹی رہیں۔اس کے دماغ نے خطرے کی گھنٹیاں بجانے شروع کردی دی۔وہ فورا حباب کی طرف پلٹا۔

"آپ انہیں اچھے سے چادر اوڑھا دیں۔میں گاڑی لے کر آتا ہوں۔"

وہ اس سے کہتے ہوئے تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔حباب نے اسکے کہے پر عمل کیا اور اسکے آنے کا انتظار کرنے لگی۔کچھ دیر بعد وہ واپس آیا اور زہرہ بی بی کے بے سدھ وجود کو بازوؤں میں اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور حباپ کو بھی ان کے ساتھ

بیٹھنے کا اشارہ کیا۔حباب کے بیٹھتے ہی وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ آگیا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔اگلے ہی لمحے گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔حباب کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہہ رہے تھے اور دل اللہ کے حضور دعاگو تھا۔بی اماں اس کا واحد سہارا تھیں۔اگر انھیں کچھ ہوگیا تو وہ کیا کرے گی۔۔۔اس بارے میں سوچنا بھی اس کے لیے محال تھا۔

"بی اماں آنکھیں کھولیں نا۔۔"

وہ ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے انہیں پکار رہی تھی۔اگلے بیس منٹ میں وہ سب سے قریبی ہاسپٹل پہنچ چکے تھے۔ابراہیم نے ذہرہ بی بی کو بازووں میں اٹھایا اور اندر کی جانب بڑھا۔یہ ایک پرائیویٹ ہسپتال تھا۔بی اماں کو بغیر کسی تاخیر کے ٹریٹمنٹ دیا جا رہا تھا۔حباب نے مٹھی میں دبائے تین نیلے نوٹوں کو دیکھا۔حباب کوریڈور میں رکھے بینچ پر بیٹھی ذہرہ بی بی کی صحت کے لئے دعائیں کر رہی تھی جبکہ وہ وہیں اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔حباب کی آنکھوں سے مسلسل سیل رواں جاری تھا۔کچھ دیر بعد حباب نے ڈاکٹر کو روم سے باہر آتے دیکھا تو وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔

"ڈاکٹر صاحب کیسی ہیں میری بی اماں۔۔کیا میں انہیں دیکھ سکتی ہوں؟"

وہ دبدباتی آنکھوں سے ڈاکٹر سے پوچھ رہی تھی۔وہ بھی اس سے کچھ فاصلے پر آکھڑا ہوا تھا اور منتظر نظروں سے ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"اچھا ہوا کہ آپ لوگ انہیں وقت پہ لے آئے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔"

ڈاکٹر صاحب نے باری باری دونوں کی جانب دیکھا۔

"اب ان کی حالت اسٹیبل ہے۔"

ڈاکٹر صاحب کے الفاظ حباب کو پرسکون کر گئے۔

"میں انھیں دیکھ لوں۔"

حباب نے اجازت طلب کی۔

"ابھی وہ دواوں کے زیر اثر ہیں۔۔۔آپ دیکھ لیں۔"

ڈاکٹر سے اجازت ملتے ہی وہ آنسو پونچھتی آگے بڑھ گئی اور وہ ڈاکٹر صاحب سے ذہرہ بی بی کے بارے میں پوچھنے لگا۔ڈاکٹر صاحب نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا اور اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔ڈاکٹر کے جانے کے بعد ابراہیم نے روم کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔وہ زہرا بی بی کا جھریوں زدہ ہاتھ ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی۔اسکی نظریں ان کے چہرے پر جمی تھیں۔وہ دروازہ بند کرکے وہ واپس پلٹ آیا اور گہری سانس خارج کرتا اس سنگی بینچ پہ بیٹھ گیا جہاں کچھ لمحے پہلے وہ بیٹھی

تھی۔اب تک کی ساری ملاقاتوں میں وہ اس لڑکی کے مزاج کی کئی رنگوں سے واقف ہو چکا تھا۔

"شکر ہے آپ آ گئے۔"

حباب کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔اس کے لب سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔اسے یاد آرہی تھی وہ آخری سانسیں، وہ جان بہ لب لمحے۔۔۔جن سے وہ کبھی گزرا تھا۔دونوں لمحات میں صرف ایک فرق تھا اور وہ یہ کہ وہ اکیلا تھا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔"

ابراہیم احمد نے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"میرے بھائی تمہیں کیا ضرورت ہے اجازت کی۔"

ابرار احمد نے دروازے کی طرف دیکھا۔ابراہیم کو دیکھکر انہیں بہت خوش ہوئی تھی۔وہ چاہتے تھے کہ ابراہیم کمپنی میں انویسٹ کر کے انکا پارٹنر بن جائے۔درحقیقت اس وقت انہیں ابراہیم کی بہت ضرورت تھی کیونکہ یہ کمپنی جو ان کے والد نے اپنی دن رات کی محنت سے کھڑی کی تھی اب تیزی سے اپنی ساکھ کھو رہی تھی۔اگر ابراہیم ان کے بزنس اپنا پیسہ لگاتا ہے تو وہ کمپنی کی گرتی ہوئی ساکھ کو بچا سکتے ہیں۔وہ جلد سے جلد ایسا چاہتے تھے کیونکہ انکے پاس وقت بالکل بھی نہیں تھا، لیکن انہیں سمجھ

نہیں آرہی تھی کہ کس طرح ابراہیم سے بات کریں یا پھر اسے منائیں کہ اگر جلد سے جلد انہوں نے کچھ نہ کیا تو اس کمپنی کا دیوالیہ نکل جائے گا۔

"کیا سوچ رہے ہیں بھائی۔۔؟"

ابراہیم نے اندر آتے ہوئے ان کے چہرے پہ سوچ کی گہری پرچھائیاں دیکھ لی تھیں۔اس نے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں تم بتاؤ کیا لو گے؟"

ابرار احمد نے سر جھٹک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔۔۔بس گھر میں بور ہو رہا تھا تو یہاں آ گیا۔"

ابراہیم نے ان کے کیبن پہ ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا کیا۔۔۔میں بھی چاہ رہا تھا کہ تمھیں ساتھ لے چلوں مگر پھر سوچا کہ ابھی تو آئے ہو کچھ دن ریسٹ کر لو پھر تو یہی کام ہے اور زندگی۔"

ابرار احمد نے اپنے سامنے کھلی فائل بند کر دی۔

" صحیح کہہ رہے ہیں آپ اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں ہمیشہ کے لئے پاکستان آگیا ہوں۔"

ابراہیم احمد نے بغور ابرار احمد کے تاثرات نوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ۔۔۔یہ تو بہت بڑی خوشخبری سنائی تم نے۔"

وہ فرط جذبات میں اٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی سے ابراہیم کی جانب آئے اور اسے گلے سے لگا لیا۔

"میں تو کب سے یہی چاہ رہا تھا۔پردیس چاہے کتنا بھی اچھا کیوں نہ ہو اپنے دیس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اب میرا بھائی میری نظروں کے سامنے رہے گا۔تمھیں یاد ہے بابا نے یہ کمپنی ہمارے حوالے کی تھی کہ ہم دونوں مل کر اسکی جڑوں کو مزید مضبوط بنائیں۔ہم دونوں مل کر ان کی اس خواہش کو پورا کریں گے۔"

ابرار احمد کی گویا دلی مراد پوری ہوئی تھی۔وہ خوش مطمئن ہوگیا۔

"لیکن بھائی مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ کمپنی خسارے میں جا رہی ہے۔"

ابراہیم نے ان کے سر پر گویا بم پھوڑ دیا۔"

"ک۔۔کیا۔۔۔؟ کونسی کمپنی، تم۔کس کمپنی کی بات کر رہے ہو؟" ابرار احمد سے ابراہیم احمد سے الگ ہوئے۔ابرار احمد کے چہرے کے بھک سے اڑ جانے والے رنگ ابراہیم احمد سے چھپے نہ رہ سکے تھے۔"آپ مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں بھائی۔۔۔آپ کی ناکامی کی کہانی تو یہاں ہر ایک کی زبان پر ہے۔"

ابراہیم نے کڑے لہجے میں کہا۔

"یار تم سے کس نے کہا؟"

ابرار احمد بھی سنجیدہ دکھائی دینے لگے۔۔کچھ دیر پہلے والی خوشی اب ان کے چہرے مفقود ہو چکی تھی۔

"جس نے بھی کہا ہے۔۔آپ بتائیں۔۔میں آپ کے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ کمپنی اس حال کو کیسے پہنچ گئی اور آپ نے اس کے ساتھ کیا کیا۔"

ابراہیم احمد کی آواز ابرار احمد پہ کسی ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے۔۔؟"

ابرار احمد گویا اپنی جگہ پر ساکت کھڑے تھے۔انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ سب کچھ جان جائے گا اور ان سے یہ اسطرح باز پرس کرے گا۔

"مطلب یہ کہ آپ اپنے غیر ضروری کاموں میں مصروف رہے اور میرے باپ کی محنت آپ نے پانی میں بہا دی۔پرانے ورکرز آپکی وجہ سے اس کمپنی کو چھوڑ کر جا چکے ہیں کیونکہ آپ کی توجہ صرف اور صرف اپنی طرحدار سیکریٹری پر رہتی تھی۔اب تو یہ کمپنی کوڑیوں کے مول بکنے کے لیے تیار ہے۔کیا یہ بات جھوٹ ہے ہے۔میں ابھی صادق صاحب سے مل کر آرہا ہوں انہوں نے تو جو مجھے بتایا وہ تو میں مان ہی نہیں پا رہا تھا آپ کی اجارہ داری کیا قائم ہوئی آپ نے تو آگ لگا دی ہر چیز کو۔"

وہ ٹھہر کر بولتے ہوئے ان کے سارے راز افشاء کر گیا جو انہوں نے چھپا رکھے تھے۔پہلے تو ابرار احمد کو صادق صاحب پر بہت غصہ آیا لیکن یہ وقت ایسا نہیں تھا

کہ بات کو طول دے کر جھگڑے کا رنگ دیا جائے۔اس وقت ابراہیم احمد سے بہت سنبھل کر بات کرنا ہی عقلمندی تھی۔انہوں نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد ابراہیم احمد کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے کو کہا اور پھر اسے دائیں جانب رکھے ڈبل سیٹر صوفے کی جانب لے آئے۔

"تم یہاں بیٹھو اور تحمل سے میری بات سنو۔"

ابراہیم احمد گہری سانس خارج کرتا بیٹھ گیا۔وہ خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"جو کچھ بھی انہوں نے تم سے کہا ہے وہ آدھا سچ اور آدھا جھوٹ ہے۔میں مانتا ہوں کہ کمپنی لاس میں جا رہی ہیں اور اگر اس میں جلدی سرمایا انویسٹ نہیں کیا گیا تو سب تباہ ہو جائے گا۔"

ابرار احمد بردباری کا لبادہ اوڑھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"بھائی یہ صرف صادق صاحب ہی نہیں بلکہ پورا سٹاف کہہ رہا ہے کہ آج کمپنی کی جو حالت ہے وہ صرف اور صرف آپ کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔مجھے تو یہاں آپ کے ساتھ کام کرنے آیا تھا لیکن مجھے تو لگتا ہے کہ آپ کو کمپنی سنبھالنے کا طریقہ ہی نہیں آتا آتا۔آپ کو یہ کمپنی بیچ کر مجھے میرا حصہ دے دینا چاہیئے۔میں اپنا الگ کاروبار شروع کرنا چاہتا ہوں۔"

ابراہیم احمد کھڑے ہوتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں کہا۔

"کیا مطلب تم چاہتے ہو کہ میں اس کمپنی کا بٹوارہ کر دوں۔"

ابرار احمد کی پریشانی میں اضافہ ہوا۔

"جی میرا یہی مطلب ہے۔"

وہ اپنے فیصلے پہ قائم رہا۔

"تم اپنے بھائی کا یقین کرنے کی بجائے اس پر بھروسہ کر رہے ہو جو سراسر مجھ پر جھوٹ بہتان باندھ رہے ہیں۔"

ابرار احمد نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔وقت کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ ابراہیم احمد سے صلح جو رویہ رکھیں ورنہ اس کا خمیازہ انہیں ہی بھگتنا پڑتا۔

"یہ کمپنی بابا نے بنائی تھی، اپنے زورِ بازو کے دم پر، دن رات محنت کر کے انہوں نے بزنس کی دنیا میں اپنا نام بنایا تھا اور وہ بھی انہی ورکرز کے سہارے جنہیں معمولی کہہ رہے ہیں۔اگر آپ ان پر بھروسہ کر کے کام کرتے، محنت کرتے تو آج کمپنی کی یہ حالت نہ ہوتی ہے۔میں تو آپ کا ساتھ دینے آیا تھا لیکن یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔آپ میرا حصہ دے دیں یا پھر اس کاروبار سے الگ ہوجائیں۔"

ابراہیم پل بھر میں فیصلہ کیا۔

"تم یہ چاہتے ہو کہ میں۔۔۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ اس کاروبار سے الگ ہو جائیں۔آپ کا جو تھا وہ آپ تباہ کر چکے ہیں۔ میں اس میں انویسٹ کرونگا، اپنا پیسہ لگاؤں گا۔"

ابراہیم نے ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے اپنی بات دو ٹوک الفاظ میں کہہ دی، جبکہ ابرار احمد کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

"تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو۔مجھے اس کاروبار سے الگ کرنا اور خود یہاں کی ہر چیز پر قابض ہونا چاہتے ہو۔ایک بات سن لو کہ میری زندگی میں تو ایسا ممکن نہیں اور ہاں جہاں تک تمہارے حصے کی بات ہے تو وہ تو تم بھول ہی جاؤ۔یہاں اس کمپنی میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔یہ سب میرا ہے چاہے کچھ بھی نہ بچا ہو۔ تم جو کر سکتے ہو کر لو۔"

ابرار احمد اپنی کرسی کی جانب بڑھے اور چشمہ لگا کر سامنے پڑی فائل کھول لی یوں جیسے ان کے سوا وہاں کوئی موجود نہ ہو۔

"آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔یہاں کی ہر چیز پہ میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ آپ کا۔آپ اس کاروبار سے کسی صورت مجھے الگ نہیں کر سکتے۔"

ابراہیم احمد ان کے پرسکون چہرے اور انداز کو دیکھ کر آگ بگولا ہوگیا۔

"جاؤ اور جو کرنا ہے کر لو۔"

ابرار احمد نہایت سپاٹ لہجے میں بولے۔

"ٹھیک ہے تو پھر عدالت میں ملاقات ہوگی۔"

ابراہیم تیزی سے کہتا وہاں سے چلا گیا جبکہ ابرار احمد فائل بند کر کے کچھ دیر سوچتے رہے پھر اپنا موبائل اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا اور فون کان سے لگا لیا۔

"ہاں صبور صاحب آپ وہ نوٹس بھجوا دیں۔"

وہ اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئے۔

"جب گھی سیدھی انگلی سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی کرنی پڑتی ہے بس یوں سمجھیئے انگلی ٹیڑھی کرنے کا وقت آن پہنچا ہے۔بس آپ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر یہ نوٹس ابراہیم احمد کو بھجوا دیں۔"

ابرار احمد نے ہاتھ میں پکڑا قلم رکھ کر فائل بند کر دی۔

"جی۔۔۔جی۔۔آپ فکر مت کریں آپ کا کام ہو جائے گا بلکہ میں ابھی کر دیتا ہوں۔بس میرا کام پکا ہونا چاہیئے کیونکہ غلطیاں مجھے کسی کام میں بھی پسند نہیں، چاہے وہ کام ہی غلط کیوں نہ ہو۔ ابرار احمد کی پرسوچ نگاہیں فائل پہ جمی تھیں۔

"ہا ہا ہا ہا۔۔۔میں جانتا ہوں کہ آپ بہت سمجھ دار ہیں، اسی لیے تو آپ کا انتخاب کیا ہے۔اب آپ پر بھروسا کیا ہے تو کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا نا۔کچی گوٹیاں تو میں نے بھی نہیں کھیلی ہیں۔"

دوسری جانب کی بات سن کر ابرار احمد کا قہقہہ گونج گیا۔

"بس میرا کام کروا دیں سمجھیں آپ کا کام ہو گیا، اللہ حافظ۔۔!"

انہوں نے موبائل فائل پر رکھ دیا۔

"ابراہیم بشارت احمد۔۔میں تمہارا بڑا بھائی ہوں ہوں اور تم چھوٹے اور چھوٹے ہی رہو گے۔"

ابرار احمد کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ سجی تھی یوں جیسے جیت کا تاج ان کے سر پر سج گیا ہو۔

"بی اماں آپ کیا سوچ رہی ہیں؟"

حباب کام کر کے واپس آئی تو اس نے انہیں گہری سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بس یونہی۔"

ذہرہ بی بی گہری سانس خارج کرتی بولی۔ان کی آنکھوں میں نمی تھی۔حباب کو ان کے چہرے پر گہری اداسی کے بادل منڈلاتے دکھائی دیئے۔

آپ کچھ تو ایسا سوچ رہی تھیں کہ میرے آنے کا آپ کو احساس تک نہ ہوا۔چلیں شاباش جلدی سے بتائیں، کیا سوچ رہی تھیں؟"

وہ بضد ہوئی۔

"میں سوچ رہی تھی کہ یہ بچہ کیسا فرمانبردار ہے۔اپنے دل میں غیروں کے لئے اتنی عزت رکھتا ہے، تو اپنوں کے لیے لئے تو جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا ہوگا۔"

زہرہ بی بی پرسوچ نگاہوں سے حباب کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ "ہیں۔۔!! آپ کس بچے کی بات کر رہی ہیں بی اماں۔"

حباب ان کی بات سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"ارے میں اس بچے ابراہیم کی بات کر رہی ہوں۔"

انہوں نے اسکی عقل پہ ماتم کیا۔

"بی اماں آپ کو لمبا تڑنگا دیو جیسا آدمی بچہ لگتا ہے۔"

حباب نے اپنی ہنسی روکنے کے لئے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

"شریف بچہ ہے۔"

بی اماں اپنی ہی دھن میں اس کی تعریف میں رطب السان تھیں۔

"بی ماں ایک دو بار بقول آپ کے اس بچے نے ہماری مدد کیا کر دی آپ نے تو اسے شرافت کے میڈلزز ہی پہنا دیئے۔"

حباب نے کہا۔

"اے لو۔۔۔۔تو بی بی شرافت اور کیسی ہوتی ہے۔"

ذہرہ بی بی نے ٹھوڑی پہ انگلی جمائی۔

"ٹھیک ہے، تھوڑا بہت شریف بھی لگتا ہے، مگر اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم۔۔۔"

"اچھا چھوڑو سب، یہ بتاو کہ وہ تمھیں کیسا لگتا ہے؟"

ذہرہ بی بی کے اچانک سوال پہ وہ ٹھٹھک گئی اور ان کے چہرے کے تاثرات جانچنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں بی اماں۔"

اس نے اپنی حیرانی ان پہ ظاہر کی۔

"تم میرے مطلب کو چھوڑو، بس جو پوچھا ہے اسکا جواب دو۔"

ذہرہ بی بی ابھی بھی اپنے سوال پہ اٹکی ہوئی تھیں۔

"مجھے تو بس ٹھیک ہی لگا۔"

حباب نے کہا تو وہ اپنے پورے قد سمیت اسکی آنکھوں کے پردے کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"لیکن ایک منٹ۔۔۔آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں اس کے بارے میں؟"

وہ ان کے سوال کا پس منظر جاننا چاہتی تھی۔

"بیٹا آجکل کون کسی کی مدد کرتا ہے، سب اپنے اپنے مطلب کے ہوتے ہیں۔وہ چاہتا تو ہماری مدد نہ کرتا۔۔ورنہ اس کی بلا سے ہم مریں یا جیئں۔"

ذہرہ بی بی دھیرے سے بولیں۔

"ٹھیک ہے میں مانتی ہوں ہو کہ اس نے ہماری مدد کی۔آپ کو ہسپتال لے گیا، لیکن پھر بھی ابھی میں تو کم از کم اسے شرافت کا سرٹیفیکیٹ تو نہیں دوں گی، اور پھر میں نے ہر بار شکریہ کے طور پر پر ایک کپ چائے بھی تو بنا کر دی ہے۔"

حباب احسان اتارتے ہوئے بولی۔

"کچھ بھی ہو مجھے تو وہ بڑا ہی۔۔۔۔"

"اچھا اچھا بس۔۔۔وقت آنے پر پر ہم بھی اس کی مدد کر دیں گے۔اب آپ لیٹ جائیں اور آرام کریں۔"

حباب نے انہیں بات مکمل کرنے نہیں دی اور انہیں لٹا کر اچھے سے کمبل اوڑھا دیا۔

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ وہ تمہیں کیسا لگا؟"

وہ لائٹ آف کر کے کمرے سے نکل ہی رہی تھی جب ان کے سوال پر پر اس کے قدم تھم گئے اور اب حیرانی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی تھی، جبکہ ذہرہ بی بی کی منتظر نگاہیں اپنے سوال کا جواب چاہ رہی تھیں۔

"اب میں نے کونسی انہونی بات کہہ دی جو یوں دیدے پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی ہو۔"

حباب کے انداز پہ ان کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔وہ تکیے کے سہارے اٹھ بیٹھیں۔

"مجھے آپ کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے۔"

حباب نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور کمرے سے نکل گئی۔ان کے سوال سے تو وہ بچ گئی تھی لیکن یہ بات اس کے دماغ سے گویا چپک کر رہ گئی تھی۔اس نے اس موضوع سے پیچھا چھڑانے کے لئے سر جھٹکا اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

پھر حالات بد سے بدتر ہونے لگے۔دونوں بھائی ایک دوسرے سے بات تو کیا ایک دوسرے کی شکل دیکھنے تک کے بھی روادار نہیں تھے اور اوپر سے جو نوٹس ابرار احمد کی طرف سے عدالت کے تھرو ابراہیم احمد کو بھیجا گیا تھا اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔ابراہیم احمد تو وہ نوٹس دیکھ کر حیران رہ گیا تھا اس کے مطابق ابراہیم احمد اپنا حصہ لے چکا تھا اور اب کمپنی اور گھر، دونوں میں کوئی حق نہیں رکھتا تھا۔ابراہیم تو اپنے دستخط دیکھ کر ہی حیران رہ گیا تھا۔یہ اسی کے دستخط تھے اور اتنی صفائی سے اسے پھنسایا گیا تھا، اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا اپنا سگا بھائی اس کے ساتھ ایسا کچھ کر سکتا ہے۔اس وقت وہ نوٹس اپنے ہاتھوں میں لئے پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔بار بار اسکی نظر اپنے دستخط پہ جا رہی تھی۔یہ رجسٹری ابھی

کچھ دیر پہلے اس کے نام آئی تھی۔وہ سمجھا کہ شاید اسکے دوست نے اس کے لئے کچھ بھیجا ہے مگر جب کھول کر دیکھا تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اور وہ اب یہ سب اپنے سامنے بکھرائے خالی دماغ اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ان کاغذات کو دیکھ رہا تھا۔اسی لمحے عمارہ کمرے میں داخل ہوئی۔وہ سیدھی میثم کے پالنے کی جانب گئی تھی جو جب مزے سے اپنی نیند پوری کر رہا تھا۔عمارہ نے اسکے جاگ جانے کے ڈر سے اس کے سرخ گالوں پر نرمی سے پیار کیا۔

"ابراہیم۔۔۔!! میثم اب بالکل آپکی طرح لگنے لگا ہے۔"

وہ میثم کا معصوم چہرہ آنکھوں میں سموتے ہوئے اپنی ہی دھن میں بولی۔ابراہیم اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔عمارہ کو جواب نہ ملا تو اس نے نظر گھما کر ابراہیم کی طرف دیکھا۔اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ فورا اسکی طرف آئی۔

"ابراہیم۔۔!! کیا ہوا۔۔؟ ایسے کیوں بیٹھے ہیں، طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپکی؟"

عمارہ نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے اسکا شانہ ہلایا۔ابراہیم چونک کر اسکی طرف متوجہ ہوا۔وہ اسطرح خالی الذہنی سے اسکی طرف دیکھنے لگا کہ وہ بیڈ پہ پڑے پیپرز اٹھا کر دیکھنے لگی اور پیپرز پڑھنے کے بعد اسکی حالت ابراہیم احمد سے قطعی مختلف نہیں تھی۔

"یہ--یہ سب کیا ہے ابراہیم--آپ نے اتنا بڑا فیصلہ مجھ سے پوچھے بنا، میثم کے مستقبل کے بارے میں سوچے بغیر کیسے کر لیا۔کیوں کیے یہ دستخط آپ نے اور اتنی بڑی رقم کب اور کیوں لی آپ نے ابرار بھائی سے؟"

عمارہ نے سر پکڑے بیٹھے ابراہیم احمد سے پوچھا۔اسے پریشانی سے بڑھ کر حیرانی ہو رہی تھی۔

"یہ دستخط میرے ہی ہیں، لیکن یہ پیسے میں نے نہیں لئے۔میرے ایک دوست کو اپنے کاروبار کے لئے ایک خطیر رقم چاہیئے تھی قرض کے طور پر جو کہ میں نے اسے ابرار بھائی سے دلوائی تھی اور وہ شاید یہ قرض واپس بھی کر چکا ہے۔یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔"

ابراہیم احمد نے انکار کیا۔

"شاید---؟؟ آپکا وہ دوست---اس سے کانٹیکٹ کریں۔"

عمارہ اسکے قریب بیٹھ گئی۔

"میرے پاس اسکا کوئی کانٹیکٹ نہیں ہے کہ میں اس سے تصدیق کروا سکوں۔"

ابراہیم احمد کے چہرے کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی۔

"اچھا اچھا۔۔۔آپ ریلیکس ہو جائیں۔یہ ایک فراڈ ہے مگر مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ابرار بھائی ہمارے ساتھ ایسا کچھ کر سکتے ہیں۔آپ ان کے سوتیلے تو نہیں ہیں جو وہ یوں آپکو ہر چیز سے بے دخل کر دیں گے۔"

عمارہ پیپرز دیکھنے کے بعد بھی بے یقینی کے جھولے میں جھول رہی تھی۔

"مجھے خود۔۔۔بلکہ نہیں۔۔۔مجھے تب ہی سمجھ لینا چاہیئے تھا جب وہ مجھ سے پہلے اسقدر سختی سے پیش آ رہے تھے۔میں ان پیپرز کو کورٹ میں چیلنج کروں گا۔اتنی آسانی سے تو انہیں سب ہتھیانے نہیں دوں گا۔"

ابراہیم پیپرز سمیٹتا مضبوط ارادے سے بولا۔

"مجھے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا ابراہیم۔"

عمارہ کے لئے ابھی بھی یہ ماننا مشکل ہو رہا تھا۔اگر اس کام میں جاثرہ احمد کا نام ہوتا تو وہ بند آنکھوں سے بھی یقین کر لیتی مگر یہاں بات دونوں سگے بھائیوں کی تھی۔

"آپ جو بھی کرنا چاہتے ہیں کریں لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کر کیوں رہے ہیں۔آپ کا حصہ دینے پہ انہیں کیا اعتراض ہے۔"

عمارہ ذہن میں کلبلاتا سوال زبان پہ لائی۔

"کمپنی بالکل ڈاون جا رہی ہے۔اب انہیں سرمائے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے انہیں میرا حصہ بھی چاہیئے تاکہ وہ دوبارہ کمپنی کو کھڑا کر سکیں۔اس کے لئے جب وہ

مجھے مجبور نہ کر سکے تو میرے ساتھ یہ گیم کھیلا، لیکن میں بھی اتنی آسانی سے یہ سب جانے نہیں دے سکتا۔اس پہ صرف اور صرف تمھارا اور میثم کا حق ہے۔"

ابراہیم پیپرز ڈراور میں رکھے۔ عمارہ کا دماغ ابھی بھی ایک ہی پوائنٹ پہ اٹکا ہوا تھا کہ کہیں اس کے لئے ابرار احمد کو جاثرہ احمد تو نہیں اکسا رہی اور اگر ایسا ہے بھی تو وہ جو چاہتی ہے کر کے رہے گی۔جیسے جیسے یہ خیال اس پہ حاوی ہو رہا تھا اسے جاثرہ احمد کی دھمکیاں یاد آ رہی تھیں اور اسکا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔

"حباب۔۔۔!!"

وہ کچن میں کھڑی ناشتے کے برتن دھو رہی تھی کہ بی اماں اسے پکارتی کچن میں آئیں۔

"ارے بی اماں۔۔آپ کیوں اٹھ کر آ گئیں، میں آ ہی رہی تھی آپکے پاس۔"

حباب نے جلدی سے اسٹول رکھ کر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"اب تم مجھے اتنا بھی ہتھیلی کا چھالا نہ بناو۔میں ٹھیک ہوں تم فارغ ہو گئی ہو تو ذرا اس بچے کے لئے ناشتہ بنا دو۔میں جا کر دے آتی ہوں۔"

ذہرہ بی بی نے فریج کھول کر جائزہ لیا۔

"کون بچہ۔۔۔کس کے لئے ناشتہ لے کر جا رہی ہیں؟"

حباب نے حیرانگی سے ان سے پوچھا۔

"ابراہیم کی بات کر رہی ہوں۔۔۔"

ذہرہ بی بی نے کہا۔

"بی اماں آپ کی طبیعت ویسے بھی ٹھیک نہیں، چند قدم چلتی ہیں تو سانس پھول جاتی ہے آپکی۔وہاں کیسے جائیں گی۔کوئی ضرورت نہیں ہے۔آپ جائیں اپنے کمرے میں آرام کریں۔میں برتن دھو کر آتی ہوں اور ویسے بھی شکریہ کے طور پر میں نے اس کے لئے دو تین بار چائے بھی بنا کر پلائی ہے۔"

حباب انہیں کندھے سے تھام کر کچن سے باہر لانے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔بس تم ناشتہ بنا کر دو، باقی میرا کام ہے اور اگر تم نہیں بنا کر دے رہی تو ہٹو میں خود بنا لیتی ہوں۔"

ذہرہ بی بی اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے فریج کی طرف بڑھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔آپ جائیں آرام کریں میں بنا دیتی ہوں ناشتہ۔"

حباب نے انڈے ان کے ہاتھ سے لے لئے۔

"ہاں ٹھیک ہے جلدی بنا دو کہیں بچہ ناشتہ کر نہ لے، پھر کیا فائدہ۔"

ذہرہ بی بی اسے چند ہدایات دیتی کچن سے نکل گئیں جبکہ حباب ان کے بچہ کہنے پر برے برے منہ بناتے ہوئے ناشتہ بنانے لگی۔ناشتہ بنانے کے بعد اس نے سلیقے سے ٹرے میں رکھا اور ایک صاف ستھرے دستراخون سے ٹرے ڈھک دیا۔

"بی اماں۔۔۔۔میں یہ ناشتہ دے کر ابھی آتی ہوں۔"

وہ چادر اوڑھتی ذہرہ بی بی کے کمرے میں آئی۔

"ارے نہیں تم نہ جاو۔۔میں خود دے آتی ہوں۔"

وہ اپنی چادر درست کرتی اٹھ کھڑیں ہوئیں۔

"مگر آپ کیسے جائیں گی۔۔آپ مت جائیں۔"

حباب نے انہیں روکا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا۔۔تمھارا وہاں جانا مناسب ہے کیا۔محلے والوں کا پتہ ہے نا۔۔جاو ٹرے لے کر آو۔"

وہ اسے ٹوکتی کمرے سے باہر آ گئیں۔حباب خاموشی سے ٹرے لے آئی۔ذہرہ بی بی نے دسترخوان اٹھا کر ایک نظر ناشتے پہ ڈالی اور پھر اسکے ہاتھ سے ٹرے لے لی۔

"خیال سے جائیے گا۔"

ذہرہ بی بی دروازے کیطرف بڑھیں تو وہ پیچھے سے بولی۔

"اچھا اچھا۔۔۔میری ماں۔۔آ کر دروازہ بند کر لو۔"

ذہرہ بی بی نے اس انداز سے کہا کہ حباب کو ہنسی آ گئی۔ان کے جاتے ہی اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھائی اور واپس اپنے کام میں جُت گئی۔

وہ کچن میں ناشتہ بنانے میں مصروف تھا۔روز تو باہر سے ناشتہ منگوا لیتا تھا لیکن اب وہ ایک ہی طرح کا ناشتہ کرتے کرتے تنگ پڑ گیا تھا۔ساس پین کے نیچے آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔صاف لگ رہا تھا کہ کوئی اناڑی کام کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔رات بھی اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اس لئے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔اس علاقے میں آئے اسے ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا مگر وہ جس کام کے لئے یہاں آیا تھا اس میں ذرا سی بھی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔اس لیے دن بدن وہ ان حالات سے تنگ پڑتا جا رہا تھا۔گھر میں موجود ہر چھوٹی بڑی بے جان چیز سے اس کی لڑائی رہتی۔یوں لگتا تھا کہ وہ جو چیز اس کے ہاتھ لگتی تھی ٹوٹ جاتی تھی۔پہلے کبھی یہ کام نہیں کیے تھے۔ملازمہ گھر کی صفائی کر دیتی تھی اور کھانا بھی بنا دیتی تھی یا پھر وہ باہر سے منگوا کر کھا لیتا تھا یا پھر باہر سے ہی کھا کر آتا تھا۔آج سنڈے تھا اور وہ روٹین والا ناشتہ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اس لئے آج خود ہی وہ گویا اس جنگ کے میدان میں کود پڑا تھا اور اپنے لئے ناشتہ بنا رہا تھا۔آملیٹ بنانے کے لئے انڈے پھینٹے ہی تھے کہ تیزی کے پلٹنے کے باعث باول زمین بوس ہو گیا۔اب وہ

ماتمی نظروں سے فرش پہ اپنی قسمت پہ نوحہ کناں انڈے کو دیکھ رہا تھا۔دوسری جانب آگ کے شعلوں نے بھی اپنی کارکردگی دکھا دی تھی جس کے نتیجے میں چائے، چائے کچھ زیادہ ہی کڑک ہو گئی تھی۔اس نے آملیٹ پہ فاتحہ پڑھی اور کالی سیاہ چائے کپ میں ڈالی۔وہیں کھڑے کھڑے ایک گھونٹ لیا تو حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"آج کا دن ہی خراب ہے۔"

اس نے کپ سلیب پہ پٹخ دیا۔کپ پٹختے ہوئے تھوڑی سی چائے اچھل کر اس کے ہاتھ پہ گر گئی۔اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی۔دستک کی آواز سن کر پہلے تو حیران ہوا پھر ہاتھ کی جلن کم کرنے کے لئے پھونک مارتا دروازے کی سمت بڑھا۔

"کون ہے دروازہ---؟"

اس نے جلے کٹے انداز میں دروازہ کھولنے سے پہلے پوچھا۔

"میں ہوں ابراہیم بیٹا---"

کسی خاتون کی آواز سن کر اس نے دروازہ کھول دیا۔دروازہ کھولنے سے پہلے وہ آواز سن کر حیران ہو رہا تھا لیکن اپنا نام سن کر اس نے فورا پہچان لیا۔

"آپ یہاں کیسے اور آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں رہتا ہوں۔" اس نے ذہرہ بی بی کو اندر آنے کا راستہ دیا۔

"یہ پکڑو بیٹا۔۔۔حباب نے بتایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے گھر کے ساتھ والا گھر تمھارا ہے۔"

ذہرہ بی بی اسے ٹرے تھماتے ہوئے اندر آئیں۔ٹرے دسترخوان سے ڈھکا ہوا تھا۔کے ہاتھ میں چھوٹا سا ٹری تھا اور خوشبو نے اسکی بھوک بڑھا دی تھی۔اسکا غصہ اور اکتاہٹ پل بھر میں کہیں اڑنچھو ہو گیا۔

"آپ نے کیوں تکلیف کی۔"

اس نے دروازہ بند کیا اور صحن میں رکھی کرسیوں کی جانب آیا۔ذہرہ بی بی دو کرسیوں میں سے ایک پہ بیٹھ گئی تھیں۔اس نے ٹرے کرسیوں کے درمیان رکھی لکڑی کی ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تکلیف کیسی بیٹا۔۔تکلیف تو ہماری وجہ سے تمھیں ہوئی تھی۔میں اپنی خوشی سے لائی ہوں۔ہمسائیوں کا بڑا حق ہوتا ہے۔تم نے اتنے مشکل وقت میں میری مدد کی۔میں تمھارے احسان کا بدلہ تو نہیں اتار سکتی بس اپنی بساط کے مطابق کچھ حق ہی ادا کر دوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔تم نے بتایا تھا کہ یہاں بالکل اکیلے رہتے ہو تو تمھارے لئے ناشتہ لے آئی۔سوچا تمھیں شکریہ بھی کہہ دوں گی اور تمھارا حال چال بھی پوچھ لوں گی۔تمھیں برا تو نہیں لگا؟"

ذہرہ بی بی نے محبت و شفقت سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ نجانے کیوں وہ انہیں کبھی انجان نہیں لگا تب بھی وہ اس سے پہلی مرتبہ ملی تھیں۔

"بہت شکریہ آپکا۔۔۔میں نے یہ سب ایک فرض سمجھ کر کیا۔"

اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ کیسا بیٹا۔۔۔اور تم مجھے بی اماں کہہ سکتے ہوئے، حباب بھی مجھے بی اماں پکارتی ہے۔"

وہ گھر کا جائزہ لیتے ہوئے بولیں۔یہ گھر ان کے گھر سے قدرے بڑا تھا۔

"جی بی اماں۔۔"

اس نے مسکراتے ہوئے ٹرے پر سے دسترخوان ہٹایا۔

"بیٹھو ناشتہ کرو۔۔۔میں چائے بنا دوں؟"

ذہرہ بی بی نے پوچھا۔

"ارے نہیں بی اماں۔۔۔میں بنا کر لاتا ہوں۔"

وہ ان سے کہتا کچن کی طرف چلا گیا اور جیسے تیسے چائے بنا کر واپس آیا۔

"تم یہاں نئے آئے ہو، اس علاقے میں پہلے تمھیں نہیں دیکھا تھا۔"

وہ ناشتہ کرنے لگا تو ذہرہ بی بی نے اسکا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"جی ایک مہینہ ہی ہوا ہے۔۔۔آپ چائے لیں نا۔"

وہ ناشتے میں مصروف بولا اور کپ ان کے سامنے رکھتے ہوئے خود بھی کپ اٹھا کر ایک گھونٹ بھرا۔اسکے چہرے کے ٹیڑھے میڑھے زاویے ذہرہ بی بی کے چہرے پہ مسکراہٹ لے آئے۔

"یہ تو بڑی سیاہ ہے، تم کہو تو میں چائے بنا دوں۔"

ذہرہ بی بی نے چائے کا رنگ دیکھکر پوچھا۔

"نہیں شکریہ میں ایسی ہی چائے پینے کا عادی ہوں۔"

اس نے جھوٹ بولنے میں کوئی تامل محسوس نہ کیا اور وہ آملیٹ سے بھرپور انصاف کرنے لگا۔اس کا سنجیدہ انداز دیکھ کر ذہرہ بی بی خاموش ہو گئیں۔وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھیں، اسکے خاندان کے بارے میں، اسکے کام کے بارے میں مگر ہچکچاہٹ آڑے آ گئی تھی۔کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔وہ خاموشی سے ناشتے میں مصروف رہا۔وہ انتظار میں رہیں کہ وہ کچھ بولے تو وہ اس سے کچھ پوچھیں لیکن وہ شاید خاموشی سے کھانے کا قائل تھا۔

"تم یہاں کسی کی تلاش میں آئے ہو؟"

بالآخر انہوں نے ہی اس خاموشی کو توڑا۔اس سامنے بیٹھے نوجوان نے ہاتھ روک کر اپنے سامنے بیٹھی خاتون کو دیکھا جو اس کی طرف بغور دیکھ رہی تھیں۔اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ شرمندہ دکھائی دینے لگیں۔

"تمھیں شاید میرا اتنا ذاتی سوال پوچھنا پسند نہیں آیا۔پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا لگا کہ جیسے تم کسی کو تلاش رہے ہو۔بیماری سے قبل میں نے تمھیں گلی میں پوچھ تاچھ کرتے دیکھا تھا۔میں تو یہ بات بھلائے بیٹھی تھی اور ویسے بھی مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں تم سے اسطرح سے پوچھوں، سوچا تمھاری کچھ مدد کر پاوں تو۔۔۔"

"کیا آپ میری مدد کریں گی؟"

اس نے سوچا تھا کہ یہاں کسی سے مدد لئے بغیر ہی وہ انہیں دھونڈ لے گا مگر اب وہ جان گیا تھا کہ اسے کسی کی مدد لے لینی چاہیئے۔اسی لئے اسے انہیں بتانے میں کوئی حرج محسوس نہ ہوا اسی لئے پوچھ لیا۔اب وہ جلد سے جلد اس کام کو انجام تک لے جانا چاہتا تھا کیونکہ اب وہ مزید یہاں نہیں رہ سکتا تھا۔

"ہاں ضرور کروں گی۔۔اگر میں تمھاری مدد کر پاوں تو مجھے خوشی ہو گی۔"

ذہرہ بی بی نے کہا۔

"دراصل میں ایک شخص کو ڈھونڈ رہا ہوں ہو ان کا نام عبدالغفور ہے۔کافی عرصہ یہاں رہتے رہے ہیں۔میں نے یہاں بہت سے لوگوں سے پوچھا مگر کوئی جانتا ہی نہیں ان کو۔۔میرے پاس ان کی ایک تصویر ہے۔"

اس نے ایک شناختی کارڈ سائز تصویر، جسے وہ کتنے ہی لوگوں کو دکھا چکا تھا، لیکن کسی نے بھی اب تک کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا۔وہ تو اب بالکل ہی ہمت ہار چکا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب وہ مزید یہاں نہیں رہے گا۔

"مجھے خوشی ہوگی تمہاری مدد کر کے۔"

ذہرہ بی بی نے تصویر دیکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور تصویر دیکھ کر ایک پل کو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا۔

"لیکن تم ان کو کیوں ڈھونڈ رہے ہو؟ ان کے ماتھے پر چمکتے پسینہ کے قطرے اس سے پوشیدہ نہ رہ سکے۔

"میرے پاس ان کی ایک امانت ہے۔"

وہ ٹیک لگا کر پرسکون انداز میں بیٹھ گیا۔اسے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اپنی منزل پا چکا ہے۔بالآخر وہ اپنے مطلوبہ ہدف تک پہنچ گیا ہے۔

"کیسی امانت۔۔؟"

ذہرہ بی بی حیران ہوئی۔

"یہ تو میں انھی کو بتاؤں گا۔کیا آپ کو نہیں جانتی ہیں؟ ویسے مجھے لگتا ہے کہ وہ اب حیات نہیں ہیں۔"

وہ اب ان کے چہرے کے آتے جاتے رنگوں کا تفصیلی جائزہ لے رہا تھا۔اس کی بات سن کر ان کے چہرے پر تکلیف کے اثرات نمایاں ہوئے تھے۔

"بی اماں آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟"

وہ تیزی سے ان کی طرف آیا۔

"مم۔۔میں ٹھیک ہوں۔"

وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔ان کی آواز دھیمی اور لہجے میں دکھ ہلکورے لے رہا تھا۔

"کیاآپ جانتی ہیں؟"

اس نے دوبارہ پوچھا۔وہ جلد سے جلد جاننا چاہتا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔یہ میرے مرحوم شوہر ہیں، عبدالغفور احمد۔۔"

وہ تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں جبکہ سامنے بیٹھا نوجوان سُن ہوگیا۔

وہ حیران و پریشان کی طرف دیکھ رہا تھا۔وہ تو قسمت سے ہار چکا تھا اور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جب وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جانے کا فیصلہ کرے گا تو منزل یوں اس کے سامنے آجائے گی۔

"اس کا مطلب ہے کہ قسمت بھی میرا ساتھ دے رہی ہیں۔"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

"کیا کہہ رہے ہو بیٹا۔۔؟"

ذہرہ بی بی نے بڑبڑاتے دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں ۔۔۔مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ مجھے اسطرح آسانی سے مل جائیں گی۔"

اس کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔

"اسکا مطلب آپ جاثرہ احمد کی والدہ ہیں اور حُباب۔۔۔حُباب ان کی بیٹی حبہ ہیں؟"

اس نے اپنی یقین دہانی کے لئے تصدیق چاہی۔اس کا سوال سن کر ان کے چہرے پہ دکھ کی لکیریں ابھر آئیں۔انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے پاس انکی کیا امانت ہے۔۔۔کیسی امانت۔۔۔؟؟"

ذہرہ بی بی نے اپنے چہرے پر چھائی تکلیف کا اثر ذائل کرنے کے لئے پوچھا۔

"جی ہے ایک امانت، جو مجھے ہر صورت اسکے حقدار کو لوٹانی ہے۔آپ نے شاید مجھے پہچانا نہیں۔"

وہ خود کو ایک دم سے ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔

"ہاں تمہاری صورت کسی سے ملتی ہے، لیکن میں سمجھی شاید یہ میرا وہم ہو، اس لئے تم سے پوچھا نہیں۔تمھیں دیکھ کر کسی اپنے کا احساس ہوتا ہے۔"

"ہاہاہاہا۔۔میں ہیثم ابراہیم ہوں۔ابراہیم احمد اور عمارہ ابراہیم کا بیٹا۔"

میثم ابراہیم کا قہقہہ گونج گیا۔یہ قہقہہ اسکی اندرونی خوشی کا غماز تھا۔ذہرہ بی بی حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اسکی جانب دیکھ رہی تھیں۔اس کا قہقہہ انہیں عجیب سے احساسات سے روشناس کرا گیا۔وہ سوچ رہی تھیں کہ ان کی بات میں ایسا کیا تھا کہ جس نے سامنے بیٹھے نوجوان کو قہقہہ لگانے پر مجبور کردیا تھا۔میثم ابراہیم اپنے بے اختیار ہنسنے کو بہتر بیان کر سکتا تھا، مگر وہ خاموش تھا۔۔

"اچھا تو تم ابراہیم کے بیٹے ہو۔ماشاءاللہ بڑے ہو گئے ہو اور ؟ہُو بہو اپنے باپ کی کاپی ہو۔بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر۔"

وہ کھڑا ہوا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"کافی دیر ہوگئی ہے اب میں چلتی ہوں، حباب گھر میں اکیلی ہے۔تم آنا اس سے ملنے۔ویسے بھی اسے شکوہ ہے کہ اسکا کوئی اور رشتہ دار کیوں نہیں۔اب تم سے ملے گی تو بہت خوش ہو گی۔ تمہارے بارے میں جان کر بہت خوش ہوگی۔"

ذہرہ بی بی اس کے مضبوط کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں اور پھر خدا حافظ کہہ کر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔میثم ان کے ساتھ دروازے تک آیا تھا۔انہیں خدا حافظ کہنے کے میثم نے دروازہ بند کر دیا۔

"حُباب کو تو مجھ سے مل کر خوشی ہو یا نہ ہو، مجھے بہت خوشی ہو گی اس سے مل کر۔۔۔اپنے شکار سے مل کر۔" وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔اب وہ تیزی سے کسی کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

ابراہیم احمد نے ابرار احمد پر کیس کر دیا۔وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ ان پیپرز کو جعلی ثابت کردے مگر چونکہ دستخط جعلی نہیں تھے اس وجہ سے عدالت میں ان پیپرز کو فراڈ ثابت نہیں کر سکتا تھا۔اس کے پاس اپنی بات ثابت کرنے کے لئے ایک ہی ثبوت تھا اور وہ اس کا دوست تھا جس کے لیے اس نے ابرار احمد سے ایک خطیر رقم ادھار کے طور پر لی تھی۔ابرار احمد نے اسے ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا تھا جس سے نہ وہ ایک قدم آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ پیچھے جا سکتا تھا۔اس کا دوست بھی اب اپنے پرانے ایڈریس پہ موجود نہیں تھا۔اس کے وکیل نے اسے بتایا تھا کہ ابرار احمد کا کیس مضبوط ہے۔اس نے اگر جعلی طریقے یا اس کے دستخط کا غلط طریقے سے استعمال کیا بھی ہے تو وہ اس نے بہت اچھے سے کیا ہے کہ اسے غلط ثابت کرنے کے لئے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ابرار احمد یہ کیس آنکھیں بند کر کے بھی جیت سکتا ہے۔یہی بات ابراہیم احمد کے لئے پریشانی کا سبب تھی۔وکیل نے ہر بات کلیئرلی اسے بتا دی تھی۔اس وقت وہ سر پکڑ کر بیٹھا تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا

کرے۔اپنے دوست کو بھی ڈھونڈنے کی پوری کوشش کر رہا تھا مگر ہر کوشش ناکام ہوئی جا رہی تھی۔وہ اپنے وجود کو ایک ایسی بند گلی میں محسوس کر رہا تھا جسکے دونوں طرف کا راستہ بند ہو۔

"آپ یہاں اتنے اندھیرے میں کیوں بیٹھے ہیں؟"

عمارہ کمرے میں داخل ہوئی تو کمرے میں گھپ اندھیرے نے اسکا استقبال کیا۔اس نے لائٹس آن کیں۔

"کچھ نہیں۔۔۔"

ابراہیم احمد نے تھکن سے سرخ ہوتی آنکھوں کو رگڑ ڈالا۔روشنی آنکھوں کو بھلی محسوس نہ ہوئی تو اس نے آنکھوں پہ بازو رکھ لئے۔

"!!ابراہیم۔۔۔"

عمارہ نے پاس بیٹھتے ہوئے ابراہیم احمد کو پکارا۔ابراہیم نے آنکھوں سے بازو ہٹایا۔

"وکیل صاحب نے کیا کہا؟"

عمارہ نے پوچھا۔

وکیل نے کہا ہے کہ اگر محمود علی کورٹ میں گواہی اور ثبوت دے دے تو ابرار احمد کی "چال اسی پہ الٹائی جا سکتی ہے۔

ابراہیم بیڈ کراون سے ٹیک لگاتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

"تو پھر؟"

عمارہ نے ابراہیم کی طرف بغور دیکھا۔ مسلسل ٹینشن سے اس کے چہرے کی رنگت ماند پڑ گئی تھی۔

تو پھر کیا، میں نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی ہے مگر محمود علی سے کوئی رابطہ نہیں" ہو پا رہا۔آج میں پھر اسکے پرانے ایڈریس پہ گیا تھا مگر اس کے گھر کے بار بار چکر لگانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ پھر بھی میں اپنی پوری کوشش کر رہا تھا کہ محمود علی کہیں سے مل جائے۔میں نے اپنے کچھ دوستوں کو بھی اس بارے میں انکی "مدد مانگی ہے تو دیکھو حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

وہ اسے تمام تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

عمارہ۔۔۔میں اگر یہ کیس ہار گیا تو مجھے سب زیرو سے اسٹارٹ کرنا پڑے گا تو کیا"

"تم۔۔۔

میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں۔آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے" گا۔ جھوٹ کے پاوں نہیں ہوتے، جیت ہمیشہ سچائی کی ہوتی ہے۔آپ حق پہ ہیں اور "اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

عمارہ نے اسکے ہاتھوں پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔۔۔میں سچ میں سب کچھ ہار رہا ہوں عمارہ، یوں لگتا ہے جیسے خالی ہاتھ رہ گیا ہوں۔۔بھائی نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے۔میرا جائیداد میں حصہ ہی نہیں بلکہ میرا سکون بھی چھین لیا ہے۔میرے پاس کچھ نہیں رہا۔"

ابراہیم احمد پیشانی مسلتا اس سے کہہ رہا تھا۔ابراہیم کو اس حال میں دیکھ کر عمارہ کو بہت دکھ ہوا تھا۔

"اللہ سب بہتر کرے گا۔آج جو وہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں، کل ان کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔دھوکے کو اپنی جگہ سے بہت پیار ہوتا ہے یہ جہاں سے چلتا ہے وہیں آ کر رکتا ہے۔"

عمارہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کس طرح ابراہیم کو اس پریشانی سے باہر نکالے۔

"ہم اچھے وقت کا انتظار کر سکتے ہیں اور اچھا وقت پلٹ کر ضرور آئے گا۔بس امید کا دامن تھامے رہیں یہی آپ کو طاقت دے گا۔"

ابراہیم کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ کر عمارہ کا دل کٹ رہا تھا۔ابراہیم گہری سانس خارج کرتا تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔اس کی نظریں عمارہ کو اپنی گرفت میں لے رہی تھیں۔

"اب ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟"

عمارہ نے ابراہیم کو اپنی طرف گہری نظروں سے دیکھتا پا کر پوچھا۔اس کا اندازہ عمارہ کے لبوں پر مسکراہٹ لے آیا تھا۔

دیکھ رہا ہوں کہ میں نے ایسا کونسا نیک کام کیا تھا کہ مجھے تم جیسی اتنا پیار کرنے والی جیون ساتھی ملی ہے۔میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔"

ابراہیم نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھا۔

"یہ تو آپ کی محبت ہے اور میرے خیالات بھی آپکے بارے میں کچھ ایسے ہی ہیں۔"

عمارہ لبوں پہ شرمیلی سی مسکان سجائے بولی۔

"سچ---؟"

ابراہیم نے شرارت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنی جانب کھینچا۔

"نہیں جھوٹ---"

عمارہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ہمارا ہیرو کدھر ہے؟"

ابراہیم نے اسے باہوں کے حصار میں لئے لئے میثم کے بارے میں پوچھا۔

"وہ خالدہ کے پاس ہے۔میں آپ سے پوچھنے آئی تھی کہ آج لنچ میں کیا کھائیں گے۔"

عمارہ نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔

"کچھ بھی بنا لو، ویسے بھی مجھے بھوک نہیں ہے۔"

ابراہیم پیر پسار کر بیٹھ گیا۔عمارہ اس کے سلیقے سے بنے بال بگاڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا بس آپ پریشان نہ ہوں۔"

ابراہیم نے مسکراتے ہوئے اپنے بال درست کیے۔

"اب تو ہمیں یاد بھی نہیں کرتے ہو تم۔"

وہ جو بینچ پر بیٹھا بڑے انہماک سے ڈائری پڑھ رہا تھا کہ اپنے پیچھے انصب کی آواز سن کر اچھل کر کھڑا ہوا۔ڈائری اس نے پہلی فرصت میں بند کی تھی۔

تو آخر تم نے مائیگریشن کروا ہی لیا۔ تم نا بس میری ہی دم بنے رہنا، کبھی سکون سے "نہ چھوڑنا۔"

وہ ہنستے ہوئے انصب سے نہایت گرمجوشی سے بغلگیر ہوا۔اب وہ عمر کے دہانے پر تھا جہاں اسکے لئے اپنے احساسات پر قابو پانا قطعی مشکل نہیں رہا تھا۔

"کاش میں تمھاری بن سکتا۔"

انصب نے گہری سانس خارج کی اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیئے۔

"چل اب تو بڑا ہوگیا ہے یہاں آنا ضروری تھا۔"

وہ اسے ساتھ لئے آگے بڑھا۔

میں نے سوچا تمھارا دل میرے بغیر کیسے لگے گا بس سمجھو تمھارا غم مجھے یہاں کھینچ" لایا۔وہاں تو بہت سے لڑکے میری دوستی حاصل کرنے کے لیے مرے جا رہے تھے

مگر میں نے ان سے کہہ دیا کہ بس سلام دعا تک کی حد تک تو ٹھیک ہے مگر بیسٹ فرینڈ میرا ایک ہی ہے۔"

انصب نے میثم کے کندھے پہ بازو پھیلاتے ہوئے اپنے فرضی کالر کھڑے کیے۔

"اوہ---پوچھ سکتا ہوں مجھ پر اتنا احسان کس لئے۔"

میثم ابھی بھی اسے چڑانے کے موڈ میں تھا۔

"یار بس تیرے بغیر دل اچاٹ ہو گیا تھا۔بابا سے کہا کہ میرے دوست کا بھی میرے بغیر یہی حال ہو گا، وہ اکیلا ہوگا مجھے اس کے پاس بھیج دیں، تو آگیا---ویسے کالج اچھا ہے۔"

انصب نے ایک طائرانہ نظر کالج کی وسیع و عریض بلڈنگ پہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں---ٹیچر بھی بہت اچھے ہیں۔"

میثم بھی اسکی نگاہوں کی سمت دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"چل لے چل مجھے کمرہ نمبر 13 میں، اسی میں مابدولت کے آرام کا انتظام کیا ہے کالج والوں نے۔"

اپنا بینگ شانے سے لٹکاتے ہوئے اس نے اپنا سوٹ کیس میثم کے حوالے کیا۔

"کیا-----؟ کمرہ نمبر 13---"

میثم نے اس کی بات سن کر اسکا سوٹ کیس دھڑام سے نیچے پھینک دیا۔

ہاں تو۔۔۔ تم کیوں ڈیلے باہر نکال کر اتنے برے برے منہ بنا رہے ہو جب میں"
"نے روم نمبر 13 کی بات کی۔

انصب نے میثم کی پشت پہ ایک دھموکا جڑنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔میثم نے نہایت پھرتی سے پیچھے ہو کر اپنا بچاؤ کیا۔

کیونکہ وہ میرا روم ہے۔اب میں رات بھر تمہیں برداشت کیسے کروں گا۔میرے لئے"
"بہت پریشان کن بات ہے یہ۔

وہ مصنوعی پریشانی چہرے پہ سجائے ہوئے تھا۔

"تمہارا روم۔۔۔؟؟ لیکن تمھارا گھر تو یہیں قریب ہے پھر ہاسٹل کیوں؟"

انصب حیران تھا۔

سکون۔۔۔یہاں سکون کے لئے آیا ہوں۔وہاں میں پرسکون نہیں تھا اور ویسے بھی"
جب سے ہوش سنبھالا ہے ہاسٹل میں ہی رہا ہوں ہوں تو اسی لیے میں نے گھر کی بہ نسبت ہاسٹل میں رہنا پریفر کیا۔کمرہ نمبر 13 میرا ہے اور آج سے تم میرے روم
"میٹ۔۔لگتا ہے میرے برے دن شروع ہو گئے ہیں۔

میثم نے آخر میں شرارت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ جو مصنوعی غصے سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔

اوئے تو تو بڑا خوش قسمت ہے جو میرے جیسا پیار کرنے والا دوست تیرے نصیب" میں خدائے بزرگ و برتر نے لکھ دیا ہے۔تجھے تو دن رات مصلے پہ بیٹھ کر اللہ کا شکر "ادا کرنا چاہیئے۔

انصب نے شرارتی انداز میں کہا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں ابھی سے شروع کرتا ہوں۔ابھی کمرے میں داخل ہوتے ہی" "شکرانے کے نوافل ادا کروں گا۔

میثم نے چڑتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں شاباش۔۔۔اب کی ہے نا دوستوں والی بات۔۔ویسے بھی تجھے تو عادی ہو" "جانا چاہیئے۔

اسکی بات پہ میثم نے اسے گھورا۔

"چل نا یار میں بے چین ہو رہا ہوں تجھے مصلے پہ بیٹھے دیکھنے کے لئے۔"

انصب نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔دونوں ہنستے ہوئے ہاسٹل کے طرف بڑھ گئے۔

وہ بہت خوشی خوشی گھر لوٹی تھیں۔دروازہ کھلا تھا۔وہ حباب کو پکارتی اندر داخل ہوئیں۔ان کی پکار پر حباب کچن سے برآمد ہوئی۔ صحن میں رکھے تخت پہ بیٹھی خالہ سکینہ کو دیکھ کر ان کی حیرت ختم ہوئی۔

"خیر سے آئی ہو سکینہ۔"

ذہرہ بی بی خالہ سکینہ کی طرف بڑھیں۔خالہ سکینہ بھی ذہرہ بی بی کو دیکھ کر ان سے ملنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

خیر سے ہی آئی ہوں۔ تم بتاؤکہ صبح صبح کہاں سے آ رہی ہو؟ "خالہ سکینہ لہجے سے" ذرا کھٹور اور سخت تھیں۔اسی لئے وہ ہر کسی سے چاہے بڑا ہوتا یا چھوٹا، ایک ہی انداز سے بات کرتی تھیں۔یوں جیسے احسان کر رہی ہوں۔سارے محلے والے ان سے کم ہی الجھتے تھے۔ویسے تو گھربار والی تھیں مگر رشتہ کروانے کا کام بھی بہت خوشی سے کرتی تھیں۔زہرہ بی بی نے بھی انہیں حباب کے لئے کوئی اچھا سا رشتہ ڈھونڈنے کے لیے کہا ہوا تھا۔شاید وہ اسی سلسلے میں یہاں آئی تھیں۔

"میں ایک ضروری کام سے گئی تھی۔ تم سناؤ کیسے آنا ہوا۔"

ذہرہ بی بی نے پوچھا۔

"اے اتنی صبح صبح کونسا کام تھا۔کیا کوئی کاروبار شروع کر لیا ہے۔"

خالہ سکینہ اپنی ہی بات سے محظوظ ہوتی کھی کھی کر کے ہنسنے لگیں۔ذہرہ بی بی کو ان کا مذاق ذرا پسند نہ آیا مگر وہ جوابی کارروائی کر کے ایک اور محاذ کھولنا نہیں چاہتی تھیں اس لئے خاموش ہو رہیں۔خالہ سکینہ زبان کی کڑوی اور تیز خاتون تھیں ان کی قینچی کی طرح چلتی زبان سے ہر کوئی ڈرتا تھا۔ایک ایک دفعہ کسی کا پیچھا لے لیتی تو پھر جب تک تھکتی نہیں تھیں، پیچھا نہیں چھوڑتی تھیں۔

"ہاں بس یہی سمجھو۔۔ تم بتاؤ کیسے آنا ہوا؟"

ذہرہ بی بی نے پوچھا۔

"ہاں تم نے حباب کے لئے رشتے کا کہا تھا نا اسی کی بابت تشریف کا ٹوکرا لائی ہوں۔"

وہ موٹے موٹے شیشوں والی عینک کے پیچھے سے سامنے سے آتی حباب کو سر تا پیر گھورتے ہوئے بولیں جو ہاتھ میں پانی کا گلاس سے انہی کی طرف آ رہی تھی۔

"!!یہ لیں خالہ۔۔"

حباب نے گلاس خالہ سکینہ کی جانب بڑھایا۔وہ گلاس اسکے ہاتھ سے لے کر غٹا غٹ چڑھا گئیں۔

"اچھا کس کا رشتہ ہے، لڑکا کیا کام کرتا ہے۔"

ذہرہ بی بی نے پوچھا۔

"ارے تم بہت اچھے سے جانتی تو ہو اور کاروبار بھی بہت اچھا ہے۔"

خالہ سکینہ کی باچھیں یوں کھلی جا رہی تھیں جیسے کسی شہزادے کا رشتہ لائی ہوں۔

"اچھا کون ہے لڑکا؟"

ذہرہ بی بی سے خالہ سکینہ کی تعریف ہضم نہیں ہوئی۔انھوں نے حباب کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔وہ گلاس لئے کچن کی طرف چلی گئی۔

اۓ اپنا مالک مکان۔۔۔خالد۔۔۔چار چار دکانوں اور دو گھروں کا مالک ہے۔راج کرے" ہماری حباب۔رانی بنا کر رکھے گا۔حباب بڑی پسند ہے اسے۔اۓ ہاۓ کیا بتاوں میری تو چوکھٹ سے لگ کر بیٹھ گیا اوع بس ایک ہی تان لگا رکھی ہے کہ شادی کرے "گا تو صرف اور صرف حباب سے۔۔پورے محلے میں یہ ٹھاٹھ سے گھومتا ہے۔

خالہ سکینہ جو شروع ہوئیں تو انہیں ذہرہ بی بی کی تنی بھنویں اور غصیلا چہرہ بھی دکھائی نہ دیا۔

ارے سکینہ باولی ہو گئی ہو کیا یا تمہارے چشمے کا نمبر پرانا ہوگیا ہے۔بھلا میری حباب"

"اور اس کا کیا جوڑ۔کوئی ڈھنگ کا رشتہ ہو تو پھر آنا یہاں ورنہ وہ رہا دروازہ۔

ذہرہ بی بی مالک مکان خالد رشتے کے بارے میں سن کر غصے سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور ذہرہ بی بی کی بات سنتے ہیں خالہ سکینہ ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

اے لو۔۔۔بی بی تمہاری نواسی کونسی کروڑوں کی زمین و جائیداد کی مالکن ہے جو رشتوں" کی لائن لگی رہے گی۔خالی خولی شکل کو کوئی چاٹے گا کیا اور لوگ جہیز بھی مانگتے

ہیں۔خالد کھاتے پیتے گھرانے کا ہے۔ایک مکان اور ایک دکان بھی اپنی حباب کے نام کرنے کو بھی تیار ہے، اور کیا چاہیئے تمھیں۔لوگ تو منتیں مانتے ہیں ایسے رشتوں کے لئے اور تم ہو کہ اتنی کم عقلی کا ثبوت دے رہی ہو۔"

خالہ سکینہ نے خلاف عادت ذہرہ بی بی کو منانے کی کوشش کی۔اگر کوئی اور موقع ہوتا اور ذہرہ بی بی انہیں یوں دروازہ دکھاتیں تو وہ بھی ذہرہ بی بی کے دوبدو کھڑی ہو خوب بھڑاس نکالتیں، لیکن اس وقت موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ جھیل گئیں۔

"میری بیٹی کے لیے یہ مشٹنڈا ہی رہ گیا تھا۔مجھے انکار ہے اس رشتے سے۔۔کوئی اسکے جوڑ کا رشتہ ہو تو میں کیوں انکار کروں۔لو بھلا میری شہزادیوں جیسی بیٹی کے لیے یہ غنڈا موالی ہی رہ گیا تھا۔پورا محلہ جانتا ہے اس کے کرتوت اور کن لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہے، کوئی عقل کا اندھا اور پاگل ہی ہوگا جو اسے اپنی نازوں پلی بیٹی دے گا۔"

ذہرہ بی بی نے خالد کا سارا کچا چھٹا کھول کر رکھ دیا اور رشتے سے صاف انکار کردیا۔

"بڑی بی کچھ عقل سے کام لو۔جہاں پیسہ، لاکھوں جہیز ہو، اچھے رشتے وہیں آتے ہیں۔اتنا نہ اڑو گی تو دھم سے نیچے آگرو گی۔وہ سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہے۔۔بس حباب کا رشتہ دے دو تو۔"

خالہ سکینہ کی ایک ہی بات تھی۔وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی ذہرہ بی بی کو منانے کی مگر ذہرہ بی بی کی ایک نہ تھی۔خالہ سکینہ کو تو ان کے پیسوں کی فکر لاحق

ہوگئی جو رشتہ کروانے کے لیے خالد نے انہیں دیئے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر رشتہ نہ کروا سکیں تو پھر یہ پیسے انہیں واپس دینے پڑیں گے۔ذہرہ بی بی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ بہت پسند کرتا ہے حباب کو، کہتا ہے شادی کرے گا تو صرف حباب سے ورنہ" ساری عمر کنوارا بیٹھا رہے گا۔یہ نہ ہو کہ پھر اسے گھی نکالنے کے لئے انگلی الٹی کرنی "پڑے۔

خالہ سکینہ نے آخری حربہ استعمال کیا۔ان کی یہ معنی خیز بات ذہرہ بی بی اچھے سے سمجھ گئی تھیں۔

"میں ڈرتی نہیں ہوں کسی سے، جو کر سکتا ہے کر لے۔"

ذہرہ بی بی نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

دیکھو وہ جہیز کی کوئی مانگ نہیں کر رہا اور اوپر سے ایک دکان اور مکان بھی حباب" "کے نام کر رہا ہے۔اپنی حباب جائیداد والی۔۔

خالہ سکینہ ہار نہیں ماننا چاہتی تھیں۔

بس بس بات ختم۔۔۔نہیں چاہیئے یہ جائیداد وائیداد۔۔اسے کہو کہ حباب کا خیال" دل سے نکال دے، وہ کوئی زمین جائیداد نہیں کہ اسکے نام کر دوں اور ویسے بھی میں اس کا رشتہ کر چکی ہوں بلکہ وہ تو بچپن سے ہی اپنے تایا زاد سے منسوب ہے۔لڑکا باہر

پڑھنے گیا ہوا تھا تو مجھے اپنی بچی کی فکر تھی کہ اگر لوٹ کر نہ آیا تو۔۔ تبھی میں نے کسی سے کہا نہیں تھا اور تمھیں اسکے لئے رشتہ ڈھونڈنے کا کہہ دیا، مگر اب وہ واپس لوٹ آیا ہے۔اس لئے اب تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اسے کسی اور سے بیاہوں۔"

ذہرہ بی بی نے بات ہی ختم کر دی۔ان کی بات سن کر کمرے کے دروازے کی چوکھٹ میں کھڑی حباب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

ہائے میں مر گئی۔یہ کیا کہہ رہی ہو۔۔کل تک تو کوئی رشتہ دار تک نہیں تھا۔آج تایا ذاد کہاں سے پیدا ہوگیا اور اوپر سے بچپن میں منگنی بھی ٹپک پڑی۔"

خالہ سکینہ اپنی حیرت کو ایک طرف رکھتی تیز تیز آواز میں بولنے لگی۔

"ہاں سچ کہہ رہی ہوں۔"

ذہرہ بی بی نے کہا۔

"بی اماں۔۔۔"

حباب ذہرہ بی بی کیطرف بڑھی۔اسکا چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔اس سے اپنی بچپن کی منگنی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"تم اندر جاو۔"

ذہرہ بی بی نے حباب کو اندر بھیجا۔

"لو اچھی منگنی ہے، لڑکی کو پتہ ہی نہیں ہے۔"

خالہ سکینہ استزائیہ ہنسی تھی اور اندر کی طرف جاتی حباب کو طزنیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

تمھیں فکر نہیں ہونے چاہیئے اور اس خالد کو تو میں پہلے بھی صاف صاف بتا چکی" ہوں، حالانکہ وہ کئی مرتبہ مجھ سے ڈھکے چھپے الفاظ میں حباب کے لئے کہہ چکا تھا مگر میں نے ڈھکے چھپے نہیں بلکہ واشگاف الفاظ میں منع کر دیا تھا۔تب بھی میں نے بچپن کے رشتے کے بارے میں بتا دیا تھا اور اب دیکھو ہمت اسکی۔۔۔ملے کہیں مجھے "اچھی طرح خبر لوں گی اسکی۔

ذہرہ بی بی جیسے جیسے اس بارے میں سوچ رہی تھیں ان کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

اچھا جیسے تمہاری مرضی۔۔ویسے میں رشتہ ڈالے جا رہے ہوں۔ اچھی طرح سے سوچ" "لو، میں پھر چکر لگاؤں گی۔

خالہ سکینہ جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب مزید سوچنے کی کوئی گنجائش ہی کہاں ہے۔اس بات کو اب ختم ہی سمجھو۔"

ذہرہ بی بی نے دوٹوک انداز میں کہا۔

ائے بس چپ ہو جاؤ۔۔ عمر کے اس دہانے پر جھوٹ بولتے ہوئے تمہیں زرا حیا نہ" "آئی۔۔ہونہہ جیسے میں میں جانتی نہیں۔

خالہ سکینہ نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا۔

اچھا۔۔اب تم سکھاو گی مجھے، اور میں تم سے ڈرتی ہوں کیا جو جھوٹ بولوں گی۔ میرا" "سچ خود تمھارے سامنے آ جائے گا۔

ذہرہ بی بی خالہ سکینہ کے ہی انداز میں بولیں۔حباب ابھی بھی وہیں کھڑی تھی۔

اچھا چلتی ہوں۔اچھے سے سوچ بچار کر لینا۔وہ لڑکا ولایت سے پڑھ کر آیا ہے تو لازمی" ساتھ گوری میم بھی لایا ہوگا اور اگر ساتھ لایا نہ ہوا تو کچھ وقت بعد پیچھے پیچھے آ جائے "گی۔اللہ حافظ۔۔

خالہ سکینہ جاتے جاتے اپنا آخری تیر بھی پھینکتی گئی تھی جو نشانے پر لگا تھا۔وہ تو چلی گئی مگر ان کی بات سن کر ذہرہ بی بی خاموش ہو گئیں۔

"بی اماں۔۔یہ آپ کیا کہہ رہی تھیں۔"

خالہ سکینہ کے جانے کے بعد حباب تخت پہ خاموش بیٹھی ذہرہ بی بی کی طرف آئی۔

اب تم سوالات کی بوچھاڑ مت کر دینا حباب۔۔ایک کپ چائے بنا کر لاو، سر گھوم رہا" "ہے میرا۔

وہ بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی مگر ذہرہ بی بی سر پکڑ کر بولیں تو وہ ان کا موڈ خراب ہوتا دیکھ کر کچن کی طرف پلٹ گئی۔

"!!حباب۔۔۔"

ان کی پکار پہ وہ رک گئی اور پلٹ کر ان کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"پہلے دروازے کو کنڈی لگاو۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی جبکہ ذہرہ بی بی کا ذہن خالہ سکینہ کی باتوں میں الجھ گیا۔

"اے ے ے ---- یہ لگی ہاتھ--"

وہ مغرب کے بعد ڈائری لئے ہاسٹل کے گراؤنڈ میں کچھ الگ تھلگ رکھے بینچ پر بیٹھا تھا۔بینچ کے قریب ہی پول میں لگے بلب کی ذرد روشنی مدھم محسوس ہو رہی تھی اور اس مدھم روشنی میں میں وہ ڈائری کھولے بیٹھا تھا کہ انصب نے پیچھے سے آکر اس کے ہاتھ سے ڈائری اچک لی۔ میثم اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے پل بھر کو تو بوکھلا گیا۔

"انصب یہ کیا بدتمیزی ہے، دو میری ڈائری۔"

میثم غصے سے اس کی طرف بڑھا اور اس سے ڈائری لینے کی کوشش کی مگر دوسری جانب یہ انصب طاہر تھا جو بلا کا صدی تھا۔وہ سرپٹ دوڑتے ہوئے ہاسٹل کے احاطے سے نکل گیا۔ میثم اسکے پیچھے دوڑا تھا۔انصب تیز دوڑتے ہوئے کالج کی سیڑھیاں چڑھ گیا اور منٹوں میں میثم کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

"انصب باہر آو---کہاں چھپے ہو؟"

میثم جب سیکنڈ فلور پہ پہنچا تو انصب اسے کہیں دکھائی نہ دیا تو اس نے بلند آواز میں انصب کو سامنے آنے کے لیے کہا۔

"اگر تو میرا دوست ہے تو اس ڈائری کا ایک لفظ بھی نہیں پڑھے گا۔"

میثم کو اپنا آپ ہوا میں معلق محسوس ہو رہا تھا۔یوں جیسے وہ کسی بیابان میں بے یار و مددگار کھڑا ہو۔انصب ابھی بھی سامنے نہیں آیا تھا۔اسکا دماغ اسقدر ماوف ہو چکا تھا کہ یہ دیکھنے کے باوجود کہ تمام کلاس رومز کو تالا لگا ہوا ہے وہ اندر انصب کو ڈھونڈ رہا تھا۔

"انصب!!۔۔۔"

اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح اپنی زندگی کے اوراق انصب سے چھپا لے جنھیں وہ آج تک خود سے بھی چھپاتا آیا تھا۔انصب دوسری طرف سیڑھیوں کے پاس تھا۔ڈائری اسکے ہاتھ میں تھی۔اس نے دیوار کی آڑ میں ہو کر دیکھا تو اسے میثم پریشان چہرہ لئے ایک ایک کلاس روم میں جھانکتا دکھائی دے رہا دیا اور ساتھ ساتھ وہ اسے پکار بھی رہا تھا۔اسے عجیب سے احساسات نے گھیر لیا اور اسے اپنے فعل پہ شرمندگی ہونے لگی۔وہ دھیرے دھیرے چلتا میثم کے سامنے آگیا۔میثم اسے سامنے دیکھ کر کسی مجسمے کی صورت اپنی جگہ پر رک گیا۔اسکی اکھڑی سانسیں انصب کو شرمندگی کے سمندر میں غرق کر رہی تھیں۔دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔میثم کی نظریں

انصب کے ہاتھ میں موجود ڈائری پہ جمی تھیں۔انصب مزید قریب آیا اور ڈائری میثم کی طرف بڑھا دی۔میثم نے فورا ڈائری اس کے ہاتھ سے لے لی اور انصب کی طرف دیکھا۔

"میں تمہارا دوست ہوں۔"

انصب نے ایک ایک لفظ پہ زور دے کر ادا کیا تھا اور پھر وہ وہاں رکا نہیں۔انصب کے جانے کے بعد میثم ڈائری سینے سے لگائے دھیرے سیڑھیاں اترنے لگا۔وہ وہیں آخری سیڑھی پہ بیٹھ گیا اور ڈائری کھول کر دیکھنے لگا۔اس کی خالی خالی نظریں ڈائری کے صفحوں پہ پھسلنے لگیں۔اس میں لکھا ایک ایک لفظ میثم کے دل کو درد کی اتاہ گہرائیوں میں ڈوب رہا تھا۔اسکی ماں کے لکھے لفظ اسکے آنسووں سے تر ہو رہے تھے اور نیلی روشنائی پھیلتی جا رہی تھی۔

اس واقعے کے بعد دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔دونوں خاموشی سے ساتھ کالج کے لیے نکلتے اور سات واپس آتے مگر بالکل دریا کے دو کناروں کی طرح جو ہمیشہ ساتھ ساتھ تو چلتے ہیں مگر ملتے نہیں ہیں۔انصب تو شرمندہ تھا ہی میثم کو بھی اپنے رویے کا احساس تھا۔وہ اس کا دوست تھا۔اسے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تر تھا۔وہ اسے کبھی وہ کسی بھی لمحے اداس پریشان نہیں رہنے دیا تھا۔انصب اسے سمجھتا تھا۔اس کے مزاج کے رنگ سے واقف تھا۔اسی لئے اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس

نے اپنے اتنے اچھے دوست کو خفا کردیا تھا۔ایک ہفتے سے زیادہ ہونے لگا تھا۔اس واقعے کو ایک ہفتہ ہونے کو آیا تھا۔ میثم اس وقت لائبریری میں تھا۔انصب اس کے ساتھ لائبریری نہیں آیا تھا۔وہ اپنا کام ختم کرنے کے بعد بھی لائبریری میں ہی اس کا انتظار کرتا رہا مگر انصب نہیں آیا تو وہ لائبریری سے نکل آیا۔پہلے وہ انصب کی تلاش میں کینٹین گیا مگر جب وہ وہاں نہیں ملا تو وہ وہاں سے سیدھا گراؤنڈ کی طرف آیا۔انصب اسے کسی لڑکے کے ساتھ ایک بینچ پر بیٹھا دکھائی دیا۔ کچھ لمحے وہ وہیں کھڑا انصب کے قریب بیٹھے لڑکے کے جانے کا انتظار کرنے لگا مگر کچھ لمحے انتظار کرنے کے باوجود جب وہ لڑکا یونہی بیٹھا رہا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گیا۔دونوں نے بیک وقت اٹھا کر میثم کو دیکھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

میثم نے انصب کی جانب دیکھا۔

"ہاں بولو۔"

انصب نے سنجیدگی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔انصب کے ساتھ بیٹھا لڑکا اسے خدا حافظ کہتا اٹھ کر چلا گیا۔

"آئی ایم سوری۔"

لڑکے کے کچھ دور چلے جانے کے بعد میثم نے کہا۔اس کا سر شرمندگی سے جھکا ہوا تھا۔

"کس لیے؟"

انصب نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

"وہ۔۔۔اس شام جو بھی ہوا، اس کے لیے میں تم سے معافی۔۔۔۔"

تمھیں معافی مانگنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔غلطی میری ہی تھی میں بھول گیا تھا کہ ہماری دوستی ابھی اتنی مضبوط نہیں ہوئی تھی کہ ہم ایک دوسرے پر اعتبار "کرسکیں یا اپنا پرسنل ایک دوسرے سے شیئر کر سکیں۔

انصب نے اس کی بات کاٹی۔

تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، میرے دوست ہو۔تمہارے علاوہ میں کسی پر بھی" یقین نہیں کرتا۔آئی ایم سوری انصب پلیز۔۔۔میں بہت شرمندہ ہوں، تم سے نظریں "نہیں ملا پا رہا ہوں۔

میثم نے انصب کو دونوں شانوں سے تھام لیا۔

تمھیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے میثم۔میں ہی غلط تھا۔اس ڈائری کے" "لئے تمہاری فیلنگز کو بچپن سے جانتا ہوں۔مجھے وہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا۔

انصب شرمندہ دکھائی دینے لگا۔

"تم ایسا کو مت کہو، سارا قصور میرا ہے۔"

میثم نے نہایت جذبات کے عالم میں انصب کو گلے لگایا۔کچھ لمحے یونہی خاموشی سے بیت گئے۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا نا؟"

میثم اس سے الگ ہوا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

ہاں بھائی معاف کردیا ہے۔اب آج بھی معاف نہیں کروں گا تو کب کروں گا، جب"

"تم نے پہلی مرتبہ مجھ سے اظہارِ محبت جو کیا ہے۔

انصب کے لبوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

"اپنی حرکتیں مت چھوڑنا۔۔۔چل چلیں سر عابد کی کلاس شروع ہونے والی ہے۔"

میثم نے شرارت نسے اسکے سینے پہ مُکا جڑ دیا اور آگے قدم بڑھائے۔

"اب تیرے جیسی محبوبہ جس کے پاس ہو وہ تو کیسے یہ حرکتیں چھوڑ دوں۔"

انصب شرارت سے ہنستا اسکے پیچھے چل دیا۔

عمارہ۔۔۔ !!کہاں ہو یار۔۔؟"

وہ عمارہ کو پکارتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔وہ کمرے میں نہیں تھی۔وہ صوفے کی طرف بڑھا۔اس نے شوز اتارے اور وارڈروب سے کپڑے لیتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔فریش ہو کر باہر آیا تو عمارہ میثم کو گود میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی۔

"!!السلام علیکم۔۔"

عمارہ نے ابراہیم کو روم میں دیکھ کر سلام کیا اور میثم کو بیڈ پر لٹا دیا، لیکن شاید میثم کو ماں سے الگ ہونا پسند نہ آیا تھا اس لئے عمارہ نے اسے گود میں لیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔کدھر تھیں آپ محترمہ عمارہ ابراہیم صاحبہ۔"

ابراہیم تولیے سے بال رگڑتے ہوئے ان کے قریب آیا اور میثم کے گال چوم لیے۔ابراہیم کے چہرے پہ عمارہ کو خوشی کے رنگ دکھائی دیئے لیکن اسکے اس طرح سختی سے چومنے سے میثم کا موڈ خراب ہوا۔

"کیا بات ہے بڑے خوش دکھائی دے رہے ہیں۔"

عمارہ نے میثم کو بہلاتے ہوئے کہا اور بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

ہاں۔۔۔آج میری بات محمود علی سے ہوئی۔میں اس کے آفس گیا تھا۔وہ پاکستان" میں نہیں تھا۔کل ہی لوٹا ہے۔میں نے یونہی چیک کرنے کے لئے اسکا نمبر ڈائل کیا

"تو نمبر آن تھا۔

ابراہیم احمد بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے، پھر۔۔۔۔؟؟"

عمارہ نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔

بس پھر کیا۔۔۔ساری بات اسے بتا دی۔اسے بھی بہت افسوس ہوا سب جان کر۔اس نے بھروسہ دلایا ہے کہ وہ میری ہر طرح سے مدد کے لئے تیار ہے بلکہ وہ تو تمام رقم بھی واپس کر چکا ہے اور اس کے پاس وہ ڈاکومینٹ بھی موجود ہے۔جو ایک میرے کیس میں ایک پختہ کردار ادا کریں گے۔مجھے اور وکیل صاحب کو سب سے بڑا خوف ہی اس بات کا تھا کہ اگر اس نے پیسے واپس نہ کیے ہوئے تو ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ بن سکتا تھا۔بھائی نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ اس نے پیسے واپس نہیں کیے۔"

ابراہیم نے عمارہ کو تفصیل سے آگاہ کیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔بس آپ جلد سے جلد اس قصے کو ختم کریں۔"

عمارہ نے کہا۔

ہاں کل وکیل سے مل کر تمام معاملات طے کر لیں گے۔ محمود علی بھی آ جائے گا۔اس کے پاس ثبوت بھی موجود ہے جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ بھائی جھوٹ بول رہے ہیں اور جو بھی پیپرز کو اس ضمن میں پیش کیے ہیں وہ صرف اور صرف فراڈ

ہیں اور کچھ نہیں۔ہم یہ کیس جیت جائیں گے۔کل انشاءاللہ تمام معاملات دیکھ کر لیں گے۔"

ابراہیم پر یقین لہجے میں بولا۔

"اللہ تعالی مزید کامیابیاں نصیب کرے۔میں آپ کے لئے بہت خوش ہوں۔"

عمارہ بہت پرجوش انداز میں ابراہیم احمد کی طرف بڑھی۔ابراہیم نے اس سے سینے سے لگا کر اس کی پیشانی چومی۔

"آمین۔۔۔ !!اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔ایک کپ اچھی سی چائے پلاؤ۔"

ابراہیم احمد عمارہ سے کہا تو وہ سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی۔ ابراہیم میثم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ لیجئے آپ کی چائے۔"

کچھ دیر بعد عمارہ کمرے میں چائے لیے داخل ہوئی اور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی۔

عمارہ میں اپنے بیٹے کی پہلی سالگرہ دھوم دھام سے کرونگا۔ "ابراہیم بڑے پیار سے" میثم کے بال سنوارتے ہوئے بولا۔

"ہاں ضرور۔۔۔۔"

عمارہ نے باری باری دونوں کی طرف پیار سے دیکھا۔

ٹھیک ہے تو پھر چلتے ہیں شاپنگ کے لئے۔۔میں چائے پی لوں۔۔۔ویسے بھی دن "
"کم رہ گئے ہیں۔میں اپنے جگر گوشے کے لیے بہت سی بہت سے گفٹس لوں گا۔

ابراہیم چائے کی چسکیاں بھرتے ہوئے بولا۔

ابھی تو آپ آئے ہیں۔شام میں چلیں گے، مجھے بھی اس کے لئے کچھ ضروری "
"شاپنگ کرنی ہے۔

عمارہ نے میثم کو گود میں اٹھا لیا۔میثم اسکی گود میں آتے ہی خوشی سے قلقاریاں کرنے لگا جبکہ وہ دونوں اسکی سالگرہ کی پلیننگز کر رہے تھے۔

"آ جاؤ اندر۔۔۔چابی لائی ہو؟

دروازے پہ ہلکی سی دستک سن کر اس نے سامنے کھڑی ملازمہ سے پوچھا۔ملازمہ سر جھکائے کھڑی تھی۔

"جی۔۔۔"

ملازمہ نے ہاتھ میں پڑا سیاہ رنگ کا کپڑے کا تھیلا اس کی طرف بڑھایا۔اس نے وہ تھیلا ملازمہ کے ہاتھ سے لے لیا اور رخ پھیر کر تھیلے میں جھانکنے لگی۔ملازمہ وہیں کھڑی رہی۔

جاؤ تم اور باقی چیزیں بھی میرے وہاں جانے سے پہلے پہنچ جانی چاہیئے اور اس بار" کوئی غلطی نہیں۔پہلے ہی تمھاری وجہ سے بہت وقت ضائع ہوگیا ہے۔اس بار غلطی کی گنجائش نہیں۔"

اس نے سختی سے کہا۔

"آپ فکر مت کریں میں سب چیزیں وقت پر لے آؤں گی آپ۔۔۔۔"

"بس زیادہ تقریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اپنے کام سے کام رکھو۔"

اس نے اپنی سب سے قابل اعتماد ملازمہ کو ٹوکا۔اسے ملازماؤں کا فضول بحث کرنا قطعی پسند نہیں تھا۔اپنی مالکن کے ماتھے کی سلوٹیں دیکھ کر اس نے زبان پر تالا لگا لیا۔

"جاؤ۔۔"

اس نے ملازمہ کی طرف چابی بڑھاتے ہوئے اسے جانے کو کہا تو وہ سر ہلاتی وہاں سے چلی گئی۔ملازمہ کے جانے کے بعد وہ اٹھ کر بیڈ پہ آ گئی۔اس کے لب دھیرے دھیرے ہل رہے تھے۔

تمہارے لبوں کی مسکراہٹ کب تک قائم رہتی ہے۔اتنا عرصہ تو میں خاموش رہی" ،سوچا تھا ویسے بھی تباہی کے دہانے پر ہو۔۔بہت ختم ہو جاؤ گی لیکن تم مسکراتی رہو

یہ میں کیسے برداشت کر سکتی ہوں۔اب بھگتو گی تم اور میں تمہاری اولاد کو اپنا غلام بنا کر رکھوں گی۔"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ ہنستی جارہی تھی۔خوبصورت چہرے پر شیطانی جال بکھرا پڑا تھا۔اتنے میں کوئی دستک دیتا اندر داخل ہوا۔

"بی بی یہ دیکھ لیں جو جو اپنے منگوایا تھا وہ سب لے آئی ہوں۔"

ملازمہ واپس آئی تھی۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔۔۔اور ہاں رات کو کمرے کے آس پاس ہی رہنا تاکہ کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو سکے۔"

اس نے ملازمہ کو ہدایت دی۔ملازمہ دروازے کی سمت بڑھ گئی۔

"رکو!!۔۔"

ملازمہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"یہ لو اور بڑے صاحب کے تکیے میں رکھ دو۔"

اس نے سیاہ چمڑے میں لپٹا ایک تعویذ ملازمہ کو دیا۔ملازمہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ تعویذ لیا اور تیزی وہاں سے نکل گئی۔ملازمہ کے جانے کے بعد اس کی نظر گھڑی کی سوئیوں پہ ٹکی تھی۔وقت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔جیسے ہی گھڑی نے مقررہ وقت

نہیں بھولی تھی۔ بجایا وہ کمرے سے نکلی اور کمرے سے نکلتے ہوئے تھیلا لینا

دونوں بھائیوں کے تعلقات بہت خراب ہوگئے تھے۔ محمود علی کے آنے کے بعد کیس کی کیا پلٹ گئی تھی۔ابراہیم احمد اب باآسانی یہ کیس جیت سکتا تھا۔وکیل نے بھی ابراہیم احمد کو مطمئن کر دیا تھا۔اس وقت ابراہیم احمد محمود علی کے ساتھ اپنے وکیل کے آفس میں ہی موجود تھا۔ابراہیم احمد بہت خوش اور مطمئن تھا۔

ویسے تاریخ بہت آگے نہیں ہو گئی۔میں جلد از جلد اس معاملے کو ختم کرنا چاہتا" ہوں۔یہ سب میرے لئے کسی ذہنی اذیت سے کم نہیں تھا۔اب میں سکون سے اپنی "زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔میں تو سمجھ رہا تھا کہ آج کی پیشی آخری ہو گی مگر۔۔۔

ابرہیم نے اپنی آرام دہ کرسی پہ جھولتے وکیل کو دیکھا۔

"ارے ابراہیم صاحب ٹھنڈا کر کے کھانا چاہیئے،گرم گرم کھانے سے منہ ہی جلتا ہے۔"

وکیل اصغر خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پھر بھی۔۔۔"

ابراہیم احمد نے پیپر ویٹ گھمایا۔

"آپ بے فکر ہو جائیں۔اگلی پیشی آخری ہو گی۔"

وکیل نے اسے یقین دلایا۔

چلو ٹھیک ہے یار میں چلتا ہوں۔یہ سب جلد ختم ہو جائے تو اچھا ہو گا۔میں نے" واپس بھی جانا ہے۔ صرف تمہارے لیے میں سب چھوڑ چھاڑ کر چلایا آیا ہوں۔تم نے کڑے وقت کیا میری مدد کی تھی اور آج میں جہاں ہوں تمہاری سپورٹ اور اعتبار کی وجہ سے ہوں۔"

محمود علی ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر جیب میں ڈالتا اٹھ کھڑا ہوا اور مصافحے کی لئے ابراہیم احمد کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

کوئی بات نہیں یار اور تم میرے لئے اپنے اتنے کام چھوڑ چھاڑ کر آئے ہو۔تمہارا" بہت شکریہ۔"

ابراہیم اس سے بغلگیر ہوا۔

میں نے تمہیں کہا تھا کہ مجھ سے پنگا مت لو۔مجھے سارے جہان میں بدنام کر" دیا۔بڑی اچھی مثال قائم کر رہے ہو دنیا کے لئے۔"

ابراہیم احمد محمود علی سے بغلگیر تھا جب ابرار احمد شدید غصے کے عالم میں آفس میں داخل ہوا اور چیختے ہوئے ابراہیم احمد کی طرف بڑھا۔

یہ سب آپ نے شروع کیا تھا بھائی، اگر آپ کو اپنی عزت کی اتنی پرواہ ہوتی تو وہ" سب نہ کرتے جس سے بابا کی عزت اور ساکھ پر کوئی حرف نہ آتا اور نا ہی میرے

ساتھ اتنی ناانصافی کرتے۔آپکی بدنامی میری وجہ سے نہیں بلکہ آپکی اپنی وجہ سے ہوئی ہے۔اس اب کے ذمہ دار آپ خود ہیں نہ کہ کوئی اور۔"

ابراہیم احمد ان کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔اگر وہ ان سے کچھ قدم پیچھے نہ ہٹا ہوتا تو قریب تھا کہ وہ اسے گریبان سے پکڑ کر جھنجوڑ ڈالتے۔

"بکواس بند کرو اپنی۔۔"

ابرار احمد بپھرے ہوئے اس پہ جھپٹے۔وکیل اصغر خان اور محمود علی نے بیچ میں آکر انہیں روکا۔ان کے اندر غصے کا لاوا ابل رہا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ میرا آفس ہے۔"

وکیل اصغر خان نے ابرار احمد کو پیچھے کیا۔

"ابھی تو میں نے کہنا شروع ہی کیا ہے۔مزید کیوں گا تو آپکا کیا خیال ہو گا۔"

ابراہیم کی بھی برداشت کی حد ختم ہو گئی تھی۔

اپنی حد میں رہو، بس یہی کہنے آیا تھا۔۔ورنہ بھول جاؤں گا کہ تم میرے چھوٹے "بھائی ہو۔

ابرار احمد نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اپنی حد میں رہیں۔"

ابراہیم احمد نے بھی دو بدو جواب دیا۔ابرار احمد کچھ لمحے خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

"ختم کرو یہ کیس۔۔اپنا حصہ لو اور دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔"

ابرار احمد چیختے ہوئے بولے۔

نہیں اب ایسے تو نہیں۔۔اب تو کیس کا فیصلہ ہی میرا حق مجھے دلائے گا۔آپ کے"

"ہاتھ سے تو اب مجھے کچھ بھی نہیں چاہیئے۔

ابراھیم احمد یہ کہہ کر وہ وہاں رکا نہیں۔اس کے جانے کے بعد ابرار احمد دونوں پہ ایک سخت نظر ڈال کر وہاں سے نکل گئے۔

پتہ نہیں۔۔۔یہ ابرار بھائی کو آخر ہو کیا گیا ہے۔اگر یہ پیار سے ابراہیم کو اپنا مسئلہ بتا"

"دیتے تو وہ اپنی جان بھی انہیں دے دیتا۔

ان کے جانے کے بعد محمود علی نے وکیل اصغر خان کی طرف دیکھا۔وکیل اصغر خان اس کی بات کے جواب میں صرف کندھے اچکا کر رہ گیا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔دونوں بھائی الگ ہوچکے تھے۔ابراہیم احمد کیس جیت گیا تھا۔جعلی کاغذات اور دھوکہ دہی کے الزام میں ابرار احمد کو دو سال قید اور جرمانے کی سزا ہوئی تھی لیکن ابراہیم احمد نے انہیں معاف کردیا تھا۔ابرار احمد بھائی سے صلح کرنے کی بجائے اس کے شدید خلاف ہوگئے۔ابراہیم احمد کمپنی سے بھی دستبردار ہوگیا لیکن اس کا بھی ابرار احمد کو کچھ خاص فائدہ نہ ہوا تھا کیونکہ کمپنی لاس میں جارہی تھی

اور اسے دوبارہ مستحکم کرنے کے لیے کافی سرمایہ چاہیئے تھا۔جو اس وقت ان کے پاس نہیں تھا۔ابراہیم اپنی فیملی کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔اس نے اسی ایریاء میں ایک گھر خریدا اور وہاں شفٹ ہو گئے۔دونوں کی زندگی اب قدرے سکون سے گزر رہی تھی۔عمارا بھی بہت خوش اور مطمئن تھی۔وہ ڈر اور بے سکونی جو گھر میں اس کے چاروں اور رہتی تھی اب ختم ہوگئی تھی۔ابراہیم احمد نے اپنا بزنس شروع کیا اور بہت محنت اور لگن سے دن رات محنت کر رہا تھا۔میثم دو سال کا ہونے والا تھا۔دونوں میاں بیوی خوش و خرم زندگی گزار رہے تھے ان کی پرسکون زندگی میں ہلچل چچا صداقت احمد کے آنے سے ہوئی۔انہیں جب سارے معاملے کا پتہ چلا تو وہ چلے آئے تھے۔

"چاچا جی اس واقعے تو کافی وقت گزر گیا ہے۔میں کئی بار بھائی کے پاس گیا۔اپنی غلطی نہ ہونے کے باوجود معافی بھی مانگی مگر انھوں نے مجھ سے ملنے سے ہی انکار کر دیا۔اب تو چوکیدار بھی مجھے اندر نہیں جانے دیتا۔تھک ہار کر میں اپنے راستے ہو لیا۔"

ابراہیم احمد اور صداقت احمد لاونج میں بیٹھے تھے۔ابراہیم نے انہیں تفصیل سے آگاہ کیا۔

"بس جیسے ہی معلوم پڑا چلا آیا۔تمھاری ساری بات ٹھیک ہے۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ غلطی ابرار کی ہے لیکن خیر تم چھوٹے ہو وہ بڑا ہے۔سارے خاندان میں تماشا بن گیا ہے۔لوگ ہنس رہے ہیں اور تم دونوں کے اسطرح الگ ہونے سے خوش ہیں۔"

صداقت احمد افسوس بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

آپ جانتے ہیں سب۔۔میں انہیں اب بھی اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں لیکن وہی اجنبی" بنے ہوئے ہیں۔آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں نے انہیں معاف کر دیا تھا اس "سب کے لئے جو انھوں نے میرے ساتھ کیا۔

ابراھیم نے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔اب میں آگیا ہوں تو کھل کر بات ہو جائے گی۔میں نہیں چاہتا کہ" بھائیوں میں کوئی دشمنی جنم لے۔بھائیوں میں اکثر ذنانیوں کی وجہ سے پھوٹ پڑ جاتی ہے۔زر، زمین اور زن تو ہمیشہ سے ہی مرکزی کردار ادا کرتی ہیں۔تم ابھی چھوٹے ہو خاندان کو جوڑ کر رکھنا پڑتا ہے۔اگر خاندان کی زنجیر کی ایک بھی کڑی ٹوٹ کر الگ ہو جائے تو سب تہس نہس ہو جاتا ہے اور انسان اکیلا رہ جاتا ہے۔پھر ایک وقت زندگی میں ایسا بھی آتا ہے کہ جب بڑوں کی رہنمائی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔۔جیسے آج "تمھیں ہے، ابرار کو ہے۔میں ملوں گا اس سے بھی تاکہ مسئلے کو سلجھایا جا سکے۔

صداقت احمد بڑی بردباری سے ابراھیم احمد کو سمجھا رہے تھے۔انہیں سچ میں دونوں بھائیوں کے بارے میں جان کر بہت زیادہ دکھ ہو رہا تھا۔

چاچا جی ساری غلطی ابرار بھائی کی ہے۔اس میں نہ میری بیوی شامل اور نہ ہی" بھابھی کا ہاتھ ہے۔اگر میں اپنا حق مانگ رہا تھا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ میں

ان سب رشتے ناطے توڑنا چاہتا تھا۔میں نے اب بھی انہیں معاف کرکے انہیں عزت دی ہے مگر شاید وہ۔۔۔"

"ٹھیک ہے تم پریشان نہ ہو میں آگیا ہوں۔اب یہ مسئلہ حل کرکے ہی جاؤں گا۔چلو اب چلتا ہوں۔ابرار سے بھی ملنا ہے۔اس کی بات بھی سن لوں کہ وہ کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔"

صداقت احمد اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے شانے پر تسلی بھرا ہاتھ رکھا۔

"میں تو نہیں ہو پریشان البتہ وہ ضرور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔"

ابراہیم نے کچھ سوچ کر ان کی طرف دیکھا۔

"تو تمھیں ان مشکلات میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیئے تھا۔ "صداقت احمد دل کی بات زبان پر لے آئے۔

"آپ کچھ نہیں جانتے چاچا جی۔۔۔خیر آپ رک جاتے میرے پاس، عمارہ کھانا تیار کر رہی ہے بلکہ آپ یہیں رہیں میرے پاس مجھے خوشی ہوگی۔"

وہ صداقت احمد سے بغلگیر ہوتے ہوئے بولا۔

"آؤں گا انشاءاللہ۔۔کل ماجد وغیرہ بھی آ جائیں گے تو مل کر کھانا کھائیں گے۔"

صداقت احمد آگے بڑھے۔

"ویسے۔۔۔اگر میں تمھیں وہاں بلاؤں تو آ جاؤ گے نا؟"

صداقت احمد جاتے جاتے پلٹے۔ان کے چہرے پر اداسی کے گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔

"کیوں نہیں چاچا جی۔۔آپ جب حکم کریں گے میں آ جاوں گا۔"

ابراہیم شرمندہ ہو گیا۔

"چلو ٹھیک ہے چلتا ہوں اللہ حافظ۔۔ !!رحیم باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہو گا۔"

وہ اس سے بغلگیر ہوئے۔

مجھے تم دونوں سے بشارت لالا کی خوشبو آتی ہے۔میں تم دونوں کو اس طرح ٹکڑوں"

"میں بٹا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔

وہ اسے سینے سے لگائے لگائے رندھے ہوئے لہجے میں بولے۔ابراہیم بھی باپ کا ذکر سن کر غمزدہ ہوگیا۔

"کیا سوچ رہی ہیں بی اماں؟"

ذہرہ بی بی عصر کے بعد تخت پہ چت لیٹی آسمان کو تکے جا رہی تھی۔چہرے پہ گہری سوچوں کا جال بکھرا تھا۔حباب کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔خالہ سکینہ کے بعد سے ذہرہ بی بی بالکل خاموش ہو گئی تھیں۔ان کے انداز کو دیکھ کر حباب کو لگا تھا کہ انہوں نے اس کی خاطر سکینہ بی بی سے جو جھوٹ بولا تھا، اس جھوٹ کو لے کر وہ

پچھتاوے کا شکار ہیں۔حالنکہ اس بات کو بھی دو دن سے اوپر ہونے لگے۔ان کے چہرے پہ ایک اداسی سی ٹھہر گئی تھی۔ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گرنے کی رفتار بہت دھیمی تھی۔حباب ان کے پیروں کی جانب آکر بیٹھ گئی اور ان کے پیروں پر ہاتھ رکھ کر ہلکے ہلکے ہاتھوں سے دبانے لگی۔

"کیا سوچ رہے ہیں بی اماں؟"

اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"کچھ نہیں۔"

وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں۔

کچھ تو ہے اس دن کے بعد سے آپ کا انداز و مزاج میں کافی تبدیلی آئی ہے اور پھر "وہ سب۔۔کیا آپکو اپنے جھوٹ پر پچھتاوا ہے جو آپ نے میرے لئے بولا۔۔۔؟"

حباب نے ان کے پیروں پہ ہاتھ رکھ کر انہیں متوجہ کیا۔وہ سوچ رہی تھی کہ ذہرہ بی بی نے اسکے لئے خالہ سکینہ سے جھوٹ بولا تھا۔ان کے چہرے سے ان سوالوں کے جواب جاننا چاہتی تھی جو اس کے ذہن میں کھلبلی مچا رہے تھے مگر اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ اس بارے میں ان سے کچھ پوچھ سکتی۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے اور مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔"

انہوں نے اس کی مکمل ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی۔

"تو پھر آپ نے ایسی بے بنیاد بات کیوں کی؟"

حباب ان کا اس بات سے کنی کترانا اچھے سے سمجھ رہی تھی۔

تو کیا کرتی۔۔۔ہاں کر دیتی خالد کے لئے۔تم اچھی طرح جانتی ہو کہ خالہ سکینہ نے "

"ہماری چوکھٹ سے لگ جانا تھا۔

وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں بولیں۔حباب ان کے انداز پہ حیران رہ گئی۔

"بی اماں۔۔ !!کہیں اس لڑکے نے تو کچھ نہیں کہا؟"

حباب نے پوچھا۔

"تم کیا میری پٹی سے لگ کر بیٹھ گئی ہو۔"

ذہرہ بی بی کا انداز بیک وقت حیران و پریشان کر رہا تھا۔

،اچھا دفع کریں۔۔آپ کا وہ لمبوترا نما بچہ ہمارے برتنوں پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے "

"واپس ہی نہیں کیے اور نہ ہی آپ لینے گئی ہیں۔

حباب نے اس سارے قصے پر مٹی ڈالتے ہوئے کہا۔

"تم کھانا بناؤ میں آتی ہوں، اندر سے میری چادر لے آو۔"

ذہرہ بی بی جوتے پہن کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اب اس وقت کہاں جا رہی ہیں؟"

حباب نے ان کی تیزی دیکھ کر پوچھا۔

"برتن لینے۔"

ذہرہ بی بی نے کہا تو وہ چادر لے آئی۔

"آپ خود کو کیوں تھکا رہی ہیں وہ خود ہی دے جائے گا۔"

حباب نے انہیں جانے سے روکا۔اب تو وہ کسی کام یا سبزی کے لئے باہر بھی باہر جاتی تھیں تو حباب کو دھڑکا ہی لگا رہتا تھا۔

بس ابھی چند سیکنڈ میں آتی ہوں، آتے ہوئے بینگن بھی لے آوں گی۔۔ بڑا جی چاہ "رہا ہے بینگن کا بھرتا کھانے کا۔

وہ اسے دروازہ بند کرنے کا اشارہ کرتی چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور واپس تخت پر آ بیٹھی۔ نجانے کیوں اسکا دھیان ابراہیم کی طرف چلا گیا۔اس دن کے بعد سے وہ بھی اماں سے ملنے بھی نہیں آیا تھا۔وہ دل ہی دل میں اسکی بہت شکرگزار تھی۔

"تمھیں کیسا لگتا ہے وہ؟"

اچانک بی اماں کا سوال اس کے کانوں میں گونجا۔اسکا قدآور سراپا حباب کی نگاہوں کے سامنے آگیا۔

"اچھا ہے۔"

اس کے لب مسکرائے۔

"لا حول ولا قوۃ۔۔۔میں کیوں اس کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

وہ اپنی سوچ پہ لا حول پڑتی باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔

جاثرہ احمد صداقت احمد کے آنے سے قطعی خوش نہیں تھی۔ان کے ملنے کے انداز سے سبھی پہ ان کی ناپسندیدگی آشکارا ہو گئی تھی۔ابرار احمد کو ان کا لاپرواہ رویہ اچھا نہیں لگا تھا۔آجکل ویسے بھی اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔وہ اپنے بزنس کو لے کر بہت پریشان تھا۔ابراہیم کا الگ ہو جانا، پھر کیس جیت جانا اور پھر سبھی کا انہیں موردالزام ٹھہرانا، وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو رہا تھا۔صرف ایک جاثرہ احمد تھی جو اس کے ہر اچھے برے فعل میں ان کے ساتھ کھڑی رہتی تھی، اسے بڑھاوا دیتی۔اگر وہ بھائی کی محبت کے جذبے سے مغلوب ہو بھی جاتا تو وہ ہر ممکن کوشش کر کے اس کی سوچ بدلنے کی کوشش کرتی تھی۔اس نے ہر بار کی طرح اس مرتبہ بھی ابرار احمد کو صداقت احمد کے خلاف کرنے کی کوشش کی تھی مگر ابرار احمد اس بار اس کے نرغے میں نہیں آیا اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کروا دیا۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ صداقت احمد نے ہمیشہ دونوں بھتیجوں سے بہت پیار کیا۔ان کے ہر معاملے میں ساتھ دیا تھا۔جب بھی دونوں بھائیوں کو ان کی ضرورت ہوتی وہ آن موجود ہوتے۔ان کے والد بشارت احمد کے جانے کے بعد دونوں بھائی ٹوٹ کر رہ گئے

تھے۔ایسے میں صداقت احمد نے اپنی بے غرض محبت سے دونوں کو سہارا دیا اور کچھ عرصہ ان کے ساتھ رہے۔یہی وجہ تھی کہ ابرار احمد اور ابراہیم احمد اپنے چچا کی بہت عزت کرتے اور انہیں باپ کا درجہ دیتے تھے مگر یہ بات جاثرہ احمد نہیں سمجھتی تھی۔ابرار احمد کی ڈانٹ کے باعث وہ موڈ خراب کیے اپنے کمرے میں تھی۔ابرار احمد واش روم سے برآمد ہوا، اسے موڈ خراب کیے بیڈ پہ پڑی شرٹس طے کر رہی تھی۔ابرار احمد نے اسے مکمل اگنور کیا اور سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر کمرے سے نکل ہی رہا تھا جب وہ بول پڑی۔

اب یہ یہاں کیوں آن وارد ہوئے ہیں۔۔؟ آرام نہیں ہے ان کو، نہ خود چین سے "جیتے ہیں نہ دوسروں کو جینے دیتے ہیں۔"

جاثرہ احمد نے ہاتھ میں پکڑی شرٹ گول مول کر کے بیڈ پہ پھینکی۔وہ صداقت احمد کے آنے کا مقصد جاننا چاہتی تھی۔

جاثرہ۔۔۔اس وقت میں بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔چائے بنوا کر لاؤنج میں بھیجو" اور خود بھی نیچے آؤ۔میں تمھیں چاچا جی کے سامنے کسی قسم کے ڈرامے کی اجازت "نہیں دوں گا اور ہاں اپنے چہرے کے ان ٹیڑھے زاویوں کو درست رکھنا۔

ابرار احمد اس کے خراب موڈ کا نوٹس نہ لیتے ہوئے دو ٹوک انداز میں اسے سمجھاتے کمرے سے نکل گئے۔

ہونہہ۔۔ !!سلام کرتی ہے میری جوتی۔اتنی مشکل سے تو دونوں بھائیوں کے درمیان" دوریاں پیدا کی ہیں اور یہ چاچا جی پھر سے آ گئے ہیں، لیکن خیر چاچا جی میرے جیتے جی تو آپکی دلی مراد کبھی پوری نہیں ہو گی۔"

جاثرہ احمد ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کمرے سے نکل کر کچن میں آ گئی۔ملازمہ کو چائے تیار کرنے کا کہا۔تھوڑی دیر بعد چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی لئے وہ ملازمہ کے پیچھے لاؤنج میں داخل ہوئی۔وہاں موجود افراد جاثرہ احمد کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

"!!السلام و علیکم چاچا جی۔۔"

اس نے نا چاہتے ہوئے بھی صداقت احمد کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بھو۔۔۔ !!کیسی ہو؟"

انھوں نے اس کے سر پہ دستِ شفقت رکھا۔

"اچھی ہوں۔"

جاثرہ احمد نے بے تاثر لہجے میں کہا اور ملازمہ سے چائے سرو کرنے کا کہتی وہاں سے چلی گئی۔وہ سمجھ گئی تھی کہ اسکی وہاں موجودگی صداقت احمد کو خاموش کر گئی ہے اور وہ اسکی موجودگی میں بات نہیں کرنا چاہتے۔اس لئے اس نے وہاں سے چلے جانا ہی مناسب سمجھا حالانکہ وہ وہاں بیٹھ کر ان کی بات سننا چاہتی تھی مگر ابرار احمد نے بھی

اسے جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔وہ بھی جانتے تھے کہ اگر وہ یہاں بیٹھی تو اپنی گل افشانی سے باز نہیں آئے گی۔اس لئے وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ وہاں بیٹھے۔جاثرہ احمد کے جانے کے بعد ابرار احمد نے سکھ کا سانس خارج کیا اور صداقت احمد کی طرف دیکھا۔

تم بڑے ہو بیٹا اور وہ چھوٹا ہے۔تم دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کی" "ضرورت ہے۔یقین مانو مجھے یہ سب جان کر بہت افسوس ہوا۔

صداقت احمد نے بات کا سلسلہ وہیں سے جوڑا جہاں سے ٹوٹا تھا۔

چاچا جی۔۔سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔میں اپنی غلطی مانتا ہوں۔میں تو ابھی" "بھی۔۔۔

تم نے ٹھیک کہا، ساری غلطی تمھاری ہے۔وہ تو حق پر تھا اور ہے۔تم نے ہی" معاملے کو طول دے کر سب بگاڑ دیا۔اگر تم سمجھداری کا ثبوت دیتے تو تمھیں وہ سب کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، لیکن خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی "غلطی مانو اور کفارہ ادا کرو۔

صداقت احمد نے اسکی بات بیچ میں ہی کاٹ دی۔

"میں شرمندہ ہوں اور آپ جو کہیں گے، میں کرنے کو تیار ہوں۔"

ابرار احمد سر جھکائے بولا۔

"میں تم پہ کوئی دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔اس لئے تمھیں سوچنے کے لئے وقت دے رہا ہوں۔ بشارت لالا نہیں ہیں تو یہ میرا فرض بنتا ہے کہ اگر تم دونوں کے رشتے میں کسی قسم کی کوئی کھٹاس پیدا ہو تو میں اسے ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں۔"

صداقت احمد نے بردباری سے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔۔آپ یقین مانیے میں خود بھی بہت پریشان ہوں۔ جب سے وہ یہاں سے گیا ہے میں چین کی نیند نہیں سویا۔میں نے بہت سی غلطیاں کی ہیں اور اب میں ان غلطیوں کو درست کرنا چاہتا ہوں۔چاچا جی آپ میری مدد کریں گے نا؟"

ابرار احمد اپنی جگہ سے اٹھ کر صداقت احمد کے پاس آگیا اور ان کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا۔صداقت احمد مسکرا دیئے۔

"مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تمھارا ضمیر ابھی زندہ ہے اور تم پہ فخر ہے کہ تم نے میرے بچوں کے سامنے میرا مان رکھا۔میں ابراہیم کے پاس بھی گیا تھا۔تم دونوں نے مجھے جو عزت دی اس سے مجھے خود پہ رشک ہونے لگا ہے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابرار احمد کو سینے سے لگایا۔

"تو پھر اس اتوار کو ابراہیم کو یہاں بلا لیں گے۔تم دونوں بھائی کہہ سن کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لو گے تو اچھا ہو گا۔کیوں ماجد ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

وہ ابرار احمد سے الگ ہوئے اور اپنے بڑے بیٹے ماجد احمد کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"جی بابا۔۔۔آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"

ماجد احمد اٹھ کھڑا ہوا۔

"تمھیں کوئی اعتراض؟"

انہوں نے ابرار احمد کی طرف دیکھا۔

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔"

ابرار احمد کو بھلا کیا اعتراض ہونا تھا اس نے بھی حامی بھری۔

"چلو ٹھیک ہے اتوار کو ملاقات ہوتی ہے۔"

صداقت احمد نے بیٹوں کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"چاچا جی میں آپ کو اس طرح جانے نہیں دوں گا۔"

ابرار احمد نے انہیں روکنا چاہا۔

نہیں بیٹا۔۔پھر آؤں گا انشاء اللہ۔۔۔پھر تمھارے پاس کھانا بھی کھاؤں گا اور رات بھی"

"رہوں گا۔اب اجازت۔۔۔

وہ ایک بار پھر ابرار احمد سے بغلگیر ہوئے۔

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔"

ابرار احمد نے ان کے ساتھ باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

"!!چلو اللہ حافظ۔۔۔"

صداقت احمد الوداعی کلمات ادا کرتے آگے بڑھ گئے۔ابرار احمد انہیں سی آف کرنے ان کے ساتھ گیٹ تک آیا تھا۔

وہ باہر جانے کی مکمل تیاری کر چکا تھا۔ایک ہفتہ اس نے باقی کی تیاری میں گزارنا تھا۔اس لئے بس تیار ہو کر نکلنے ہی والا تھا کہ دروازے پہ ہونے والی دستک نے اسے متوجہ کیا تھا۔اسے یہاں آئے دو مہینے ہو گئے تھے مگر محلے والوں سے تعلقات استوار کرنے کی قطعی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔اس لئے دروازے پہ دستک نہ ہونے کے برابر تھی۔وہ شوز پہنتا دروازے کی جانب بڑھا۔

"ارے بی اماں آپ---"

اس نے ذہرہ بی بی کو دیکھ کر حیرت ظاہر کی تھی۔جیسے اسے ان کے آنے کی توقع نہ ہو۔

ہاں بیٹا---وہ میں برتن لینے آئی تھی۔انتظار کرتی رہی کہ تم آؤ گے پھر سوچا کہ ہو"
"سکتا ہے کہ تم مصروف ہو تو اس لئے خود ہی آ گئی۔تمھیں برا تو نہیں لگا میرا آنا؟

ذہرہ بی بی نے اسکے چہرے پہ سجی اکتاہٹ بھری حیرت دیکھ کر پوچھا۔

نہیں بالکل نہیں--دراصل میں کسی ضروری کام سے جا رہا تھا اس لئے---آپ"
"رکیے میں برتن لے کر آتا ہوں۔

اس نے انہیں وہیں ٹھہرنے کو کہا اور خود اندر کی جانب بڑھ گیا۔ذہرہ بی بی کو شرمندگی نے آ گھیرا۔وہ دیوار کے سہارے کھڑی تھیں۔کچھ دیر بعد وہ ٹرے لئے واپس آیا۔

"یہ لیں اور آپکا بہت شکریہ۔۔میں لے آتا مگر ان دنوں کام کے سلسلے میں بہت مصروف رہا۔"

اس نے ٹرے ان کی طرف بڑھایا۔

"کوئی بات نہیں۔۔ابھی تو تم کافی اجلت میں لگ رہے ہو۔جب فارغ ہو جاؤ تو گھر آنا۔میں نے ابھی حباب کو تمھارے بارے میں نہیں بتایا۔تم آؤ گے تو تم دونوں کا تعارف کراؤں گی۔وہ بہت خوش ہوگی۔چلو اب میں چلتی ہوں، تمھیں دیر ہو رہی ہو گی۔"

ذہرہ بی بی اس کے کندھے پہ تھپکی دیتی پلٹ گئیں۔

"میں جیسے ہی فری ہوا آؤں گا۔"

اس نے اونچی آواز میں کہا تاکہ ذہرہ بی بی سن لیں۔وہ پلٹ کر مسکرائی تھیں۔ان کے جانے کے بعد وہ اندر کمرے سے چابیاں اور موبائل جیب میں رکھتا واپس آیا۔اتنے میں اسکے فون کی رِنگ ٹون بجنے لگی۔اس نے اگنور کرتے ہوئے دروازہ لاکڈ

کیا اور تقریباً بھاگتے ہوئے اپنی گاڑی تک آیا تھا۔گاڑی میں بیٹھتے اور پھر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے فون ریسیو کیا۔

"!!ہیلو۔۔۔"

وہ پھولتی سانسوں کے بیچ بولا۔

کہاں ہے خبیث۔۔کب سے انتظار کر رہا ہوں۔اگلے چند منٹوں میں اگر تم نہ پہنچے تو"
"میں چلا جاؤں گا۔

اسکی بات سن کر وہ مسکرا دیا۔

دھمکی دینے سے باز نہ آنا اور تمھیں کیا لگتا ہے میرے پاس کوئی اڑن کھٹولا ہے جو"
"یہاں بیٹھوں اور وہاں تمھارے پاس پہنچ جاؤں۔تھوڑی تسلی رکھو آ رہا ہوں۔

وہ گاڑی مین روڈ پہ ڈالتے ہوئے بولا۔

دانت مت نکالو اور جلد پہنچو ورنہ میں اڑن کھٹولے پہ بیٹھ گیا نا تو تمھارے ہاتھ نہیں"
"لگوں گا پھر ڈھونڈتے رہنا۔

وہ اپنے مزاج کے برخلاف سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"بس آ رہا ہوں۔۔دس منٹ میں تمھارے پاس ہوں گا۔"

وہ بھی سنجیدہ ہوا۔اگلے دس دن منٹوں میں وہ آفس کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

کیا ہے۔۔ تم کچھ دیر انتظار نہیں کر سکتے کیا۔ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پہ سوار رہتے "
ہو۔"

وہ کیبن میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ سامنے بیٹھے لڑکے کا چہرہ کافی حد تک سنجیدہ تھا۔ اس نے میثم کو دیکھکر رخ پھیر لیا تو میثم کو ہنسی آگئی۔ وہ اسکے سامنے بیٹھ گیا۔

"ہوا کیا ہے؟"

اس نے ٹیبل بجا کر اسے متوجہ کیا۔

"تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔ میرے سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا نا تم پہ۔"

انصب شدید غصہ میں لگ رہا تھا۔

یہ میرا پرسنل میٹر ہے۔ میں جو کر رہا ہوں، میری زندگی کا مقصد ہے۔ اس سے میں "کسی صورت پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ تمھاری بات میں نے سنی کیونکہ تم چاہتے تھے کہ میں سنوں، مگر اس پہ عمل کرنا نہ کرنا میرا ذاتی فیصلہ ہے۔ تمھاری ناراضگی میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

وہ واشگاف الفاظ میں بولا۔

ٹھیک ہے تو پھر مجھے اس معاملے میں انوالو مت کرو اور نا ہی مجھے کہانیاں سنایا "
کرو۔"

انصب اٹھ کھڑا ہوا

"کیا ہو گیا ہے یار۔۔۔بات تو سنو میری۔"

اس نے فوراً انصب کے سامنے آکر اسکا راستہ روکا۔

"کیوں سنوں تمھاری بات۔۔میری بات سنتے ہو تم؟"

وہ غصے سے کہتا واپس بیٹھ گیا۔

میں نے جو کرنا ہے میں وہ ہر صورت کروں گا۔اب تو میں اپنی منزل کے بے حد" قریب ہوں اور تم یہ سب کہہ رہے ہو۔اگر تم مجھے یہ سب کرتے نہیں دیکھ سکتے تو "تم میری زندگی سے جا سکتے ہو۔میں تمھیں نہیں روکوں گا۔

اب ناراضگی ظاہر کرنے کی باری اسکی تھی۔

اچھا اب ایموشنلی بلیک میل مت کرو مجھے، لیکن جو بھی کرنا ہے ایک حد میں رہ کر" "کرو۔

انصب نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا۔

میری حد کیا ہے یہ تو میں بھی نہیں جانتا، بس ایک بات جانتا ہوں کہ مجھے اپنی حد" کو ختم کرنا ہے۔ بچپن سے میں ایک ان دیکھی آگ میں جل رہا ہوں اور اب جبکہ مجھے اپنے اندر جلتے اس بھانبڑ کو بجھانے کا موقع مل رہا ہے تو تم نے مجھے منع کرنا شروع "کر دیا ہے۔اب اس کے بعد ہمارے درمیان اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں ہو گی۔

اس نے فیصلہ کن انداز میں کہتے ہوئے انصب کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائی۔انصب نے اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔

"چل میں اب چلتا ہوں، میری منزل بھی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہو گی مجھ سے ملاقات کرنے کے لئے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھے بغیر مر جائے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے۔۔میں بھی چلتا ہوں اور اب آفس آنا شروع کر دو۔میں تمھاری اتنی چھٹیاں برداشت نہیں کر سکتا۔"

انصب نے اس سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"جلد آؤں گا۔۔۔خدا حافظ۔۔!!"

دونوں نے ایک دوسرے کو الوداعی کلمات کہے اور میثم نے رخصت لی۔

وہ تو ایک امید لے کر اس سے ملنے گئی تھیں مگر اس نے تو انہیں دروازے کی چوکھٹ پر ہی روک دیا تھا۔آج تو وہ اس سے تفصیلی بات کرنے کے موڈ میں تھیں مگر اس نے انہیں اندر آنے کی اجازت تک نہیں دی تھی۔ذہرہ بی بی کو اسکا لاپرواہ رویہ پسند نہیں آیا تھا۔

"وہ کہیں جا رہا تھا اور جلدی میں لگ رہا تھا اس لئے اندر آنے نہیں دیا ہو گا۔"

انہوں نے خود کو تسلی دی۔

پر ایسی بھی کیا جلدی کہ اندر آنے تک کے لئے نہیں پوچھا۔میری بوڑھی ہڈیوں میں" "کہاں اتنا دم خم کہ کھڑی رہوں۔

ان کے دل پہ ایک بوجھ سا آن پڑا تھا۔

"خیر اب میں بھی نہیں جاؤں گی اس سے ملنے۔۔خود آنا ہو گا تو آ جائے گا۔"

دل کو تو انہوں نے سمجھا بجھا کر مطمئن کر دیا تھا مگر انتظار کی ایک چنگاری ان کے دل و دماغ سے لپٹ گئی تھی۔وہ حباب کے لئے بہت پریشان تھیں۔چاہتی تھیں کہ جلد اسے کسی مضبوط ہاتھوں کے حوالے کر کے اپنی پریشانی کا چولا اتار پھینکیں مگر وہ نہیں آیا تھا۔ایک ایک پل ان پہ گویا صدیوں جیسا تھا۔حباب کا بھی رزلٹ آچکا تھا اور اس نے ان سے ضد کر کے محلے کے قریب ایک نجی اسکول میں جاب شروع کر دی تھی تو آج کل وہ اس وقت گھر پہ اکیلی ہوتی تھیں۔اس وقت بھی وہ کچن سے فارغ ہو کر تخت پہ آ بیٹھیں۔جب سے میثم سے مل کر آئی تھیں اس کے انتظار میں تھیں مگر وہ کہہ کر بھی نہیں آیا تھا۔یونہی بیٹھے بیٹھے ان کا دھیان اسکی طرف چلا گیا تھا۔انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔حباب کے آنے میں ابھی وقت تھا۔وہ خاموش بیٹھیں میثم کے متعلق سوچ رہی تھیں کہ دروازے پہ ہوئی دستک نے ان کادھیان اپنی طرف متوجہ کیا۔

"اس وقت کون آگیا؟"

وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔دروازے پہ آہستہ مگر مسلسل دستک ہو رہی تھی۔

"کون؟"

کنڈی اتارنے سے پہلے انہوں پوچھا۔

"میں ہوں بی اماں۔۔۔ابراہیم۔۔۔میرا مطلب ہے میثم ابراہیم۔"

میثم کی آواز سن کر ان کے چہرے کی رونق یکدم بحال ہوئی تھی۔انہوں نے فورا دروازہ کھولا۔

"!!السلام و علیکم بی اماں۔۔"

ان کے دروازہ کھولتے ہی اس نے ان کے آگے قدرے جھک کر سلام کیا تھا۔سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے اسکے شانے پہ ہاتھ رکھا اور اسے راستہ دیا۔وہ کچھ ہچکچاتا اندر آگیا۔ذہرہ بی بی اسے دیکھ کر پھولے نہ سما رہی تھیں۔انہوں نے دروازے بند کیا۔

"آؤ اندر آ جاؤ۔۔"

وہ اسے لئے اندر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگیں۔

"ارے نہیں بی اماں۔۔یہیں ٹھیک ہے۔"

وہ تخت پہ بیٹھ گیا۔

"گرمی ہے بیٹا۔۔"

ذہرہ بی بی نے برآمدے میں رکھے پیڈیسٹل فین کا سوئچ لگایا اور پنکھے کا رخ ہیثم کی جانب کر کے اسکے پاس بیٹھتی ہوئی بولیں۔

"کوئی نہیں۔۔کیسی ہیں آپ؟"

اس نے اردگرد نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟"

ذہرہ بی بی نے اس سے خیر خیریت دریافت کی۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔آفس سے آرہا تھا سوچا آپ سے بھی مل لوں۔آپ نے برا تو"

"نہیں منایا میں اس وقت آگیا۔

ہیثم نے متانت بھرے لہجے میں پوچھا۔

نہیں بیٹا۔۔میں تو کب سے انتظار میں تھی کہ تم آؤ، لیکن تم بہت مصروف تھے"

"شاید۔

ذہرہ بی بی نے اسکے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا۔

"جی بس یہی وجہ تھی کہ میں نہیں آپایا۔"

اس نے اپنی مجبوری بتائی۔

"گھر پہ اور کوئی نہیں ہے کیا۔۔مم۔۔میرا مطلب ہے آپ اکیلی ہیں گھر پہ۔۔"

وہ اپنے سوال پہ ذہرہ بی بی کی آنکھوں میں حیرت بھرتے دیکھ کر گڑبڑا گیا۔وہ حباب سے اس رشتے کے تحت ملنے آیا تھا مگر وہ اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ذہرہ بی بی کے لبوں پہ مسکان ابھری۔

حباب یہاں ایک اسکول میں نوکری کر رہی ہے۔ابھی دو ہفتے ہی ہوئے ہیں شروع کیے۔"

ذہرہ بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا۔اس کے آنے سے جو اتنے دنوں سے انکے ذہن و دل پہ چھائی اداسی تھی وہ پل میں کہیں غائب ہوئی تھی۔وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں۔

"اوہ اچھا۔۔۔اچھی بات ہے۔"

وہ گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔وہ طے کر کے آیا تھا کہ وہ آج حباب سے مل کر ہی جائے گا۔اس لئے آرام و اطمینان سے بیٹھ گیا تھا۔

"ارے مجھے دیکھو نا۔۔۔میں تمھارے لئے کچھ ٹھنڈا لے کر آتی ہوں۔"

ذہرہ بی بی ماتھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

نہیں بی اماں۔۔آپ تکلیف نہ کریں۔میں بس حبہ سے ملنا چاہتا تھا۔دراصل" میں۔۔۔بی اماں میں بات کو گھما پھرا کر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔میں آپ سے کچھ

چھپانا بھی نہیں چاہتا۔ویسے میں یہ بات ڈائریکٹ حبہ سے کرنا چاہتا تھا مگر آپ ہماری بڑی ہیں۔ہماری واحد بزرگ ہیں۔اس لئے میں یہ بات آپ سے کر رہا ہوں۔امید ہے آپ میری بات کو سمجھیں گی اور اس پہ غور کریں گی۔"

وہ ان کے چہرے بدلتے تاثرات کو جانچنے کے لئے ایک پل کو خاموش ہوا۔

"ہاں ہاں بولو بیٹا۔۔تمھیں جو کہنا ہے بلا جھجک کہو۔"

ذہرہ بی بی نے اسکا حوصلہ بڑھایا۔

"تایا اور تائی چاہتے تھے کہ میری اور حباب شادی ہو جائے۔میں انہیں ڈھونڈ کر تبھی یہ شادی کرنا چاہتا تھا لیکن انہیں ڈھونڈنے کی میری تمام کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔میں نے اپنی ہر ممکن کوشش کی مگر بری طرح ناکام ہو گیا ہوں۔"

اسکے لہجے میں اداسی گھلی ہوئی تھی۔ذہرہ بی بی بھی بیٹی اور داماد کا ذکر سن کر آبدیدہ ہو گئیں۔

"جب تک غفور صاحب زندہ تھے انہوں اپنی جان ہار دی انہیں ڈھونڈنے میں مگر ان کا کوئی سراغ نہ لگ سکا۔وہ اسی دکھ میں اپنی زندگی ہار گئے۔مجھے بتاتے نہیں تھے لیکن وہ اندر ہی اندر بیٹی کے غم میں گھل رہے تھے جب تک وہ موجود تھی تب اس سے ملتے نہیں تھے لیکن جب نظروں سے اوجھل ہو گئی تو اس کے لئے تڑپتے

رہے۔میں تو رو دھو کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی تھی لیکن وہ گم سم سے ہو کر رہ گئے تھے۔"

وہ باقاعدہ رونے لگی تھیں۔

"میں آپکا دکھ سمجھتا ہوں۔"

وہ انہیں تسلی دینے لگا۔

"آپ مجھ پہ بھروسہ رکھیں، میں انہیں ڈھونڈ کے رہوں گا لیکن میں نہیں جانتا کہ اس میں کتنا وقت صرف ہو گا۔اسی لئے میں ان کی اس خواہش کو جو ان کے دل میں تھی، پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے اپنی خواہش ان کے سامنے رکھی۔

"تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ایک بار ابرار نے اپنی خواہش کا اظہار مجھ سے کیا تھا۔اس نے کہا تھا کہ حباب میثم کی امانت ہے لیکن وہ دونوں نظروں سے ایسے اوجھل ہوئے کہ سب دھرا کا دھرا رہ گیا۔میرے دل میں تو یہ خواہش جڑ پکڑ کر بیٹھ گئی تھی مگر تم سے رابطہ نہیں تھا۔میں نے تمھیں تب دیکھا تھا جب تم صرف دس سال کے تھے۔میں تو اس بات کو تقریباً بھول ہی گئی تھی لیکن تم سے مل کر یہ خواہش پھر سے میرے اندر سر اٹھانے لگی۔"

وہ اپنے پلو سے آنسو پونچھتی بولیں۔خوشی انکے چہرے سے چھلکی پڑ رہی تھی۔

"تو اسکا مطلب ہے کہ آپ کو اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں؟"

میثم ابراہیم کے سارے بدن کا خون چہرے پہ سمٹ آیا تھا۔

"بیٹا۔۔۔حباب تمھاری امانت ہے۔جب چاہو آکر لے جاؤ۔"

ذہرہ بی بی نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی اور ویسے بھی انکار کی نہ کوئی وجہ تھی نہ گنجائش۔

"کافی دیر کر دی حباب نے۔"

میثم سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔

آ جائے گی۔۔تم یہیں رہو، میں کھانا کھائے بغیر تمھیں نہیں جانے دوں گی۔حباب "بھی بس آنے والی ہوگی۔اسکے آنے کا وقت بھی ہو گیا ہے۔"

ذہرہ بی بی نے ہنستے ہوئے کہا۔انہیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میثم اپنی خوشی سے حباب کو اپنا رہا ہے۔ان کے ناتواں جسم میں جیسے طاقت سی بھر گئی تھی۔وہ باورچی خانے کی سمت بڑھ گئیں جبکہ میثم ایک سکون بھری سانس بھر کر تخت پہ نیم دراز ہو گیا۔

لاؤنج میں ایک گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ٹیوب لائٹس کی روشنی میں سبھی کے چہرے ایک دوسرے کو واضح دکھائی دے رہے تھے۔صداقت صاحب کی بات سن کر

وہاں بیٹھے سبھی افراد کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔وہ سب سمجھ رہے تھے کہ وہ بات شروع کرنے سے پہلے کم از کم کوئی سوال جواب ضرور کریں گے مگر جیسے ہی سب ان کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے باری باری ابرار احمد اور ابراہیم احمد سے ایک دوسرے سے معانقہ کرنے کو کہا تھا۔ابراہیم نے تو فوراً ان کے کہے ہر عمل کیا تھا اور ابرار احمد کی طرف بڑھا تھا۔ابرار احمد نے صداقت احمد کی طرف دیکھا۔انہوں نے آنکھوں کے اشارے سے ابرار احمد کو آگے بڑھنے کو کہا۔

"بھائی آئی ایم ساری۔۔ہم دونوں۔۔"

"کچھ نہیں کہو۔۔مجھے شرمندگی ہے۔"

ابرار احمد نے ابراہیم کو بات مکمل نہیں کرنے دی۔

نہیں بھائی آپ کو شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔غلطی میری ہی" تھی۔مجھے آپکو اعتماد میں لے کر بات کرنی چاہیئے تھی۔ہمیں اس مسئلے کو مل کر سلجھانا چاہیئے تھا۔کورٹ کچہری تک جا کر ہم نے اپنے درمیان پیدا ہونے والی دُوریوں کو "بڑھاوا دیا تھا۔

دونوں بھائی گلے لگے تھے۔صداقت احمد یہی چاہتے تھے کہ دونوں بھائیوں کو اپنی اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے۔انہیں خوشی تھی کہ دونوں بھائیوں کو قریب لانے میں انہیں زیادہ تگ ودو نہیں کرنی پڑی تھی اور ایسا

وہاں ہوتا ہے جہاں دلوں میں محبت ہو۔ انہوں نے سامنے بیٹھی جاثرہ احمد کی جانب دیکھا۔

کیوں بھو۔۔۔میں نے نہیں کہا تھا کہ میرے بیٹے ایک دوسرے سے زیادہ دیر تک"
"خفا نہیں رہ سکتے۔

صداقت احمد نے جاثرہ احمد سے پوچھا جو خاموش بیٹھی تھی۔اسکے چہرے کے پھیکے رنگ صداقت احمد نے دیکھ لیے تھے۔وہ اچھی طرح سے سمجھتے تھے کہ جاثرہ احمد نہیں چاہتی تھی کہ ابرار احمد اور ابراہیم احمد میں اتفاق ہو۔

جی چاچا جی۔۔۔دیکھ رہی ہوں کہ آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں، یہ آپ ہی کا کمال"
"ہے۔آپ نے تو وہ کر دکھایا جو میں بھی نہ کر سکی۔

جاثرہ احمد نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی ورنہ وہ جو چاہتی تھی اس کے بالکل الٹ ہو رہا تھا۔

تمھارے چہرے سے تو نہیں لگ رہا کہ تم خوش ہو۔اگر خوش ہوتی تو اس وقت ہم"
"سب مٹھائی کھا رہے ہوتے۔

صداقت احمد نے ماحول کو مزاح کا رنگ دینا چاہا لیکن جاثرہ احمد ایک کائیاں عورت تھی ان کے طنز کو سمجھ گئی تھی مگر باقی سب افراد صداقت احمد کی بات سن کر ہنس دیئے تھے۔

"ابھی لے کر آتی ہوں۔"

وہ اپنے غصے پہ قابو پاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔لاؤنج کی فضا میں جیسے ہی محبت کے رنگ شامل ہوئے پورا لاؤنج قہقہوں سے گونج اٹھا۔ سبھی گپ شپ میں مصروف ہو گئے تھے۔ابرار احمد اور ابراہیم احمد یوں ساتھ بیٹھے تھے جیسے ان کے بیچ کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد جاثرہ احمد کی بجائے ملازمہ مٹھائی لے کر آئی۔صداقت احمد اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ٹھیک ہے ابرار اب ہم چلتے ہیں۔"

صداقت احمد نے اپنے بیٹوں کو اشارہ کیا۔وہ بھی اپنے والد کا اشارہ ملتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

ارے چاچا جی۔۔۔ابھی اس وقت آپ کا جانا ٹھیک نہیں ہے، رات میرے پاس"

"رک جائیں۔کل صبح ناشتہ کر کے گاؤں کے لئے روانہ ہو جائیے گا۔

ابرار احمد نے انہیں روکا۔

نہیں آج دن تمھارے ساتھ گزارا، اب رات کے کھانے کا وعدہ میں نے عمارہ بھو"

سے کیا ہے۔اب وہ رات کے کھانے پر انتظار کر رہی ہو گی۔میں اس سے وعدہ خلافی

"نہیں کر سکتا۔انشاء اللہ پھر آؤں گا۔

صداقت احمد نے کہا۔

"ہاں بھائی۔۔۔چاچا جی آج میرے ساتھ رہیں گے۔"

ابراہیم احمد صداقت احمد کے بغل میں آ کھڑا ہوا۔

"چلیں ٹھیک ہے جیسی آپکی مرضی۔"

ابرار احمد مسکرا دیا اور انہیں گیٹ تک چھوڑنے آیا۔جاثرہ احمد دوبارہ ان کے سامنے نہیں آئی تھی۔

ابرار لگتا ہے تمھاری بیوی کو ہمارا آنا اچھا نہیں لگا۔اسے سمجھاؤ کہ خاندان اکیلے نہیں" پنپتے۔تمھارا چھوٹا بھائی تمھارے ساتھ کا حق رکھتا ہے۔اپنی اولاد کو اپنی مثال سے خاندان کو جوڑنا سکھاؤ نہ کہ توڑنا۔مجھے امید ہے کہ تم دونوں بھائیوں کو مزید کسی جرگے "کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

صداقت احمد نے ابرار احمد کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

ایسا نہیں ہے چاچا جی جاثرہ ذرا مزاج کی کڑوی ہے مگر دل کی بہت اچھی ہے۔آپ" "فکر مت کریں میں سمجھاؤں گا اسے۔

ابرار احمد ان سے بغلگیر ہوتے ہوئے بولا۔

مجھے تم سے یہی امید ہے۔تم میرے بعد اس خاندان کے بڑے ہو اور تم نے" میرے بعد اس خاندان کو جوڑے رکھنا ہے۔وعدہ کرو مجھ سے پھر سے ایسا کچھ بھی "نہیں ہو گا جو ہم سب کو ایک دوسرے سے توڑ کر رکھ دے۔

صداقت احمد نے اسکے شانے پہ تھپکی دی۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں چاچا جی۔۔اللہ تعالیٰ آپکو ہمیشہ ہمارے سروں پہ سلامت "رکھے۔۔ !!میں کہاں اس قابل ہوں کہ یہ سب سنبھال سکوں۔"

ابرار احمد کہتے ہوئے ان کے سینے سے لگ گیا۔

چلیں بس اس ایموشنل سین کو ختم کریں اور بھائی کل آپ نے لنچ میرے ساتھ کرنا" "ہے۔بھابھی اور بچوں کو لے کر آنا ہے آپ نے، میں انتظار کروں گا۔

ابراہیم نے اسے دعوت دی۔

"تمھارے کہنے کی ضرورت نہیں ہم ضرور آئیں گے۔"

ابرار احمد نے کہا۔

"!!چلو ٹھیک ہے پھر ملتے ہیں۔۔اللہ حافظ۔۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ابرار احمد سے رخصت لی۔ان کے جانے کے بعد ابرار احمد چوکیدار کے گیٹ بند کرنے تک وہیں رہا اور پھر اندر آگیا۔اسکا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔اسے جاثرہ احمد سے تفصیلی بات کرنی تھی، اسے سمجھانا تھا۔جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو جاثرہ احمد کمبل اوڑھے سو رہی تھی۔

"!!جاثرہ۔۔۔"

وہ اسے پکارتے ہوئے بیڈ پہ آ بیٹھا۔جاثرہ احمد کی آنکھوں کی لرزش ابرار احمد کو اس کے نیند میں نہ ہونے کا پتہ دی رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم جاگ رہی ہو۔"

ابرار احمد نے کہا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تمھارا رویہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔"

جاثرہ احمد نے سوالیہ نظروں سے ابرار احمد کی طرف دیکھا تو وہ بولنا شروع ہوا۔

آپ اپنی تذلیل، اپنی بے عزتی بھول سکتے ہیں مگر میں نہیں بھول سکتی۔مجھے ایک" ،ایک بات یاد ہے۔میں ابراہیم کو قطعی معاف نہیں کر سکتی۔آپ کو جانا ہے تو جائیں بھائی بھائی کرنا ہے تو شوق سے کریں لیکن میں اس میں آپکا ساتھ نہیں دے سکتی "اور نہ آپ مجھے اسکے لئے مجبور کر سکتے ہیں۔

وہ اپنی بات دبنگ انداز میں کہہ کر خاموش ہوئی۔

میں تمھیں مجبور نہیں کر رہا، جہاں تک بے عزتی اور تذلیل کی بات ہے تو میں نے" بھی اس کے ساتھ کچھ کم نہیں کیا تھا اور شاید تم بھول رہی ہو کہ شروعات میں نے ہی کی تھی۔جب میں یہ سب کر رہا تھا تب تو تم نے مجھے نہیں روکا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تم عمارہ کو پسند نہیں کرتی مگر میں تمھاری اس سوکالڈ نفرت کے باعث اپنے

بھائی سے رشتہ ختم نہیں کر سکتا۔میرے ساتھ کل تم نے چلنا ہے اور میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتا۔چاچا جی بھی ہوں گے تو تم۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔اب مجھے سونے دیں۔۔شب بخیر۔۔"

وہ اسکی بات کاٹ کر بولی اور کمبل سر تک اوڑھ کر لیٹ کر رخ پھیر گئی۔ابرار احمد ایک گہری سانس بھر کر کے رہ گیا۔

"ویسے تمھیں عمارہ سے پرخاش کیا ہے؟کیوں تم نے اس سے دشمنی کی بنیاد رکھی ہے اور پھر بڑے زور و شور سے اسے نبھا بھی رہی ہو۔آخر کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟"

کچھ سوچ کر ابرار احمد نے پوچھا۔وہ سچ میں جاننا چاہتا تھا کہ جاثرہ عمارہ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے۔

"آپکو اس بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ صرف اپنے بھائی سے مراسم بڑھائیے اور عمارہ کی فکر چھوڑ دیں۔"

وہ کمبل کے اندر منہ کیے سختی سے بولی۔

"کہیں تم اس بات کو لے کر تو نہیں۔۔۔۔"

اچانک یاد آنے پر ابرار احمد کا ذہن تانے بانے بننے لگا تو انہوں نے اس سے پوچھتے پوچھتے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

میں نے کہا ناکہ آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔میں اس عورت سے" شدید نفرت کرتی ہوں۔اب بار بار اسکا منحوس نام میرے سامنے لے کر میرا دماغ مت خراب کریں۔"

اس نے جھٹکے سے چہرے سے کمبل ہٹایا اور چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

جو تم سوچ رہی ہو اس بات میں کوئی سچائی نہیں ہے۔یہ سراسر میرے والدین کا" فیصلہ تھا۔میں تم سے محبت کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں۔"

ابرار احمد پہ جاثرہ کے تلخ الفاظ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔وہ اس کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا تھا۔

"میں نے کہا ناکہ میں اس بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔"

وہ جھٹکے سے کمبل ہٹاتی بیڈ سے اتری اور تن فن کرتی کمرے سے نکل گئی۔ابرار احمد ایک گہری سانس خارج کر کے رہ گیا۔

"پاگل۔۔۔"

اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔پھر اٹھ کر لائٹ آف کی اور واپس آکر لیٹ گیا۔وہ جانتا تھاکہ اب جاثرہ احمد کمرے میں واپس نہیں آئے گی۔

"آنٹی اور انکل کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا۔"

انصب اس کے دکھ کو دل سے محسوس کر رہا تھا۔آج ہیثم نے اپنے دل میں چھپے راز کو اس کے سامنے عیاں کر دیا تھا اور وجہ جان کر انصب حیرت زدہ رہ گیا تھا۔اس وقت دونوں ہاسٹل سے قریبی کیفے میں کافی پینے آئے تھے۔ بھاپ اڑاتی کافی دسمبر کی اس کہر بھری شام میں گرماہٹ کے رنگ بھر رہی تھی۔اس وقت کیفے میں اِکا دُکا لوگ موجود تھے۔ہیثم نے آج نجانے کس جذبے سے مغلوب ہو کر اپنی زندگی کے وہ تاریک پل اسکے گوش گزار کر دیئے تھے جنھوں نے اسکا بچپن، اسکی معصومیت چھین لی تھی۔

"میں وہ تکلیف تمھیں نہیں بتا سکتا جو آج بھی میرے دل کو جھنجھوڑ دیتی ہے۔"

ہیثم کے چہرے پر دکھ سمٹ آیا تھا۔

تو تمھیں اس وقت یہ مجھ سے یا کسی سے شیئر کرنا چاہیئے تھا کچھ تو تمھارے دل کا"

"بوجھ ہلکا ہوتا، وہ تکلیف جو تم سہتے آئے ہو کم ہو جاتی۔

انصب نے اسکے کندھے پہ تسلی بھرا ہاتھ رکھا۔

میں میڈم زارا سے کہہ سکتا تھا۔وہ میرا بہت خیال رکھتی تھیں۔ مجھ سے پوچھتی تھیں" کہ کیوں اور بچوں کی طرح بی ہیو نہیں کرتا، لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے اندر جلتی آگ کے شعلے بجھ جائیں۔میں ان شعلوں کو اور بھڑکانا چاہتا تھا تاکہ میں اس عورت کو اسی آگ کی نظر کر سکوں جس میں میری ماں جلتی رہی ہے۔جس میں جل

کر میرے ماں باپ اپنی زندگی ہار گئے۔میں اسے بھی آسمان اور زمین کے درمیان

"معلق کرنا چاہتا ہوں جس میں میرے پیارے معلق تھے۔

اسکے لب سختی سے بھینچے ہوئے اور چہرہ شعلوں کی زد میں تھا۔انصب اس کا یہ روپ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔اسکا نفرت میں ابلتا لہجہ اسکے لیے بالکل نیا تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ نفرت کی آگ اور انتقام میں اس حد تک سوچ سکتا ہے۔

اتنی ہی تکلیف وہ موت میں انہیں دوں گا جس سے میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے"

"ماں باپ کو گزرتے دیکھا تھا۔۔روح کھینچ لینے والی موت۔۔۔

وہ اردگرد سے بیگانہ کہے جا رہا تھا۔

"تمھیں ڈر نہیں لگتا؟"

انصب کو خوف آنے لگا۔

ڈر۔۔۔۔ڈر کیا ہوتا ہے مجھ سے بہتر کون جانتا ہو گا لیکن اب میں اس ڈر کی حد سے"

"باہر نکل چکا ہوں۔

میثم نے خلاؤں میں تکتے ہوئے کہا۔

لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس نفرت کی آگ میں، میں کہیں اپنے جگری دوست کو نہ کھو"

"دوں۔

انصب نے اسکا ہاتھ ہاتھوں میں لیا۔میثم اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔

فکر مت کرو تمہارا دوست اتنے مضبوط اعصاب کا مالک ہے کہ اپنے دشمن کو پیروں"
تلے روندتے ہوئے خود مضبوطی سے کھڑا رہے گا۔اتنا کمزور نہیں ہے تمہارا جگری
"دوست۔

میثم نے اسکے سینے پہ مکا رسید کیا تھا۔انصب نے دیکھا کہ کچھ دیر پہلے والی سختی اب اسکے چہرے پہ نہیں تھی۔

"اچھا تو میرے یار کا پلان کیا ہے اور قانون کو کب ہاتھ میں لے رہا ہے؟"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں میثم سے ہوچھا۔

"ہاہاہا۔۔۔میں قانون کو ہاتھ میں نہیں لوں گا۔"

انصب کی بات سن کر اسکا جاندار قہقہہ گونج گیا۔آس پاس بیٹھے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"تو پھر۔۔۔؟"

انصب نے لوگوں کی نظروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اگلا سوال کیا۔

آدھا کام تو میں کر چکا ہوں اور آدھا رہتا ہے وہ بھی کر لوں گا بس مناسب وقت اور"
"عمر کا انتظار ہے۔

میثم نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟؟"

انصب کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسکے سامنے بیٹھا لڑکا میثم ابراہیم ہے۔

مطلب۔۔۔وقت آنے پر خود سمجھ جاؤ گے۔ابھی ہماری کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے اور" وقت بھی ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔اس سے پہلے کہ ہاسٹل کے دروازے ہم پر بند ہوں ہمیں ہاسٹل پہنچنا ہے۔"

میثم نے اپنا کپ اٹھا کر منہ سے لگایا۔انصب نے سر ہلاتے ہوئے اپنا کپ اٹھا لیا لیکن اسکا دماغ ابھی بھی میثم کے کہے ہوئے لفظوں میں اٹکا ہوا تھا

صداقت احمد جا چکے تھے۔ سب ٹھیک ہوگیا تھا۔دونوں بھائی ان کے جانے کے بعد بھی روابط میں تھے۔ابرار احمد نے ابراہیم احمد کو واپس شفٹ ہونے کو کہا تھا مگر ابراہیم احمد نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ اس بارے میں وہ بعد میں سوچے گا۔اتنے دنوں میں وہ جاثرہ احمد کے رویے سے اچھی طرح واقف ہو گیا تھا۔ان کے رویے میں بہت تبدیلی آئی تھی۔ دعوت پہ بھی اس کا رویہ بہت روکھا تھا اور یہ بات سب ہی نے محسوس کی تھی۔یوں لگ رہا تھا جیسے اسے وہاں زبردستی لایا گیا ہے۔ عمارہ نے آگے بڑھ کر اس ملنا چاہا مگر اس نے یوں پرے کیا جیسے عمارہ کو کوئی چھوت کی بیماری ہو۔ عمارہ کو بہت بے عزتی محسوس ہوئی اور سب کے سامنے ابرار احمد کو سبکی کا احساس ہوا۔یہ سب دیکھ کر ابرار احمد نے جاثرہ احمد سے بات چیت بند کر رکھی

تھی اور اسکو اسکے حال پہ چھوڑ دیا۔سب اپنی اپنی زندگی میں مگن ہو گئے تھے۔جاثرہ احمد نے ایک خوبصورت سی بیٹی کو جنم دیا تھا۔سبھی نے خاندان میں اس ننھی مہمان کا پرجوش استقبال کیا تھا۔جاثرہ احمد بہت خوش تھی اور خلاف توقع سب سے بہت اچھے سے ملی تھی۔اس وقت وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی تھی کہ دروازے پہ کسی نے دستک دی۔

"آ جاؤ-----"

وہ آہستگی سے بولی۔

"یہاں رکھ دو بیٹا۔"

وہ اپنے پیچھے آتی ملازمہ سے کہتی اندر آئی تھیں۔

"اماں!!---"

جاثرہ احمد خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات لئے اٹھ کر ان کی طرف بڑھی۔انہوں نے کسی متاعِ حیات کی طرح اسے اپنے ناتواں بازوں میں سمیٹ لیا۔

جاثرہ کیسا سخت دل ہے تمھارا---ماں باپ کی یاد نہیں آتی تمھیں--لیکن میں پل "پل تڑپتی ہوں تم سے ملنے کے لیے۔اس لئے آج خود کو روک نہیں پائی۔

وہ اسے گلے سے لگائے خود کو شکوہ کرنے سے نہ روک پائیں۔

کیسے آتی۔۔۔۔آپ لوگوں نے مجھے گھر سے ایسے نکالا تھا جیسے کوئی جنازہ نکالتا"
ہے۔آپ کے گھر سے مر کے نکلی تھی اور مرے ہوئے لوگ کب پلٹ کر آتے ہیں
"اماں۔
اس نے بےتاثر لہجے میں کہا۔ذہرہ بی بی اسے دیکھ کر رہ گئیں۔
مجھے خوشی ہوئی کہ آپ مجھ سے ملنے آئیں۔اتنے عرصے بعد آپکو اپنے سامنے دیکھ کر"
"مجھے یقین نہیں آ رہا۔
جاثرہ احمد نے ماں کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ کر نرمی سے کہا۔
"بابا بھی آئے ہیں؟"
جاثرہ احمد نے سرسری پوچھا۔
"نہیں۔۔۔ !!میں ان کو بناء بتائے آئی ہوں۔"
ذہرہ بی بی نے نظر چرائی۔
"تو آپ نے کیوں یہ گناہ کر لیا۔"
ایک پل میں اسکا لہجہ بدلا تھا۔
تم بھی تو انھی کا پرتو ہو۔جو ایک بار منہ پھیر کر نکلی تو آج کا دن ہو گیا۔آج بھی میں"
"ہی آئی ہوں۔خیر۔۔۔میری حباب کو میری گود میں تو دو۔

انہوں نے جاثرہ کے پہلو میں لیٹی بچی کو دیکھا۔جاثرہ نے مسکراتے ہوئے گلابی کمبل میں لپٹی بچی کو انکی گود میں دیا۔

"ماشاءاللہ۔۔ !!کتنی پیاری ہے میری بیٹی۔"

"میں اسکا نام حباب رکھ رہی ہوں۔تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا؟

انہوں نے بچی کی گلابی پیشانی کو چوما اور جاثرہ احمد کی طرف دیکھا۔

"نہیں بالکل نہیں، بہت خوبصورت نام ہے۔"

جاثرہ احمد کے لبوں پہ مسکان آن ٹھہری۔

اچھا اب میں چلتی ہوں۔تمھارے بابا بھی آنے والے ہوں گے۔مجھے گھر میں موجود" نہ پاکر وہ پریشان ہو جائینگے اور پھر مجھ سے طرح طرح کے سوال کریں گے۔انہیں "پتہ چل گیا تو۔۔

کچھ وقت گزارنے کے بعد انہوں نے بچی کو ماں کے حوالے کیا۔

توپتہ چلتا رہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی آپکو پڑنا چاہیئے۔آپ میری ماں ہیں" اور کوئی مائی کا لال آپکو مجھ سے ملنے سے نہیں روک سکتا۔چاہے وہ "کوئی "میرا باپ "ہی کیوں نہ ہو۔

وہ نہایت بدتمیزی سے بولی۔

تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کرو اپنے والد کے بارے میں، میں تمھیں اس بات کی اجازت نہیں دوں گی کہ میرے یا کسی کے بھی سامنے اپنے کا باپ کا ذکر اس قدر بدتمیزی سے کرو۔اگر عزت چاہتی ہو تو عزت کرنا سیکھو ورنہ اپنی عزت گنواؤ گی، چلتی ہوں۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔انہیں بہت برا لگا تھا جس طرح جاثرہ نے اپنے والد کا ذکر کیا تھا۔

"کچھ دیر تو بیٹھتیں۔۔۔میں کچھ کھانے کو منگواتی ہوں۔"

جاثرہ احمد کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن وہ ذہرہ بی بی کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"!!نہیں۔۔چلتی ہوں، اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔۔"

وہ اسکے سر پہ ہاتھ رکھتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اماں آتی رہیئے گا۔۔میں انتظار کروں گی۔"

ابھی دروازے کی ناب پہ انہوں نے ہاتھ رکھا ہی تھا جب جاثرہ کی التجاء بھری آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ان کے دل سے ایک ٹیس اٹھی ، انہوں نے مسکرا کر سر ہلایا۔

وہ دبے قدموں کمرے میں داخل ہوا تھا۔اس کام کے لئے اس نے رات تین بجے کا وقت منتخب کیا تھا تاکہ کوئی اسکے کام میں رکاوٹ نہ بنے۔اسکا دل بری طرح دھڑک رہا

تھا۔یوں جیسے ابھی سینہ چاک کر کے باہر آ جائے گا۔اپنے اس پلان پر عمل پیرا ہونے کے بارے میں سوچتے وقت اسے خود میں دور دور تک کسی ڈر یا گھبراہٹ کا نشان تک نہیں ملا تھا مگر آج جب عمل کا وقت آیا تھا تو اسکے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اسکا دل بھی کانپ رہا تھا۔کچھ لمحے وہ دھڑکتے دل کے ساتھ باہر ہی کھڑا رہا۔یہ گھر کا نسبتا خاموش اور اندھیرے میں لپٹا ہوا حصہ تھا۔اس نے ایک پل اپنی آنکھیں بند کیں۔آنکھیں بند کرتے ہی اس کی ماں کا چہرہ اسکی بند آنکھوں کے پردے پہ نمودار ہوا۔اچانک منظر تبدیل ہوا اور ہمیشہ کیطرح وہ بھیانک منظر اسکی آنکھوں کے سامنے کسی فلم کیطرح چلنے لگا۔مختلف چیخوں نے اسکے کانوں کو سن کر دیا تھا۔اسے اور کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا یہاں تک کہ اپنے دل کی دھڑکن بھی نہیں۔اس نے فورا سر جھٹکا تھا۔اسکے ماتھے پہ پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔دل مضبوط کرتا وہ قدموں کی آواز پیدا کیے بغیر کمرے کے وسط تک آیا۔کمرے کی گہری تاریکی اور خاموشی میں صرف اسے سوئے ہوئے نفوس کی سانسوں کی آواز کمرے کی خاموش فضا کو توڑ رہی تھی۔وہ دبے قدموں بیڈ کے قریب آیا۔وہ دونوں گہری نیند میں تھے۔انہیں یوں بے فکر سوتا دیکھکر نفرت کی ایک شدید لہر اسکے وجود میں خون کے ساتھ دوڑنے لگی تھی۔ٹیبل لیمپ کی مدھم روشنی کے سہارے وہ اپنے مطلوبہ ہدف کی جانب بڑھا اور اسے اُٹھانے کے لئے جیسے ہی ہاتھ اس کی طرف بڑھائے۔اس نے اپنے ہاتھوں کی

لرزش صاف طور پر محسوس کی تھی۔اسکی ہمت جواب دینے لگی تھی آنکھوں میں آنسو آن ٹھہرے تھے۔وہ گہری نیند سو رہی تھی۔گلابی لب نرمی سے آپس میں جڑے ہوئے تھے۔گالوں کی لالی اس کی معصومیت کی گواہ تھی۔وہ مزید وہاں نہیں ٹھہر سکا تھا اور واپس پلٹ آیا اتنی ہی خاموشی سے جتنی خاموشی سے داخل ہوا تھا۔

وہ پہلے کمرے سے اور پھر گھر سے بھی نکل آیا تھا۔اسٹریٹ لائٹس کی روشنی میں سیاہ تارکول کی لمبی سڑک پر وہ تیز تیز دوڑ رہا تھا۔اتنا تیز جتنا تیز دوڑ سکتا تھا۔بھاگتے بھاگتے اس کی سانس پھولنے لگی تھی۔شدید سردی میں بھی اُسے ایک آگ سی خود سے لپٹی محسوس ہو رہی تھی۔آنکھوں سے تیزی سے بہتے آنسوؤں کو وہ نہایت بے دردی سے کبھی دائیں تو کبھی بائیں ہاتھ سے صاف کر رہا تھا۔وہ بھاگتے بھاگتے گھر سے اور پھر کالونی کے گیٹ کچھ دور آنکلا تھا۔اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر قدرے جھکتا اپنی بے قابو ہوتی سانسوں کو قابو میں لانے لگا پھر وہیں ٹھنڈی سڑک پر چت لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔اسے ایسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔سینے پر ہاتھ رکھ کر اس نے اپنی دل کی دھڑکن کو محسوس کیا۔

وہ کیوں زندہ رہ گیا تھا اس دنیا میں۔۔۔اسے بھی مر جانا چاہیئے تھا۔انہی کے ساتھ جو اسے عزیز رکھتے تھے، جو اس کے پیارے تھے۔جنھیں اس سے چھین لیا گیا تھا اور دنیا

دکھاوے کے لئے اس کا مسیحا بن بیٹھا تھا مگر وہ خود سے عہد کر چکا تھا کہ وہ اس کے اس غرور کو چکنا چور کر دے گا لیکن اس کے لئے اسے صحیح وقت کا انتظار کرنا تھا۔اس وقت کا جب وہ ظالم کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچا دے گا اور اس کی اولاد کو اسی تکلیف سے گزارے گا جس تکلیف سے وہ گزر رہا ہے۔تب تک وہ سکون سے نہیں بیٹھے گا جب تک وہ ان کا دیا درد انہیں سُود سمیت واپس کر دیتا۔

"کون ہو تم؟"

کسی نے اس کا کندھا ذور سے ہلایا تھا۔

وہ جو آنکھیں بند کیے لیٹا تھا، پٹ سے آنکھیں کھول کر پکارنے والے کو دیکھنے لگا۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس شخص نے دوبارہ سوال کیا۔ میثم کی بے تحاشا سرخ آنکھیں اس شخص پر جمی تھیں۔ظاہری حلیے سے وہ چوکیدار لگ رہا تھا لیکن وہ مدھم روشنی کے باعث اسے پہچان نہیں سکا تھا۔

"بول کیوں نہیں رہے ہو، کیا گونگے ہو؟"

اس شخص نے اسکا کندھا ہلایا۔وہ لڑکا اٹھ بیٹھا۔

"میں جاگنگ کر رہا تھا، بھاگتے بھاگتے تھک گیا تو یہاں لیٹ گیا۔"

لڑکے نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"لگتا ہے پاگل ہو اس وقت کوئی جاگنگ کرتا ہے۔"

وہ اُسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

میرا مطلب ہے چہل قدمی کر رہا تھا۔ تم جاؤ اپنا کام کرو میرے لئے پریشان ہونے کی"

"ضرورت نہیں ہے، میرا گھر یہیں قریب ہے میں چلا جاؤں گا۔

وہ کالونی کے گیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

"یہاں کہاں میں نے تو تمھیں کبھی نہیں دیکھا۔"

وہ سختی سے کہتا اس کے پیچھے آیا تھا۔

ابرار احمد میرے تایا ہیں۔ میں ہاسٹل میں ہوتا ہوں آجکل گھر آیا ہوا ہوں۔چور نہیں"

"ہوں جو تم یوں میرے پیچھے آکر انکوائری کر رہے ہو۔۔۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

اس نے جان چھڑانے والے انداز میں اپنا تعارف کرایا تو وہ شخص رک گیا۔

"سُنو کیا تم ابراہیم احمد کے بیٹے ہو؟"

باپ کا نام سن کر اسکے قدم وہیں جم گئے۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسٹریٹ بلب کی روشنی ڈائریکٹ اسکے چہرے پر پڑنے لگی۔اب وہ شخص اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔دور کھڑے شخص کو اسکے اچانک رکتے قدموں سے اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔

کڑکتی دھوپ اس کے سر پر تھی۔تیز قدموں سے چلتی وہ جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔بھوک بھی شدت اختیار کر گئی تھی۔گلی میں گھستے ہی اس کی نظر خالد کی دکان پر پڑی۔وہ وہیں موجود تھا۔اس کی سرخ آنکھیں وہ اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔اسے اس شخص سے ڈر سا لگنے لگا تھا۔اسی ڈر کے باعث گلی میں گھستے ہی اسکے ہاتھوں میں لرزش سی پیدا ہو جاتی تھی۔چاہ کر بھی وہ بی اماں سے اس کا ذکر نہیں کر پائی تھی۔اسکا بس نہیں چلتا تھا کہ اس شخص کا منہ توڑ دے اور اس گلی میں سے غائب ہو جایا کرے لیکن اس گلی کا سفر اس کے صدیوں پہ محیط ہو جاتا ہے۔

"ارے شہزادی کدھر جا رہی ہے اتنی جلدی میں۔"

آج وہی ہوا تھا جس کا اسے ڈر تھا۔جب جب یہاں سے گزرتی اسے لگتا تھا کہ وہ ابھی اٹھے گا اور سامنے آکر اسکا راستہ روک دے گا اور آج وہ اسکے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔اس کی ایکسرے مشین جیسی آنکھیں اسے اپنے وجود سے آر پار اترتی محسوس ہورہی تھیں۔اسے اس کی آنکھوں اور وجود سے کراہیئت سی ہونے لگی تھی۔وہ سائیڈ سے ہوکر گزرنا چاہتی تھی کہ اچانک خالد نے ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟"

حباب نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"ابھی بدتمیزی کی کہاں ہے شہزادی۔"

خالد نے للچائی نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

راستہ چھوڑو ورنہ چلا چلا کر یہیں سب کو جمع کر لوں گی۔پھر وہ حال ہوگا تمھارا کہ"

"اپنے قدموں پر کھڑے تک نہیں رہ پاؤ گے۔

حباب نے اپنے ڈر پر قابو پاتے ہی سخت الفاظ میں اس سے کہا۔

بلاؤ بلاؤ میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ سب دیکھیں تیرا میرا پیار کس حد تک آگیا"

"ہے۔

وہ ہنسا تھا۔

"ہٹو میرے راستے سے۔"

وہ سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھی۔اس بار خالد نے اسے نہیں روکا تھا۔

"میں دوبارہ رشتہ بھیجوں گا۔اس مرتبہ مجھے انکار نہیں سُننا۔"

خالد نے قدرے بلند آواز میں کہا۔حباب نے اسے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور تیز تیز قدم لیتی گلی پار کر گئی تھی۔گلی سے نکلتے ہی اس نے سکون کا سانس لیا تھا اور دل ہی دل میں آج بی اماں کو ساری بات بتانے کا عزم کیا۔گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس کا دھیان اس خوف کی جانب تھا کہ کہیں خالد اسکے پیچھے نہ آ رہا ہو۔دروازہ کھولنے والے پر نظر پڑتے ہی وہ سمجھی کہ بے دھیانی میں وہ غلطی سے کسی اور کے دروازے پر آ گئی ہے۔

"معاف کیجئے گا، میں سمجھی یہ میرا گھر۔۔۔۔دروازے کا رنگ بھی سیم ہے۔"

وہ شرمندگی ظاہر کرتی پلٹ کر جانے لگی۔

"ارے نہیں مس حباب یہ آپ ہی کا گھر ہے۔"

وہ فوراًَ بولا حباب نے پلٹ کر گھر کی جانب دیکھا۔واقعی گھر تو اسی کا تھا۔۔۔مگر۔۔۔

"!!اوہ۔۔۔"

سامنے والے کے چہرے کی جانب بغور دیکھا تو اسے یاد آیا۔

"آپ یہاں؟"

وہ گھر کے اندر داخل ہو گئی۔سرخی چھلکاتا صبیح چہرہ، گلابی لب اور بھوری آنکھیں جو اسکی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔وہ نگاہیں پھیر گیا۔

"جی میں یہاں۔۔۔آپ کو کوئی اعتراز؟"

بناء حباب کی جانب دیکھے اس نے کہا۔حباب نے کوئی جواب نہ دیا۔

"!!بی اماں۔۔۔"

حباب نے اپنا شولڈر بیگ تخت پہ رکھتے ہوئے ذہرہ بی بی کو پکارا۔ذہرہ بی بی کچن سے برآمد ہوئیں۔

"آگئیں تم۔۔۔آج بہت دیر ہوگئی۔"

ذہرہ بی بی نے اس کے سُرخ چہرے کی جانب بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔انہوں نے حباب کے بالکل پیچھے کھڑے میثم کو دیکھا تو پھر مزید کچھ نہ پوچھا۔

"جی بس۔۔"

حباب نے اپنے پیچھے اس کی موجودگی محسوس کی تو کچھ کہنے سے گریز کیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا بات ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

ذہرہ بی بی اس کے پیچھے آئیں تھیں میثم وہیں رُک گیا۔

"یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

حباب کے لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔

"حباب وہ تمہارا چچا زاد میثم ہے۔"

ذہرہ بی بی نے اسے بتایا۔وہ حیران تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں بی اماں۔میرا چچا زاد۔۔۔کہیں اس دن آپ نے اسی کے"

"بارے میں بات تو نہیں کی تھی سکینہ خالا سے۔

حباب نے اچانک یاد آنے پر ان سے پوچھا۔

"ہاں یہ وہی چچازاد ہے۔"

ذہرہ بی بی نے کہا۔

"اس نے مجھے اسی دن جب میں ناشتہ لے کر گئی تھی تب اس نے مجھے بتایا تھا۔"

ذہرہ بی بی نے اس کی حیرت دیکھ کر مزید کہا۔

اور اسے ابہام ہوا تھا نا کہ آپ ہی میری نانی اور میں اس کی کزن ہوں۔پہلے بھی تو"
وہ ہمارے گھر آچکا ہے تب تو اس نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔اچانک سے رشتے داریاں
بھی نکل آئیں۔اب میں سمجھی۔۔۔بی اماں یہ اس کی کوئی چال ہوگی، یوں ہمارے
"گھر خدائی خدمتگار بن کر داخل ہو گیا۔

میری پوری بات تو سُن لو۔وہ تمھارے نانا کو ڈھونڈنے ہی یہاں اس علاقے میں رہنے"
آیا تھا ورنہ تو اپنا گھر اس کا وہی ہے جہاں تم نے زندگی کے چھ سال گزارے
تھے۔تب جب میں نے اس سے پوچھا کہ وہ یہاں کسی کو ڈھونڈ رہا ہے تو تب اس
نے تمھارے نانا کا نام لیا۔پہلے تو میں اس کے منہ سے تمھارے نانا کا نام سُن کر
حیران رہ گئی تھی۔وہ سچ کہہ رہا ہے۔وہ تمھارے چچا ابراہیم احمد کا بیٹا ہے۔۔۔میثم
"ابراہیم۔

ان کی پوری بات بھی سُن کر اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

بی اماں۔۔۔کسی کے بارے میں معلومات کروانا آج کے دور میں کون اس مشکل"
ہے۔معلومات حاصل کر لی ہونگی۔پتہ نہیں کیا مقصد ہے اسکا اور آپ نے بھی آنکھ

بند کر کے اس پہ یقین کر لیا ہے۔مجھے تو آپ پر حیرت ہے۔آپ تو خود مجھے کہتی تھیں کہ کسی پہ بھروسا مت کرو اور اب خود آپ نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔مجھے تو کوئی گڑ بڑ لگ رہی ہے۔

حباب کو میثم پہ بالکل یقین نہیں۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

ابھی ذہرہ بی بی اسکی باتیں سن کر کچھ کہنے ہی والی تھیں کہ وہ کمرے کے دروازے پر ناک کرتا ہوا بولا۔حباب کا چہرہ غصے کی تپش سے دہک رہا تھا گو اسکا لہجہ دھیما تھا مگر الفاظ کی سختی سے اسکی بے اعتباری کا اندازہ لگانا میثم کے لئے مشکل نہیں تھا۔

"ہاں ہاں بیٹا۔۔۔۔آؤ۔۔۔"

ذہرہ بی بی کی اجازت ملنے پر وہ کمرے کا جائزہ لیتا ہوا اندر داخل ہوا۔میثم نے حباب کی جانب دیکھا اسی لمحے حباب نے بھی اسکی طرف دیکھا۔دونوں کی نگاہیں ایک پل کو ملیں اور پھر پلٹ گئیں۔حباب کی حیرت بھری نظروں میں غصے کی لو جل اٹھی۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

یہ کہتی وہ جھپاک سے کمرے نکل گئی۔میثم کو بہت تضحیک محسوس ہوئی اور اگلے ہی لمحے وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ چکا تھا۔

"میثم بیٹا۔۔۔حباب کی باتوں اور اسکے رویے کا بُرا مت ماننا۔۔وہ تو بس۔"

"آپ کو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں اب چلتا ہوں پھر آؤں گا۔"

وہ ان کی بات کاٹتا بجلی کی سی تیزی لئے وہاں سے چلا گیا۔ذہرہ بی بی شرمندہ ہو گئیں۔سچ تو یہ ہے کہ وہ حباب کے لئے اتنا اچھا رشتہ گنوانا نہیں چاہتی تھیں پھر جب رشتے کی بات بھی لڑکے نے خود کی تھی۔

"یہ کیا طریقہ تھا حباب؟"

میثم کے جانے کے بعد وہ دروازے کو کنڈی لگاتی سیدھا کچن میں آئی تھی۔حباب پلیٹ میں چاول نکالے بڑے مزے سے کھا رہی تھی۔

کیا۔۔۔؟ مجھے بھوک لگی تھی تو اپنے لئے کھانا نکال لیا۔میں نے سوچا ابھی آپ کو"

"اپنے مہمان کی خاطر مدارات میں وقت لگے گا تو اس لئے۔

وہ یوں بولی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور یہ کوئی عام بات ہو۔

"میں اس کی بات نہیں کر رہی۔"

انہوں نے اس کی پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"تو پھر؟"

حباب کھانے میں مصروف رہی۔

میثم کے ساتھ تمھارے رویے کی بات کر رہی ہوں۔یہ آداب سیکھائے ہیں میں نے" کہ تم گھر آئے مہمان کے ساتھ یہ سلوک کرو۔جانتی ہو مجھے کتنا شرمندہ کیا ہے تم "نے اس کے سامنے۔

وہ ناراضگی سے کہتی کچن سے چلی گئیں۔حباب نے ایک گہرا سانس لیا اور پلیٹ سلیب پر رکھتی ان کے کمرے میں آئی۔

بی اماں اس طرح ہم کسی پر بھی آنکھ بند کر کے یقین نہیں کر سکتے۔آجکل کسی" اپنے پر بھروسہ کرنے کا وہی انجام ہوتا ہے جو کسی غیر پر یقین رکھنے سے بھگتنا پڑتا ہے۔میں حیران ہوں۔آپ تو مجھے سکھاتی تھیں اب کس طرح آنکھ بند کر کے اس پر "یقین کر سکتی ہیں جس سے ہماری جان پہچان کو چار دن بھی نہیں ہوئے۔

حباب نے پیار سے ان کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

تمھاری بات ٹھیک ہے لیکن ان آنکھوں نے دنیا دیکھی ہے میرا دل کہتا ہے کہ وہ" "ایک شریف بچہ ہے۔

ذہرہ بی بی نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

بچہ۔۔ !!بس کردیں بی اماں اب اسے بچہ تو نہ کہیں۔بچہ تو وہ کسی اینگل سے نہیں" "لگتا مجھے۔

حباب نے تنگ پڑتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

اچھا میری ماں نہیں کہتی ہوں بچہ۔۔۔لیکن اب اگر وہ دوبارہ آیا تو یہ بدتمیزی نہیں"
"چلے گی۔ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔

ذہرہ بی بی ہنسنے لگیں۔

"ٹھیک ہے اب اگر آپ کا بچہ آیا تو۔۔۔"

اس نے زبان دانتوں تلے دبا لی۔

بس بس اب زیادہ مذاق اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔شریف لڑکیوں کے یہ چلن"
"نہیں ہوتے۔

ذہرہ بی بی نے اسے ٹوکا جبکہ وہ ہنس رہی تھی۔

چلو اب زیادہ دانت نہ نکالو۔۔۔جاؤ اب پلیٹ میں چاول ڈال کر لاؤ۔تمہارے انتظار"
"میں یہ وقت ہوگیا۔۔اوپر سے وہ بچہ بھی بھوکا چلا گیا۔

انہوں نے گھڑی پہ نظر ڈالی اور پیر اونچے کر کے بیٹھ گئیں تو وہ ہنسی روکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس بچے کو بھی کچھ نہ کھانے دیا۔اب بیچارہ خود کچھ الٹا سیدھا بنا کر کھائے گا۔"

ذہرہ بی بی کی سوئی ابھی بھی وہیں اٹکی ہوئی تھیں۔کمرے سے نکلتی حباب کو ان کی بات سن کر ہنسی آگئی جبکہ وہ میثم کی فکر میں ہلکان ہوئے جارہی تھیں۔وہ کھانا لے کر آئی تو وہ اسکے لئے جگہ بناتی سائیڈ پہ ہوئیں۔

یہ بتاؤ تم اتنے غصہ میں کیوں تھی جو آتے ہی سارا غصہ اس بچے پر نکال دیا۔ تم" اندر آئی تو میں تمھارا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ کچھ تو ہوا ہے ورنہ میری "بیٹی اتنی بدتمیز تو نہیں ہے۔

کھانے کے دوران یاد آنے پر ذہرہ بی بی نے کھانے سے ہاتھ روک کر اسکی طرف مسکراتی نظروں سے دیکھا۔

"وہ منحوس ملا تھا راستے میں بلکہ میرا راستہ روکا تھا۔"

یاد آنے پر اس کا حلق تک کڑوا ہوا تو لہجے میں بھی تلخی در آئی۔

"کون۔۔۔؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

وہ اس کی بات سن کر پریشان ہو گئیں۔

وہی خالد۔۔۔اور کون۔۔۔راستہ روک کر رشتے کے بارے میں بات کر رہا تھا، بلکہ" "صاف صاف مجھے دھمکا رہا تھا۔ بدتمیز کہیں کا۔

حباب کے ذہن میں الفاظ گونجنے لگے۔

کیا۔۔۔؟؟ اتنی ہمت ہو گئی اس کی۔۔یہ سب اسی اماں کی دی ہوئی شے" ہے۔ صاف صاف منع کرنے کے باوجود اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور تم مجھے اب "بتا رہی ہو۔اس وقت بتاتی مجھے تاکہ میں اسکی عقل ٹھکانے پر لے آتی۔

ذہرہ بی بی کے چہرے پر اس کی بات سُن کر غصے کی سُرخی چھلکنے لگی۔

میں نے محلے والوں کا ڈراوا دیا تو میرے آگے شیر ہو کر کھڑا ہو گیا تھا اور کہا کہ اس"
"بار وہ پھر بھیجے گا رشتہ اور اسے انکار نہیں چاہیئے۔

حباب نے کہا اور کھانا کھانے لگی۔

اس کا مطلب ہے اب محلے والوں کو بھی شامل کرنا پڑے گا۔یہ اس طرح نہیں"
"سُدھرنے والا۔

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

یہ اب ضروری ہو گیا ہے۔آج اس نے مجھے روکا ہے کل ہاتھ پکڑ لے گا تو میں کیا"
"کروں گی؟

ایک تاریک سایہ حباب کے چہرے پر ایک لمحے کو ٹھہر گیا۔

تم فکر نہ کرو میں یہ نوبت آنے نہیں دوں گی۔آج ہی اس بارے میں محلے دار ملک"
صاحب سے بات کرتی ہوں۔اب اُن لفنگوں کے ہاتھوں محلے کی بہو، بیٹیاں بھی
"محفوظ نہیں ہیں۔آج تم ہو کل کوئی اور بھی تو ہو سکتا ہے۔

وہ پانی پی کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

"کیا مطلب آپ ابھی جا رہی ہیں؟"

حباب نے کھانے سے ہاتھ روک کر ان سے پوچھا۔

ہاں---کھا لیا کھانا میں نے۔ابھی بات کر لوں تو اچھا ہے ورنہ رہتا رہ جائے گا اور اللہ" نہ کرے کل پھر سے راستہ روک دے تو---۔لڑکیوں کی عزت نازک کانچ کی طرح ہوتی ہے۔ذرا سی ٹھیس لگے تو عزت کا پندار چکنا چور ہو جاتا ہے۔"

ذہرہ بی بی چادر اوڑھتی باہر نکل گیئں۔حباب نے گھڑی کی جانب دیکھا اور اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہوگی۔

"آکر دروازہ بند کر لو اور میرے آنے تک کسی کے لئے بھی دروازہ مت کھولنا۔"

ان کی آواز سُن کر وہ تیزی سے باہر آئی تھیں۔

"اور اگر آپ کا وہ "بچہ "آگیا تو؟"

حباب نے لفظ بچہ پہ ذور دیتے ہوئے شرارت سے ان کی طرف دیکھا۔

"کسی کو بھی دروازہ نہیں کھولنا۔"

ذہرہ بی بی نے اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے سے پہلے پلٹ کر اس کی طرف تنبیہی نظروں سے دیکھا اور پھر باہر نکل گیئں، جانتی تھیں کہ وہ مذاق کر رہی ہے۔حباب نے مسکراتے ہوئے دروازہ بند کیا اور کمرے میں آ گئی۔

کیا کیا---؟؟ تم نے یہ حرکت---مائی گاڈ---ایک بار تو سوچ لیتے اس بارے" میں---تمھیں اندازہ بھی ہے کہ تم کیا کرنے جارہے تھے۔میں سوچ بھی نہیں سکتا

،کہ تم اس حد تک جاسکتے ہو۔انتقام اپنی جگہ مگر کسی معصوم کی زندگی کے ساتھ کھیلنا جس نے کچھ کیا بھی نہ ہو۔۔۔کیا تمھارے لئے یہ اتنی مناسب بات تھی جو تم اتنی "آسانی سے اس پر عمل پیرا ہونے چلے تھے۔

انصب نے اس کی تمام بات سننے کے بعد اپنا ردِ عمل ظاہر کیا تھا۔

جانتا ہوں یہ ٹھیک نہیں تھا اسی لئے تو ٹارگٹ پورا نہ ہو سکا۔تم تو ایسے بی ہیو کر" "رہے ہو جیسے میں کر گزرا ہوں۔

دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

ہاں تو شکر ہے اللہ کا کہ اس کا خوف موجود رہا تھا تمھارے دل میں اور اس نے" تمھیں بچا لیا ورنہ تم نے تو اتنا بڑا جرم کر گزرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ تم مزید میرا دماغ کھاؤ۔شئیر کیا ہے تو" "ہضم بھی کرو اور زیادہ ٹر ٹر مت کرو۔

میثم نے زچ ہو کر اس سے کہا۔

"نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔"

وہ مکمل طور پر میثم کو اگنور کرنے کے لئے ارد گرد بیٹھے لوگوں کو دیکھنے لگا۔میثم کو ہنسی آ گئی اتنے ٹینس ماحول میں بھی۔انصب نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔

اچھا ٹھیک ہے تم مجھے ڈیٹیلز بتا دو۔میں ہاسٹل شفٹ ہونا چاہتا ہوں۔میں وہاں رہا تو" "ایک دن یقیناً پاگل ہو جاؤں گا یا پھر کچھ کر بیٹھوں گا۔

میثم نے آستین کے کف فولڈ کرتے ہوئے کہا۔اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جس کو محسوس کر کے انصب کی یہاں وہاں گھومتی نظریں ٹھٹک کر میثم پر آن ٹھہریں۔

"مثلاً کیا کر بیٹھو گے؟"

انصب نے پوچھا۔

"قتل تو کدھر بھی نہیں گیا؟"

میثم نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاہاہا۔۔۔ !!اچھا مذاق ہے۔"

انصب نے مذاق اُڑایا جبکہ میثم اسے غصیلی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"اب کیا سالم نگلو گے مجھے؟"

انصب نے اسے خود کو ایسے دیکھتے پا کر کہا۔

دل تو یہی چاہ رہا ہے مگر کیا کروں بن مانس حرام ہے۔ورنہ کب کا تمھیں نگل کر ڈکار" "بھی مار چکا ہوتا۔

میثم نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

"شکر ہے اللہ کا۔"

انصب نے فضاء میں ہاتھ بلند کیے۔

"چلو اب یہیں شکرانے کے نوافل مت پڑھنے شروع ہو جانا۔"

میثم نے آرڈر کی طرف اشارہ کیا جو ابھی ویٹر سرو کر کے گیا تھا۔

"آگے کا کیا پلان ہے؟"

انصب نے کھانے سے مکمل انصاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہی جو ابھی کچھ دیر پہلے بتایا تھا۔ہاسٹل میں شفٹ ہوں گا۔"

میثم نے بات کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

کل صبح دونوں چلیں گے ہیڈ کے پاس اور بات کر لیں گے لیکن کہیں تمھارے تایا" مائنڈ نہ کریں یا پھر انہیں تمھارا ہاسٹل رہنا وہ بھی بناء پرمیشن کے کہیں بُرا نہ لگ "جائے۔

انصب نے فکرمندی سے میثم کی جانب دیکھا تھا۔

لگتا رہے۔۔۔مجھے پروا نہیں ہے۔وہ وقت گیا جب میں پرواہ کرتا تھا۔اب مجھے کسی" کے کچھ بھی سوچنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔یہ میری لائف ہے اور اسے میں اپنے "طریقے سے گزاروں گا۔

میثم نے پانی سے بھرا گلاس لبوں سے لگایا۔

"تو ٹھیک ہے پھر۔۔۔"

انصب نے کہا اور اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"آپ ابھی میرے سامنے بلا کر بات کریں ملک صاحب یہ صرف میرے گھر کی عزت کی بات نہیں بلکہ پورے محلے کی عزت کی بات ہے۔آج میری بیٹی ہے کل کو کسی اور کی بیٹی ہوگی، آپ کی بیٹی ہوسکتی ہے۔کیا تب بھی آپ اسی طرح خاموش بیٹھے رہیں گے یا پھر بات کو ٹال دیں گے اور وہ کوئی پہلی بار ایسا نہیں کر رہا۔پہلے بھی کئی مرتبہ تنگ کر چکا ہے۔آپ کچھ کریں بلکہ ابھی بلوائیں اور میرے سامنے بات کریں۔"

وہ چہرے کے گرد سفید چادر لپیٹے، محلے دار کے سامنے بیٹھی تھیں۔محلے دار نے ان کی بات ٹالنے کی کوشش کی تھی کیونکہ خالد کی بدزبانی اور بدتمیزی سے وہ کیا، سارا محلہ ہی واقف تھا اور سبھی کوشش کرتے تھے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کا پنگا نہ لیں۔اسی ڈر کے باعث محلے دار ملک صاحب بھی ان کی بات سُن کر خاموش ہو گئے۔ان کی خاموشی سے بی اماں کو اندازہ ہو گیا تھا اسی لئے وہ بھی اصرار کر کے وہیں بیٹھی رہیں۔

"بی اماں آپ تو اس کی زبان سے اچھی طرح واقف ہیں۔بڑوں کے لئے کوئی شرم لحاظ اس کی آنکھوں میں نہیں ہے۔"

ملک صاحب نے انہیں سمجھانے کی غرض سے تمہید باندھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔وہ واقعی اس قابل نہیں ہے کہ اس سے بات بھی کی جائے، مگر یہ کام بھی کرنا ضروری ہے۔۔۔۔ہے کہ نہیں؟ آپ بتائیں زرا۔"

وہ انہیں جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

"آپ کی بات صحیح ہے، میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن اس سے بات کرتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔میں نہیں چاہتا کہ یہ بات محلے میں پھیلے، اس سے بچی کا نام سامنے آئے گا، محلے میں باتیں ہونگی اور پھر آپ تو جانتی ہیں ایسے معاملوں میں لڑکی کو ہی قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔خواہ مخواہ میں بچی کی بدنامی ہوگی۔آپ جائیں، میں خود بات کروں گا بلکہ محلے کے چند اور بڑے بزرگوں سے بات کر کے انہیں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔آپ گھر جائیں اور پریشان مت ہوں۔میں اپنے طریقے سے اس مسئلے کو حل کروں گا۔"

وہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں کہتے انہیں یقین دلا رہے تھے۔زہرہ بی بی ان کی بات سُن کر خاموش ہو گئیں اور ان کا شکریہ ادا کرتی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔انہیں یقین ہو گیا کہ ملک صاحب اس معاملے کو سنبھال لیں گے۔وہ ان کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتی نکل آئیں۔ملک صاحب کے گھر کی گلی سے نکلتے ہوئے ان کی نظر جنرل اسٹور کے پاس کھڑے میثم پر پڑی۔خالد کی وجہ سے وہ اس بارے میں بھول ہی گئی تھیں

کہ ہیثم کو انہوں نے کھانے کے لئے روکا تھا اور وہ حباب کے خشک رویے کی وجہ سے کھانا کھائے بغیر ہی وہاں سے چلا گیا۔وہ فوراً اس کی طرف بڑھیں۔

"ہیثم بیٹا معاف کرنا میں تم نے کھانا کھایا اور اوپر سے میں تمھیں کھانا دینا بھول گئی۔"

وہ اس کے ہاتھ میں پکڑے شاپر کو دیکھ کر شرمندگی سے بولیں، جس میں نوڈلز کے پیکٹ تھے۔وہ ان کی آواز سُن کر پلٹا۔

"بی اماں آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟"

اس نے دکاندار کو پیسے دیئے اور ان کے ساتھ چلنے لگا۔

کچھ نہیں میرے ساتھ آؤ، کھانا میرے ساتھ کھالو اب یہ کیا ٹیڑھی میڑھی سوئیاں کھاؤ"
"گے۔

انہوں نے نوڈلز کے شاپر کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔

بہت شکریہ آپکا بی اماں۔۔ !!آپ چلیں میرے ساتھ میں نوڈلز بہت مزے کے"
"بناتا ہوں۔آپ ایک بار کھائیں گی تو بار بار کھائیں گی۔

اس نے انہیں دعوت دی ساتھ ہی اپنی خصوصیت بھی بتا دی۔

ارے نہیں بیٹا مجھے تو زرا نہیں پسند اور تم بھی یہ موئی سوئیاں مت کھاؤ اور ابھی" میرے ساتھ چلو۔میں تمھیں بریانی ڈال دیتی ہوں۔میں نے تو سوچا تھا کہ آج مل کر کھانا کھائیں گے مگر۔۔۔چلو خیر پھر کبھی سہی۔۔ویسے تم بُرا مت منانا حباب کے

رویے کا حالات نے اسے کسی پر یقین کرنا نہیں سکھایا ہے۔آج کل دنیا کے لوگوں کا کیا اعتبار۔۔۔اب یہی خالد کو دیکھو، کل تک کہتا تھا کہ آپ میری ماں ہیں، حباب میری بہن ہے اور اب لڑکے نے الٹے پیر اٹھا لئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ شرافت کا "چولہ بھی اتار پھینکا ہے۔اللہ ہی ہدایت دے ایسے لوگوں کو۔۔۔

وہ نہایت افسوس سے کہتی آگے بڑھیں۔

"کیا مطلب۔۔۔کون خالد؟"

ان کی بات سن کر میثم کا ماتھا ٹھنکا۔اس نے ان کیطرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔اوپر سے زہرہ بی بی کا حباب کا نام لینا۔۔۔اسے حیرانی اور پریشانی نے آگھیرا۔

ارے بھئی بیٹا۔۔۔بس کیا بتاؤں۔اب تم تو بیٹے ہو میرے، تم سے کیا چھپانا۔محلے" دار ہیں نا ہمارے ملک صاحب۔۔۔ان سے ملنے گئی تھی۔خالد کے بارے میں بتانے کے لئے۔۔۔پہلے تو بار بار رشتہ بھیج کر میری ناک میں دم کئے رکھا اور اب حباب کو راستے میں روک کر اسے دھمکی دینے لگا ہے۔آج راستہ روکا ہے کل کو ہاتھ پکڑ لے گا تو۔۔۔کیا کریں گے، میں اور میری معصوم بیٹی اس خبیث کا کیا خاک مقابلہ کر سکتے ہیں۔اپنی عزت کی اسے رتی برابر بھی پرواہ نہیں ہے لیکن ہمیں تو اپنی عزت جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔اسی لئے ان کے پاس گئی تھی تاکہ وہ اسے منع کریں کہ اپنی حد میں رہیں اور دور رہے میری بیٹی سے۔۔۔لیکن وہ بیچارے بھی اسکی بے لگام زبان

کی وجہ سے ڈر رہے تھے، اور کیوں نہ ڈریں۔۔اس میں کہاں شرم لحاظ ہے بڑے
چھوٹے کا۔"

وہ گلی میں داخل ہوتے ہوئے اپنی ہی دھن میں اسے بتا رہی تھیں۔ان کا دایاں
ہاتھ میثم کے ہاتھ میں تھا۔جس کے چہرے سے ہی اسکے غصے کا اندازہ ہو رہا تھا لیکن
زہرہ بی بی نیچے دیکھ کر چل رہی تھیں اس لئے وہ اسکے غصے کی گہرائی کو نہیں ناپ
سکی تھیں۔میثم کا جی چاہا کہ ابھی اسی وقت جا کر اس خالد نامی شخص کے ہوش
ٹھکانے لگا دے لیکن فلحال صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"آپ فکر مت کریں، میں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں۔آپ
مزید کسی اور سے اس بارے میں کچھ نہ کہیں۔"

گھر کے دروازے پہ دستک دیتے ہوئے وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"اللہ تمھیں شیر کا زور دے۔بس اب میں نے اپنے بیٹے کو بتا دیا ہے تو مجھے یقین ہے
میری تکلیف دور ہو جائے گی۔"

وہ اسکے کندھے پہ تھپتھپاتی بولیں۔

"بی اماں۔۔۔آپ کو جو بھی مسئلہ ہو،کوئی بھی بات ہو۔۔۔اسکے لئے پریشان ہونے
کی ضرورت نہیں۔آپ مجھے بتائیں۔"

اس نے کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔اسی دوران حباب دروازہ کھول کر واپس پلٹ گئی۔

"حباب کے رویے کا برا مت ماننا۔وہ اسی وجہ سے بہت غصے میں تھی۔"

حباب کو دیکھکر یاد آنے پر وہ شرمندگی سے بولیں۔دل ہی دل میں وہ حباب کے لئے میثم کو پسند کر چکی تھیں اور وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں ان سے اس بارے میں بات کر چکا تھا۔حباب کے رویے کے باعث انہیں یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں میثم اپنا فیصلہ نہ بدل دے۔

"کوئی بات نہیں بی اماں۔۔"

اس نے آہستگی سے کہا۔وہ ابھی تک دروازے میں ہی کھڑی تھیں۔

"اچھا تم ٹھہرو، میں تمھارے لئے بریانی لاتی ہوں۔"

"ارے نہیں بی اماں۔۔۔تکلیف نہ کریں۔آپ اندر جائیں تو میں چلتا ہوں۔"

اللہ تمھاری عمر دراز کرے بیٹا۔۔تکلیف کی کیا بات بس میں ابھی آئی۔"

وہ کہہ کر جھٹ سے اندر چلی گئیں۔اسے مناسب نہ لگا گھر کے اندر جانا اس لئے وہیں کھڑا رہا۔

زہرہ بی بی کچن میں آئیں تو حباب وہیں کھڑی تھیں۔اسکی نظروں میں دکھتے تاثر کو نظر انداز کرتے ہوئے جلدی جلدی ایئر ٹائٹ باؤل میں اسکے لئے بریانی ڈالنے لگیں۔وہ سمجھ گئی کہ کس کے لئے ڈالا جا رہا ہے، اس نے کچھ نہ کہا بس خاموشی سے دیکھنے لگی۔

ارے بس کریں نا کیا سارا کا سارا اسکے لئے ڈال دیں گی۔میرے لئے بھی کچھ چھوڑ"

"دیں۔میں رات کو کھا لوں گی نا۔

اس نے تیزی سے خالی ہوتی پتیلی کو دیکھا تو دبے دبے لہجے میں کہتی قریب آئی اور

ان کے ہاتھ سے چمچ لے لیا۔

"بہت ہے---حرص اچھی چیز نہیں ہوتی۔"

وہ ڈھکن رکھتے ہوئے اسے نصیحت کرنے لگیں۔

ہونہہ-- !!ایک پلیٹ بھی بمشکل بنے گی اور حرص کرنے کی گنجائش ہی کہاں ہے"

"میری زندگی میں جو حرص کروں گی۔

وہ روٹھے لہجے میں بولی۔

"اچھا اچھا بس---ہر حال میں اللہ کا شکر کرنا چاہیئے، ناشکری اچھی شے نہیں۔"

وہ اسکے انداز کو ناپسندیدگی سے دیکھتے ہوئے اسے ٹوک کر کچن سے باہر نکل گئیں جبکہ

خاموش نظروں سے انہیں جاتے رہی۔

"یہ لو بیٹا۔"

انہوں نے ٹرے میثم کی طرف بڑھایا۔

"شکریہ بی اماں---آپ کو یونہی خود کو تکلیف دی۔"

چٹنی، سلاد اور بریانی سے سجی ٹرے دیکھ کر کہا۔

کوئی بات نہیں بیٹا۔۔۔ تمھارا اپنا گھر ہے۔ جب جی چاہے آ جایا کرو۔ اب روز روز تو میں گھر سے نہیں نکلتی کہ راستے میں دیکھوں تو پکڑ کر لے آیا کروں، خود ہی آ جایا کرو بلکہ کھانا یہیں سے لے جایا کرو یا یہیں آ کر کھا لیا کرو۔۔۔ ہمارے ساتھ یا پھر تم یوں کیوں نہیں کرتے کہ چھت والا کمرہ خالی پڑا ہے۔ یہیں آ جاؤ۔ ہمارے ساتھ رہو۔"

زہرہ بی بی نہایت محبت سے کہہ رہی تھیں جبکہ کچن میں کھڑی حباب نے سنا تو وہ کرنے لگی۔

"بہت شکریہ آپ کے خلوص اور محبت کا بی اماں جو آپ میرا اتنا خیال کر رہی ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے منع کر گیا ورنہ جی تو چاہ رہا تھا کہ ابھی مالک مکان کو کرایہ دے اپنا سامان یہیں اٹھا لائے۔

شکریہ کیسا بیٹا۔۔۔ تم ہمارے اپنے ہو، برسوں بعد تو کوئی اپنا دکھا ہے۔ میرا تو جی چاہتا ہے تمھیں نظروں سے اوجھل نہ ہونے دوں۔ تمھارے اور حباب کے علاوہ میرا ہے ہی کون اس دنیا میں۔"

وہ سرد آہ بھرتی نولیں۔

"میرا بھی آپ دونوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔"

میثم نے گہرے لہجے میں کہا تو انہیں اس کا لہجہ عجیب سا لگا۔

"!!چلتا ہوں اللہ حافظ۔۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔ ہیثم۔کے جانے کے بعد انہوں گلی میں جھانک کر دروازہ بند کر دیا۔

کیسا بانکا سجیلا نوجوان ہے۔اللہ جوانی نصیب کرے۔آمین۔۔ !!کروڑوں کی جائیداد اکلوتا" وارث ہے مگر مجال ہے جو زرا سا بھی غرور ہو۔بہت اچھی تربیت۔۔۔

وہ یکایک خاموش ہو گئیں۔

"اچھا اگر اتنا ہی امیر ہے تو اس علاقے میں کیا کرنے آیا ہے۔"

حباب جو تخت پہ آکر بیٹھ گئی تھی اور پیر جھلاتے ہوئے مذاق اڑایا۔حباب کی بات غور طلب تھی مگر وہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھیں۔اسی سوچ میں گم وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔حباب کو حیرت ہوئی انہیں یوں گم صُم دیکھ کر۔۔۔وہ کندھے اچکا کر کچن میں آگئی۔

وہ اس وقت اپنی اسٹڈی میں تھے جب وہ اندر داخل ہوا۔وہ بناء دستک دیئے اور بناء اجازت طلب کیے اندر آیا تھا۔جسطرح اندر داخل ہوا تھا۔انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر بدتمیزی اور بدتہذیبی کا مظاہرہ کرے گا۔

"مجھے آپ سے بات ضروری بات کرنی ہے۔"

میثم نہایت اکھڑ لہجے میں کہتا ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔وہ جانتا تھا ان کے چہرے پہ پھیلتی حیرت کی وجہ کیا ہے۔وہ آنکھوں میں حیرت لیے اسے سر تا پیر دیکھ رہے تھے۔چند لمحے یونہی گزر جانے کے بعد وہ گہری سانس خارج کرتے اخبار تہہ کر کے ٹیبل پہ رکھ دیا۔

"ہاں کہو۔۔۔"

انہوں نے سامنے پڑی کرسی کی جانب اشارہ کیا کیا۔

میں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ میں ہاسٹل شفٹ ہو رہا ہوں۔میں یہاں نہیں رہ" "سکتا۔

اسکا انداز نہایت سرد اور چہرہ جذبات سے عاری تھا۔

"میں جان سکتا ہوں کہ یہ فیصلہ کیوں کر کیا گیا؟"

اتنی بدتمیزی دیکھنے کے بعد وہ اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حیران نہیں ہوئے تھے، کیوں کہ اگر وہ یہ انداز ان کے سامنے اختیار کر سکتا ہے تو وہ اس سے کچھ بھی کہنے اور کرنے کی توقع کر سکتے ہیں لیکن پھر انہوں نے اس سے سوال کرنا ضروری سمجھا۔

میں آپ کے سامنے اپنے کسی عمل کے لئے جواب دہ نہیں ہوں، لیکن پھر بھی" میں بتا دیتا ہوں۔میرا آپکی کی بیوی کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مجھے پسند

نہیں کرتی اور نہ ہی وہ مجھے ایک آنکھ بھاتی ہیں۔۔۔تو اس سلسلے میں ہیں یہی مناسب ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔"

ان کے چہرے پہ غصے کی سرخی دیکھنے کے باوجود وہ صاف صاف اپنی نفرت کا اظہار کر گیا۔ "کیا تمہیں اپنے تایا کے سامنے اس طرح کا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔تمہارے باپ نے بھی کبھی ان کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کر اتنی بدتمیزی کا مظاہرہ نہیں کیا، اور تم خود کو دیکھو۔۔۔ تم ہو کیا چیز۔۔۔ خود کو سمجھتے کیا ہو۔۔۔اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔"

اسی وقت جاثرہ بیگم کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے میثم کی ساری بات سن لی تھی۔اسی لئے نہایت طیش کے عالم میں دھاڑتے ہوئے وہ میثم کی جانب بڑھی۔

"میں آپ سے بات نہیں کر رہا۔"

ان کی آنکھوں میں غصے کے جلتے شعلوں کو مزے سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔اس کے لبوں کی ہنسی نے جاثرہ بیگم کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔

"اپنی اوقات میں رہو۔"

وہ چیختے ہوئے اس کی طرف یوں بڑھی جیسے ابھی اسے مار مار کر آدھ مرا کر دے گی۔

"میں اپنی اوقات جانتا ہوں لیکن آپ اپنی۔۔۔"

"خاموش ہو جاؤ تم دونوں۔"

وہ جو اتنی مشکل سے اپنے غصے پر قابو کیے بیٹھے تھے پھٹ پڑے۔

مجھے کیوں خاموش کرا رہے ہیں آپ۔۔۔اپنے اس ہوتے سوتے کو خاموش" کرائیں۔جس کی آنکھوں میں نہ بڑوں کا لحاظ ہیں اور نہ شرم۔۔۔آپ رہ سکتے ہیں "خاموش اس کی بد لحاظیوں کے سامنے۔۔۔میں نہیں رہ سکتی۔

جاثرہ بیگم کی نظروں میں بے پناہ نفرت تھی۔ایسی نفرت جو سب کچھ تہس نہس کر دینے کے درپے رہتی ہے۔

"جاثرہ تم جاؤ یہاں سے۔۔۔میں بات کرتا ہوں اس سے۔۔"

انہوں نے قدرے بلند آواز میں جاثرہ بیگم سے کہا۔

"بات نہیں کریں چلتا کریں اسے یہاں سے۔"

جاثرہ بیگم اپنی شدید نفرت کا اظہار کرتی دروازے کی جانب بڑھی۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ میثم کا منہ تھپڑوں سے لال کر کے اس کو بے عزت کر کے اس گھر سے نکال دیں۔جاتے جاتے بھی وہ اپنے دل کی بھڑاس اس نکال گئی تھی۔

مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔میں صرف آپ کو بتانے آیا تھا چاہتا تو" "!!بغیر بتائے بھی جا سکتا تھا لیکن خیر۔۔۔۔میں جا رہا ہوں۔اللہ حافظ۔۔

وہ تیزی سے کہتا دروازے کی جانب بڑھا۔

"رکو۔۔۔"

انہوں نے آواز دے کر اسے روکا۔وہ وہیں رک گیا اور پلٹ کر ان کی جانب دیکھا۔وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے قریب آئے۔

"تم جانا چاہتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم مجھ سے بالکل تعلق ختم کر لو۔۔جب جب تمہارا دل چاہے آ جایا کرنا۔"

انہوں نے اس کے کندھے پر پر ہاتھ رکھا۔وہ اثبات میں سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔انہیں لگا جیسے ایک بار پھر ابراہیم احمد ان کی زندگی سے چلا گیا۔ان کو اپنے سینے کے دائیں جانب درد سا محسوس ہو رہا تھا۔وہ کرسی پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئے۔

وہ اس گھر کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ہمیشہ وہیں رہنا چاہتا تھا لیکن وہ یہاں رہ کر روز روز جس تکلیف سے گزر رہا اب اس سے نکلنا چاہتا تھا۔ایک عذاب تھا جو مسلسل اسکے سر پر مسلط تھا۔انہوں نے اسے نہیں روکا تھا۔اگر وہ روکتے بھی تو وہ نہیں رک سکتا تھا لیکن نجانے کیوں اسکے دل میں یہ خواہش تھی کہ وہ اسے روکتے۔۔۔اسکے ہاسٹل جانے کے فیصلے کو قبول نہ کرتے۔اسے زبردستی روکنے کی کوشش کرتے۔

"کیا بات ہے بہت اداس لگ رہے ہو؟"

وہ پریڈ ختم ہونے کے بعد سیڑھیوں پہ بیٹھا تھا کہ انصب اسکے بال بگاڑتا اسکے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"نہیں تو۔۔۔"

وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

جھوٹ مت بولو۔تمھارا چہرہ چغلی کھا رہا ہے۔ویسے ابھی تمھیں آئے ایک دن ہی ہوا" ہے اور تم اترے چہرے کے ساتھ کبھی وہاں جاکر بیٹھتے ہو تو کبھی سیڑھیوں کو اپنا مسکن بنائے ہوئے ہو۔اگر گھر یاد آ رہا ہے تو پھر کیوں چھوڑ کر آئے ہو؟"

انصب اسکے چہرے کا گہرائی سے جائزہ لے رہا تھا۔

اس گھر میں میرے ماں باپ رہتے تھے۔وہ گھر میرا سب کچھ ہے۔ان کے ساتھ" گزارا ایک پل وہاں رہتے ہوئے میری نظروں سے محو نہیں ہوتا۔وہاں رہ کر میں ان کی خوشبو اپنے اردگرد محسوس کر سکتا ہوں۔"

وہ نہایت دکھ بھرے لہجے میں انصب کے آگے اپنا دل کھول کر رہا تھا۔

انصب حیران ہوا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔جو اس گھر سے بھاگنے، دور جانے اور اس میں" رہنے والوں کی شکل دیکھنا تک گوارا نہیں کرتا اور اب وہی اس گھر سے اپنی دلی وابستگی ظاہر کر رہا تھا۔انصب نے اس کے کندھے پر تسلی بھرا ہاتھ رکھا وہ اس سے کوئی باز پرس نہ کر سکا۔

"کوئی تمھیں زبردستی تو نہیں نکال رہے تھے۔رہتے وہاں۔۔۔"

انصب نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

میں ان کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا۔میرا خون کھولتا ہے جب میں انہیں ہنستے بولتے چلتے پھرتے دیکھتا ہوں۔کسطرح وہ دونوں مجھ سے میرا قیمتی سرمایا چھین کر خوش رہ سکتے ہیں۔جب وہ میری نظروں کے سامنے ہنستے ہیں تو میرے اندر انتقام کی آگ لگ جاتی ہے اور جی چاہتا ہے انھی کو آگ لگا دوں۔"

میثم مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جانتا ہوں۔۔۔لیکن میثم تمھیں اب اس لمحے کی قید سے نکل آنا چاہیئے۔چھوڑ دو ماضی" کا پیچھا، جو تم سے کہیں پیچھے رہ گیا ہے، آزاد کر دو خود کو۔۔۔تمھیں کیا لگتا ہے انکل آنٹی اگر زندہ ہوتے تو وہ تمھیں ایسے دیکھ کر خوش ہوتے۔۔نہیں نا۔۔۔"

انصب نے اسکی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نگاہیں پھیر گیا۔

"تو میری مانو۔۔۔سنبھالو خود کو اور نکل آؤ اس نفرت کے بھانبھڑ سے۔۔"

انصب نے اسکے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھا۔

تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں چاہ کر بھی نہیں بھلا سکتا۔ایسے لمحے جو خود دن رات میرا" پیچھا کرتے ہیں۔"

وہ گہری سانس بھر کر اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ ناشتہ کرنے سے بعد گھر سے نکلنے ہی والا تھا کہ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔وہ بیرونی دروازہ کھولنے کے لئے آگے بڑھا۔دروازے تک آتے آتے اس کے موبائل کی رنگ ٹون بھی بجنے لگی تھی۔دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے جیب سے فون نکالا۔۔فہد خان کا نمبر اسکرین پہ دیکھ کر اس نے فوراً کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔۔۔ !!کہاں تھے تم؟ کل سے تمھیں کال کر رہا ہوں اور یہ فون کیوں بند جا رہا تھا تمھارا؟کدھر مصروف ہو؟ صبح بھی کال کرتا رہا لیکن جناب نے تکلیف نہ کی کال پک کرنے کی۔"

دستک رک چکی تھی اس لئے وہ بھی دروازے کے قریب ہی رک گیا۔

"یہیں تھا یار۔۔۔میں نے کہاں جانا ہے، تمھیں پتہ تو ہے میری جاب ایسی نہیں کہ تمھاری طرح ویلا پھرتا رہوں۔۔۔بہت کام ہوتے ہیں میرے۔"

فہد نے غیر سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ہاں جانتا ہوں کہ سارے جہاں کا بوجھ تو تمہی نے اپنے نازک کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ذرا سا بھی ادھر ادھر ہوئے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہونے کا خطرہ ہے۔۔۔ہے نا؟"

وہ بھی اس کی خبر لینے کے لئے تیار تھا۔

"ہاں بالکل ٹھیک جا رہے ہو۔۔۔ایسا ہی ہے۔"

فہد بھی اسی کا سنگی تھا، ہارنا کب سیکھا تھا اس نے، اسی لئے اس کا دیا اعزاز قبول کرنے میں وقت نہ لگایا۔

اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ، یہ بتاؤ کہ کہاں تھے اور میرا فون کیوں نہیں ریسیو کر رہے "تھے؟"

میثم سنجیدہ ہوا۔

یار شہر میں نہیں تھا، کل رات ہی آیا، پھر تھکاوٹ اسقدر تھی کہ فون کا دھیان ہی" نہیں رہا۔ابھی اٹھا تو فون چیک کیا۔تم بتاؤ خیریت تھی؟ کیسے ہو اور انصب کیسا ہے؟

"کافی وقت ہو گیا تم دونوں ملنے نہیں آئے۔

فہد نے بھی سنجیدگی اختیار کی۔

"آئیں گے انشاء اللہ۔۔ !!ابھی تو ایک ضروری کام تھا تم سے۔۔"

میثم سیدھا مدعے پہ آیا۔

"ہاں بولو۔۔۔۔"

فہد نے ٹیبل پہ پڑی فائل ایک سائیڈ پہ کی۔

یہاں اس محلے میں ایک شخص ہے، خود کو اس علاقے کا ڈان سمجھتا ہے۔محلے کی"
بہو بیٹیاں اس کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہیں۔ذرا آکر اپنا جلوہ دکھا دو تو میری جان
"چھوٹے۔۔اور اگر تم بہت مصروف ہو تو میں خود ہی نپٹ لوں۔
میثم نے ساری بات بتانے کے بعد کہا۔
نہیں میرے بھائی تم کچھ بھی مت کرو۔میں ہوں نا۔۔۔۔میں کچھ کرتا ہوں، آپ کا"
غلام کب کام آئے گا۔آپ بالکل بے فکر ہو جائیں اور صرف پتہ لکھوا دیں۔میں ابھی
حاضر ہوتا ہوں۔
فہد نے ڈراور میں سے ڈائری نکالی اور پتہ لکھنے لگا۔
"یہ تم یہاں رہ رہے ہو؟ مگر کیوں؟"
فہد نے علاقے کا نام سُن کر حیرت کا اظہار کیا۔
"ہاں۔۔۔تم اس بات پہ دھیان دو جو میں نے کہی ہے۔"
وہ اس کی حیرت کو لاپروائی سے ٹال گیا۔
"مگر کیوں؟"
فہد کی حیرت بجا تھی کیونکہ میثم ایک پوش علاقے میں رہنے والا شخص ایسے مڈل کلاس
ایریاء میں کیوں رہ رہا ہے۔

اب اس وقت تو میں تمھیں تفصیل نہیں بتا سکتا، تم پہلے میرا کام کرو پھر میں"

"!!تمھارے اس "کیا اور کیوں "کا جواب دوں گا---اللہ حافظ

یہ کہہ کر میثم نے کال کاٹ دی اور موبائل اپنی پتلون کی جیب میں ڈالتا دروازے کی جانب بڑھا۔اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔وہ باہر نکل آیا اور پوری گلی خالی پا کر وہ گلی کے نکڑ تک گیا مگر وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔وہ واپس پلٹ آیا مگر اس پہلے کہ وہ گھر میں داخل ہوتا کہ پیچھے سے کسی اجنبی آواز کی پکار پر اس نے مڑ کر دیکھا۔یہ بیس سالہ لڑکا سفید قمیص شلوار میں ملبوس اس کی جانب آ رہا تھا۔یہ چہرہ اس کے لئے انجان تھا لیکن لڑکے کی نظروں سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ لڑکا اسے جانتا ہو۔

"!!السلام علیکم---"

لڑکے نے قریب پہنچ کر سلام کیا تو میثم نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔میثم کی سوالیہ نظریں سامنے کھڑے لڑکے پر جمی تھیں۔

"آپ میثم ابراہیم ہیں؟ جو مکان نمبر چار میں رہتے ہیں۔"

اس لڑکے نے پوچھتے ہوئے اس کے گھر کی جانب اشارہ کیا تو میثم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جو لطیف صاحب کے مکان میں رہتے ہیں، وہی میثم ابراہیم ہیں نا؟"

لڑکے کو شاید اس کے پہناوے سے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس علاقے اور اس مکان میں رہتا ہے۔

ارے بھئی ہاں نا۔۔۔یہیں رہتا ہوں، تم کون ہو اور مجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی کچھ" "دیر پہلے تم ہی نے دستک دی تھی؟

میثم نے اس کے اتنے انکوائری کرنے پر چڑ کر کہا اور پھر اس سے آنے کا مقصد دریافت کیا۔

آپ کو محلے دار ملک صاحب نے اپنی بیٹھک میں بلایا ہے، لطیف صاحب بھی وہیں" "ہیں۔

لڑکے نے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

"مجھے کیوں بلایا ہے؟"

اس نے استعجاب سے پوچھا۔

"یہ تو وہی بتا سکتے ہیں۔"

لڑکے نے کندھے اچکائے۔

"اچھا ٹھیک ہے جاؤ تم، میں چلا جاؤں گا ان سے ملنے۔۔۔"

وہ واپس اپنے گھر کی جانب پلٹا۔

جی نہیں انہوں نے کہا ہے کہ ابھی آپ کو ساتھ لے کر آؤں۔۔۔آپ ابھی چلیں"

"میرے ساتھ۔

لڑکے نے قدرے اُونچی آواز میں کہا۔

"اچھی زبردستی ہے بھئی۔۔۔اچھا ایک منٹ میں دروازے کو لاکڈ کر لوں۔"

میثم اسکے ساتھ جانے کی حامی بھرتا دروازے کو تالا لگانے لگا۔لڑکا وہیں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"چلو۔۔۔"

وہ دروازہ لاکڈ کر کے اس سے آگے چلنے لگا۔محلے دار ملک صاحب سے ایک دو بار ہی اس کی ملاقات ہوئی تھی۔وہ جب یہاں نیا نیا آیا تھا تو وہ اس سے ملنے آئے تھے۔لڑکے نے دوبارہ اس سے کوئی بات نہیں کی نہ ہی میثم نے مزید کوئی سوال کیا۔وہ خاموشی سے چلتا اسے ملک صاحب کے گھر لے آیا۔ان کی بیٹھک میں محلے کے سبھی بزرگ مرد حضرات موجود تھے اور کسی بحث میں مشغول تھے۔اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ سب خاموش ہو گئے تھے۔

"آؤ برخودار کیسے ہو؟"

ملک صاحب نے اسے دیکھا تو اُٹھ کر اس کی طرف بڑھے۔

میں ٹھیک ہوں، آپ کیسے ہیں ملک صاحب۔۔اور خیریت ہے؟ آپ سب کیوں جمع "ہیں یہاں؟"

میثم نے ایک طائرانہ نظر پوری بیٹھک پر ڈالی تو اسے کونے میں بیٹھا ایک شخص اپنی جانب بڑے غصے سے دیکھتا نظر آیا۔

برخوردار یہ شریفوں کا محلہ ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمھارا مرحوم غفور صاحب کے گھر والوں" سے کیا تعلق ہے؟ پہلے تو تمھیں کبھی یہاں اس علاقے میں نہیں دیکھا۔ جب غفور صاحب زندہ بھی تھے تب بھی تمھیں دیکھنا تو دور کی بات، ان کے منہ سے تمھارا نام بلکہ تمھارا ذکر تک نہیں سنا۔اب جبکہ ان کا کوئی والی وارث نہیں ہے تو تم نجانے کہاں سے ٹپک پڑے۔یہ سب ہم اس محلے میں برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے ہم "سب نے مل کر یہ فیصلہ۔۔۔

ایک منٹ محترم۔۔۔۔آپ کون ہیں؟ اور کس حق سے مجھ سے یہ سوال کر رہے" "ہیں؟

اسے اس شخص پہ بہت غصہ آیا لیکن بہت حد تک خود پہ کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا۔وہ شخص ملک صاحب کی جانب دیکھنے لگا۔ میثم نے بھی اسکی تقلید کی۔

ملک صاحب۔۔ !!یہ شخص کون ہے میں نہیں جانتا، اسی لئے انہیں میرے پرسنل" میٹر کو اس طرح ڈسکس کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔یہ میرا اور میری فیملی کا ذاتی

مسئلہ ہے۔آپ سب کون ہوتے ہیں مجھ سے اس قسم کے سوال کرنے

"والے---میرا ان سے جو بھی تعلق یا رشتہ ہے، نہایت خلوص اور بے غرض ہے۔

اس کا انداز دو ٹوک اور لہجہ تپا ہوا تھا۔

ہمیں اعتراض ہے---اور یہ سب کہہ کر تم اپنی بے شرمی پر پردہ نہیں ڈال"

سکتے۔ہر روز کے چکر یونہی نہیں لگ رہے تمہارے---ضرور تمہاری نیت میں کھوٹ

"ہے۔کیوں میں صحیح کہہ رہا ہوں نا؟

وہ شخص تیز تیز کہتا باقی محلے والوں کی جانب دیکھنے لگا۔

آپ لوگوں میں سے کسی نے مجھے ہر روز ان کے گھر سے نکلتے دیکھا ہے؟ میں بوجہ

ضرورت بھی بہت کم جاتا ہوں وہاں---بلکہ آپ لوگوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے

کہ بی اماں نے تو مجھے ان کے ساتھ رہنے کو کہا ہے لیکن میں نے اس لئے منع کر

دیا کہ کہیں آپ سب ان پر انگلی نہ اٹھائیں۔مجھے آپ لوگوں کی ذہنی پستی کا اندازہ تھا

"اور آج تو آپ لوگوں نے میرا اندازہ درست ثابت کر دیا۔

اس شخص کی بات میثم کے تلوؤں پر لگی اور سر پر بجُھی۔

میرا اپنا گھر تکمیل کے مراحل میں ہے اور میں جلد ہی انہیں ساتھ لیے اپنے نئے"

"گھر میں شفٹ ہو جاؤں گا۔

اس نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے وہاں بیٹھے ہر شخص کو بغور دیکھا۔

میرے بیٹے خالد نے تمھیں کہیں بار ان کے گھر سے نکلتے دیکھا ہے۔ہم بتا رہے"
ہیں کہ یہ سب یہاں نہیں چلے گا۔اپنا بوریا بستر اُٹھاؤ اور یہاں سے چلتے بنو۔۔۔ہم
"شریف لوگ ہیں اور اس قسم کی بے شرمی یہاں برداشت نہیں کریں گے۔
وہ شخص اس کی بات سننے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کونے میں کھڑے شخص کی
جانب اشارہ کیا۔
محترم ہم بھی نہایت شریف لوگ ہیں۔بے غیرت اور بے شرم تو آپ کا یہ بیٹا خالد"
ہے، جو میری منگیتر کو راستے میں روک کر اپنے کردار کے غلیظ ہونے کا ثبوت کئی بار
دے چکا ہے۔آپ پوچھیئے ملک صاحب سے کہ بی اماں نے کیا ان سے اس بارے
میں بات نہیں کی تھی۔ملک صاحب بتائیے نا ان تماشائیوں کو۔۔۔ویسے حیرت کی
بات ہے کہ اس شخص کے خلاف بات کرنے کی بجائے آپ نے میرے خلاف ہی
"محاز کھول لیا ہے، کمال کی ذمے داری نبھا رہے ہیں آپ۔
اس نے نہایت طنزیہ نظروں سے ملک صاحب کی طرف دیکھا جو اپنا نام سن کر سر جھکا
گئے تھے۔
میں آپ لوگوں کو بتانا ضروری تو نہیں سمجھتا مگر چونکہ آپ لوگوں کے ذہن نہایت"
شفاف ہیں اس لئے میں بتادوں کہ بی اماں میری نانی لگتی ہیں اور ان کی نواسی میری
"تایا زاد ہیں۔وہ میرے رشتے دار ہیں اور اسی حق سے میں وہاں جاتا ہوں۔

وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے گویا ہوا۔

اچھا تو پہلے کہاں تھے تم۔۔غفور صاحب کی زندگی میں تو کبھی نہیں آئے اور اب"

"جب وہ نہیں رہے تو تمہارے دل میں اچانک اپنوں کی محبت جاگ گئی۔

خالد اس کی بات سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ اس لئے کہ میں پڑھائی کی غرض سے بیرون ملک مقیم تھا۔"

میثم کا جی چاہا کہ اس شخص کا منہ توڑ دے۔

اور ملک صاحب آپ کیوں خاموش ہیں مجھے ویسے آپ سے یہ توقع نہیں تھی کہ آپ"

اتنی لاپروائی کا ثبوت دیں گے۔میری نانی نے آپ سے بات کی تھی اور حیرت کی بات

"ہے کہ اب بھی آپ نے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکالا۔۔۔

وہ خالد کو مکمل اگنور کر گیا۔

"یہ بکواس ہے میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا اور نہ ہی کچھ کہا ہے۔"

خالد کو سمجھ نہ آئی کہ کسطرح اس لمبے چوڑے شخص کو زیر کرے۔

ٹھیک ہے اب یہ مسئلہ پولیس حل کرے گی۔میں نے رپورٹ درج کروا دی ہے"

"خالد کے خلاف، انسپیکٹر فہد ابھی پہنچتے ہونگے۔

وہ خالد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا وہاں سے جانے لگا۔

اچھا اگر اتنے ہی رشتہ دار ہو تو الگ گھر میں کیوں رہ رہے ہو۔ان کے ساتھ کیوں"
"نہیں رہتے۔

خالد سے میثم کا انداز برداشت نہیں ہو رہا تھا اس نے پیچھے سے آواز لگائی۔ سبھی خالد کی طرف دیکھ رہے تھے۔اس کے سامنے بولنے کی مجال کسی میں بھی نہیں تھی کیونکہ خالد سے کوئی پنگا نہیں لینا چاہتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ جب اس نے سب کو بلایا تو وہ سب بناء انکار کیے اس کے پیچھے چلے آئے تھے۔

میں اس لئے الگ رہتا ہوں کیونکہ میری منگیتر اس گھر میں رہتی ہے اور آپ لوگوں" کی وجہ سے میں نے ان کے ساتھ ان کے گھر رہنے سے انکار کر دیا تھا تاکہ محلے والوں کو کوئی مسئلہ نہ ہو اور کوئی ان پر انگلی نہ اٹھائے۔شاید تم نے میری بات ٹھیک سے سنی نہیں۔۔۔لیکن خیر یہ میرے لئے اچھا ہی ہوا کہ آپ سب کے سامنے بات کھل گئی۔اب میں ایک دو دن میں وہیں ان کے گھر شفٹ ہو جاؤں گا۔اگر کسی کو "عتراض ہے تو آگے آئے۔

وہ بلند آواز میں کہتا خالد کو چیلنج کر گیا تھا اور دوسری طرف خالد جزبز ہوکر رہ گیا تھا۔وہاں موجود سبھی کہ چہروں سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سب میثم سے متفق ہیں اور اب کوئی بھی اسکا ساتھ نہیں دے گا۔

نہیں بیٹا ہمیں کیا عتراض ہوگا۔باقی یہ تمھارے گھر کا مسئلہ ہے تم جسطرح چاہو"
"حل کرو۔

ملک صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔باقی سب بھی ان سے متفق نظر آ رہے تھے۔اسی دوران انسپکٹر فہد مکمل یونیفارم میں سلام کرتا اندر داخل ہوا۔ میثم نے اسے دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

میرا نام انسپکٹر فہد ہے، خالد وسیم کون ہے؟ ان کے خلاف کسی میثم ابراہیم نے"
"رپورٹ درج کروائی ہے۔

فہد نے نہایت ادب سے وہاں بیٹھے لوگوں کی طرف دیکھا۔

جی انسپکٹر صاحب۔۔ !!میں ہی میثم ابراہیم ہوں، میں نے ہی فون کیا تھا اور یہ رہا"
"وہ شخص۔۔خالد وسیم۔۔۔جس نے محلے والوں کا سکون غارت کر رکھا ہے۔

میثم نے خالد کی طرف انگلی اٹھائی۔وہ دونوں ایک دوسرے کو نہ پہچاننے کی بھرپور ایکٹنگ کر رہے تھے۔

ارے نہیں نہیں انسپکٹر صاحب۔۔۔میثم بیٹے تمھیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہو گئی"
"ہے۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

خالد کا باپ بیٹے کی شامت آتے دیکھکر جلدی سے آگے آیا۔وہاں موجود سبھی کہ لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"نہیں جناب۔۔ !!اب تھانے چل کر بات ہو گی۔"

"!!شکور۔۔۔"

فہد نے باہر کھڑے کانسٹیبل کو پکارا تو وہ اندر آیا۔

ارے نہیں انسپکٹر صاحب یہ معافی مانگ لے گا۔اوئے چل معافی مانگ بڑے "

"بھائی سے۔

خالد کے باپ نے بیٹے کو میثم کے سامنے کیا لیکن وہ اسی طرح میثم کے سامنے اکڑ کر کھڑا رہا۔ میثم بھی کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

وسیم صاحب آپ کے بیٹے میں کافی اکڑ ہے، جو مجھے اچھے سے نکالنے آتی" ہے۔جیل میں تو اچھے اچھوں کی عقل ٹھکانے لگ جاتی ہے۔پولیس کا ڈنڈا کھائے گا "تو ٹھیک ہو جائے گا۔میرا خیال ہے کہ تھانے چل کر بات ہو جائے تو بہتر رہے گا۔

فہد نے اکڑ کر کھڑے خالد کو گدی سے پکڑ کر اسے جھکایا۔

"ارے کمبخت۔۔۔ !!اکڑ کس بات کی دکھا رہا ہے۔"

وسیم حیدر نے آگے بڑھ کر خالد کو پیٹھ پر ایک دھموکا جڑ دیا۔ میثم نے اپنی ہنسی روکی۔

،میثم بیٹا اگر اس نے ایسی کوئی حرکت کی بھی ہے تو پہلی بار سمجھ کر معاف کر دو" "میں یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

وسیم حیدر نے نہایت التجائی انداز میں میثم سے کہا۔

ٹھیک ہے میں اپنی کمپلین واپس لیتا ہوں لیکن یہ لاسٹ وارنگ ہے۔اس کے بعد" اگر ایسا کچھ بھی ہوا تو پھر حوالات سے باہر نہیں نکل سکے گا آپ کا بیٹا۔۔آئیے "انسپیکٹر صاحب۔۔

میثم نے دونوں باپ بیٹے کو وارننگ دی اور پھر انسپکٹر فہد کو لئے بیٹھک سے نکل گیا۔جاتے ہوئے اس نے خالد کی طرف ایک جلا دینے والی مسکراہٹ اچھالی تھی۔

میں نے آپ سے کہا ہے نا کہ میں نہیں جانا چاہتی گاؤں اور نہ میرے بچے جائیں" "گے۔آپ جانا چاہتے ہیں تو جائیں۔

وہ رموٹ ہاتھ میں لئے چینلز چینج کر رہی تھی۔

جاثرہ میں اس وقت کسی بھی قسم کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔اس لئے خاموشی" سے اٹھو اور تیاری پکڑو۔ہم دس بجے تک نکلیں گے۔۔۔بچوں کو تیار کرو۔۔۔اٹھو "فوراً۔۔

انہوں غصے سے کہا اور الماری سے کپڑے لیتے ہوئے واش روم میں گھس گیا جبکہ وہ غصے سے ریموٹ پھینکتی بیڈ سے اتر کر کمرے سے نکل گئی۔

"بیگم صاحبہ۔۔۔آپ جا رہی ہیں؟"

وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی جب تاجو اسے دیکھ کر قریب آئی اور اس سے پوچھا۔پوچھنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ بے دھیانی میں اپنی شامت کو دعوت دے بیٹھی ہے۔

"تم اپنی اوقات میں رہو۔"

جاثرہ احمد اس پر برس پڑنے کو تیار تھی۔تاجو فوراً پیچھے ہٹی کہ کہیں اس کی بیگم صاحبہ اسکے منہ پر اپنے ہاتھ کی چھاپ ہی نہ چھوڑ دیں جبکہ وہ تاجو کو قہر بھری نظروں سے دیکھتی تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی۔تاجو نے شکر ادا کیا کہ صرف ایک ہی جملے میں اس کی جان بخشی ہوئی تھی ورنہ جاثرہ بیگم تو جو شروع ہوتی تو وہ اپنی قہر آلود زبان سے کھال ادھیڑ کر ہی دم لیتی تھی۔تاجو نے جاثرہ احمد کو کچن میں جاتے دیکھا تو وہ اپنی جان بچاتی سرونٹ کواٹر کی جانب بھاگی۔جاثرہ احمد کو شدید غصے کے عالم میں یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ وہ خود اپنے لئے چائے بنا رہی ہے۔چائے بنا کر کپ لئے وہ واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔تھوڑی دیر بعد جب اسکے اعصاب بحال ہوئے تو دوسری ملازمہ کو بلا کر اس نے بچوں تو تیار کرنے کا کہہ دیا تھا اور خود بھی تھوڑی دیر میں تیار ہو گئی۔اس دوران ابرار احمد کمرے میں کئی بار آئے اور اسے خاموشی سے تیار ہوتا دیکھکر مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ خاموشی اپنے پیچھے ایک طوفان لئے بیٹھی ہے۔

وہ ایک چھوٹے سے سفری بیگ میں اپنے کپڑے ڈال رہی تھی، جب وہ وہ کمرے میں داخل ہوئے۔جاثرہ احمد کو تیار دیکھکر وہ مسکرائے تھے۔وہ جانتے تھے کہ وہ چاہے جتنا بھی ناراض ہوں ان کی بات سے انکار نہیں کر سکتی۔وہ جاثرہ کے غصیلے چہرے کو دیکھ رہے تھے جس کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔

"چلو اب اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا بات ہے۔"

ابرار احمد نے اسکے ہاتھ سے دوپٹہ لے کر بیگ میں ڈالا۔جاثرہ احمد نے غصیلی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"اب جب تیار ہو ہی گئی ہو تو اتنی ناراضگی کس بات کی؟"

انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جاثرہ کا رخ اپنی جانب کیا۔

"آپ تو مجھ سے بات مت کریں۔"

اس نے بیگ کی زپ بند کی اور جھٹکے سے ان کا ہاتھ پرے کیا۔

خواہ مخواہ میں تم نے جی کا جنجال پال رکھا ہے۔اس بات کو رو رہی ہو، جو کب کی" دفن ہو چکی ہے۔خدا کے لئے چھوڑ دو اب اس بات کا پیچھا۔بچوں پر توجہ دو، وہ تمھاری لاپروائی میں تم سے دور ہو رہے ہیں اور تم نے دیکھا نہیں گاؤں جانے کے لئے کتنے ایکسائیٹڈ ہیں۔سب سے ہنسی خوشی ملنا، یہ سب ہمارے اپنے ہیں۔اس

خاندان کی بڑی بہو ہو تم، سب بہت رسپیکٹ کرتے ہیں تمھاری اور بے چینی سے
"ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ تم بھی اپنا غصہ اور تلخی جانے دو۔

انہوں نے نہایت محبت سے اپنی شریک حیات کو سمجھانا چاہا۔

اب زیادہ مطالبات مت کریں، شکر کریں کہ جا رہی ہوں۔ میں جیسی ہوں ویسی ہی"
"رہوں گی۔ جو مجھے دیا ہے آپ کے خاندان نے، انہیں وہی لوٹاؤں گی۔

وہ الماری کی جانب بڑھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ یہ سیاہ کپڑے میں کیا ہے؟"

انہوں نے اسے الماری میں سے سیاہ کپڑے میں لپٹی کوئی چیز نکالتے دیکھکر پوچھا۔

"کچھ پرسنل ہے، آپ جائیں میں آتی ہوں۔"

وہ نہایت پُراعتماد لہجے میں کہتی واپس بیگ کے پاس آئی۔ ابرار احمد کو اسکا انداز عجیب سا تو لگا لیکن جاثرہ احمد کے نڈر انداز نے انہیں شک میں مبتلاء نہیں ہونے دیا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ جاثرہ احمد کو زیادہ کریدا نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ اسکا انداز عجیب لگنے کے باوجود سر جھٹک کر کمرے سے نکل گئے۔ جاثرہ احمد کے لبوں پر زہریلی سی مسکراہٹ چھا گئی۔ اس نے وہ پوٹلی بیگ میں رکھی اور زپ بند کر کے تاجو کو آواز دی۔ تاجو جو یقیناً دروازے کے باہر ہی کھڑی تھی فوراً اندر آئی۔ اسکے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا شاپر تھا۔

"کسی نے دیکھا تو نہیں تمھیں؟"

جاثرہ احمد نے اسکے ہاتھ سے شاپر لیتے ہوئے پوچھا۔

"!!نہیں جی۔۔۔۔مگر۔۔۔"

تاجو پر گھبراہٹ طاری تھی۔

"مگر کیا؟"

اس نے شاپر بیگ میں رکھتے ہوئے دبے دبے غصے سے اسکی طرف دیکھا۔

وہ جی۔۔۔وہ بابا کہہ رہا تھا کہ گورکن کو اس پہ شک ہو گیا ہے اور اب وہ ہمارے لئے"

"یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس نے نظریں نیچے کیے بتایا۔

"ٹھیک ہے، جاؤ تم۔۔۔پیسے تو دے دیئے تھے نا تم نے؟"

اس نے ملازمہ سے پوچھا۔تاجو نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔"

اس نے تاجو کو جانے کو کہا تو وہ کمرے سے نکل گئی۔

"مزید کی اب ضرورت نہیں پڑے گی، میں اس بار یہ قصہ ہی ختم کر دوں گی۔"

وہ خود کلامی کے انداز میں کہتی عجیب سی ہنسی ہنس دی۔

وہ ابرار احمد کے کہنے پر گاؤں آ تو گئی تھی مگر وہاں کسی سے بھی ٹھیک سے نہیں ملی تھی۔اسکا ایک ایک انداز ظاہر کر رہا تھا کہ اسے زبردستی لایا گیا ہے۔عمارہ ابراہیم تو جاثرہ احمد کے اس رویے کی عادی تھی مگر باقی سب خاندان کی بڑی بہو کے روکھے رویے سے بے حد مایوس ہوئے تھے۔وہ چاہتے تھے ماضی کی ساری کدورتیں بھلا کر جاثرہ احمد پورے خاندان کو ایک جٹ کر دے مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی تھی۔سوائے صداقت احمد کے باقی سب کے ساتھ اسکا رویہ اسقدر گستاخانہ تھا کہ دوسرے دن انہوں نے اسے مخاطب کرنا ہی چھوڑ دیا۔ابھی انہیں گاؤں آئے دو ہی دن ہوئے تھے اور جاثرہ احمد نے واپس جانے کی ضد لگا دی تھی لیکن ابرار احمد کافی عرصے بعد گاؤں آئے تھے اس لئے وہ اتنی جلدی واپس جانے کے لئے تیار نہیں تھے، نتیجتاً اس نے ان سے بات کرنا بند کر دیا۔خود بھی وہ سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتی تھی اور بچوں کو دوسرے بچوں سے گھلنے ملنے نہیں دیتی، خود جہاں کہیں ہوتی انہیں اپنے آس پاس ہی رکھتی۔دونوں بچے ماں کے اس رویے سے اکتا گئے تھے۔اس وقت بھی وہ بچوں کو کمرے میں رہنے کی ہدایت کرتی خود باہر آ گئی۔لاؤنج سے قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ تو کمرے سے اپنے لئے چائے کا کہنے کے لئے نکلی تھی لیکن ان سب کو خوش گپیوں میں مصروف پایا تو کچن کی بجائے سیدھی لاونج میں آ گئی۔اسے دیکھکر سبھی خاموش ہو گئے۔

"ارے آؤ بہو۔۔۔شکر ہے تمھاری شکل دیکھنا نصیب ہوئی۔میں تو سمجھا تھا کہ اب

"جاتے وقت ہی تم سے ملاقات ہو پائے گی۔

صداقت احمد جاثرہ احمد کو دیکھکر آٹھ کھڑے ہوئے اور ابرار احمد کے ساتھ اس کے

لئے جگہ خالی کر دی۔

"معذرت چاہتی ہوں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔"

اس نے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے کہا اور ابرار احمد کے ساتھ بیٹھ گئی۔ابراہیم احمد

اور عمارہ ابراہیم کی نظریں جاثرہ احمد پہ ٹکی تھیں۔

"اچھا تو ڈاکٹر کو دکھانا تھا نا۔۔۔ابرار تم لے جاتے بہو کو ڈاکٹر کے پاس۔"

وہ ابرار احمد سے مخاطب ہوئے۔

یہاں کہاں اچھے ڈاکٹرز ملیں گے اور پھر میں صرف اپنی ڈاکٹر کے پاس ہی جاتی"

"ہوں۔

وہ ابرار احمد سے پہلے بول پڑی۔

اسی لئے میں کل رات سے انہیں کہہ رہی ہوں کہ واپس چلیں، ایسا نہ ہو میری"

"طبیعت زیادہ بگڑ جائے۔

وہ مزید بولی۔

"بدھ کو ایک جرگے میں شرکت کرنی ہے۔اس کے بعد چلیں گے۔"

ابرار احمد آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تنبیہہ کرتے بولے جبکہ وہ نظریں پھیر گئی۔

"چاچا جی مجھے آپ سے ایک اور ضروری بات کرنی تھی۔اگر آپ کی اجازت ہو تو ابھی کر لوں؟ ویسے بھی میں چاہتی ہوں کہ سب کے سامنے بات ہو جائے تو اچھا رہے گا۔"

وہ صداقت احمد کی جانب مڑی۔اس وقت اسکی آنکھوں میں ایک عجیب سے چمک تھی۔نہ صرف ابرار احمد بلکہ وہاں موجود سبھی لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کس بارے میں بات---؟"

ابرار احمد نے اسکا بازو پکڑ کر اسکا رخ اپنی جانب کرنا چاہا لیکن وہ جھٹکے سے ہاتھ چھڑا گئی۔

"ابرار مت ٹوکو اسے، بات کرنے دو۔"

صداقت احمد نے ابرار احمد کو روکا۔

"میں چاہتی ہوں آپ یہ حویلی میرے دونوں بچوں کے نام کر دیں۔"

اس نے گویا ان کے سروں پہ کوئی بم پھوڑ دیا۔کچھ حیرت بھری نظروں سے تو کچھ اس کی بات سن کر غصے میں آ گئے تھے۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہوں؟"

ابرار احمد کی آواز میں دبا دبا غصہ تھا۔

"کیوں---میں نے ایسا کیا غلط کہہ دیا-یہ میرے بچوں کا حق ہے-"

وہ نہایت اطمینان سے بولی-

اس پر ہمارا کوئی حق نہیں--یہ حویلی دادا اپنی زندگی میں ہی چاچا کے نام کر دی تھی"

"اور پیچھے چھپی وجہ سے تم اچھی طرح واقف ہو-

اب کے ابرار احمد کی آواز قدرے بلند تھی-

"بھابھی بھائی بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں-"

ابراہیم احمد نے چاچا کو خاموش ہوتے دیکھکر جاثرہ احمد سے کہا-

،کیوں---سب چیزوں پر صرف تمھارا حق ہے کیا-ہر چیز تو لپیٹ لی ہے تم نے"

"اب کیا اس حویلی پر بھی نظر ہے تمھاری-

وہ کھولتے ہوئے لہجے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی-

"جاثرہ خاموش ہو جاؤ-"

ابرار احمد اسکی طرف بڑھے-

آپ چپ رہیں-آپ دب سکتے ہیں ان لوگوں سے میں نہیں ڈرتی کسی سے بھی-یہ" آپکا بھائی جسے بڑے بھائی کا کوئی لحاظ شرم نہیں-کسطرح آپ سے سب کچھ چھین کر ایک جانب ہو گیا-آپ کو س حال میں پہنچا دیا کہ آپ خالی ہاتھ رہ گئے ہیں اور اسکی

"یہ گھٹیا بیوی---

وہ طیش کے عالم میں عمارہ احمد کیطرف بڑھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ عمارہ پہ جھپٹتی ابراہیم احمد ان دونوں کے بیچ آگیا۔

"تم ہٹو بیچ میں سے---"

جاثرہ احمد نے ابراہیم احمد کو دھکا دیا تو وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا اور صوفے پہ گرا۔عمارہ احمد نے تیزی سے پیچھے ہو کر جاثرہ احمد کے وار سے خود کو بچایا۔جاثرہ احمد کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہا۔اس اچانک افتاد پہ سب پریشانی سے جاثرہ احمد کی جانب بڑھے تھے۔ابرار احمد نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا۔

"یہ کیا طریقہ ہے جاثرہ--- خود پہ قابو رکھو۔"

وہ غصے سے دھاڑے۔ابراہیم خود کو سنبھالتا تیزی سے اٹھا اور عمارہ کو ساتھ لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ جاثرہ احمد ابرار احمد کی گرفت میں چیخ رہی تھی۔

"ابرار بہو کو کمرے میں لے جاؤ۔"

صداقت احمد نے ابرار احمد سے کہا اور پھر باقی سب کو بھی وہاں سے جانے کا اشارہ کرتے خود بھی باہر نکل گئے۔

"ہوش میں آؤ۔"

جونہی لاونج خالی ہوا، ابرار احمد نے اسے صوفے کی جانب دھکیلا۔

"چھوڑیں مجھے آپ--- میں اس کا خون پی جاؤں گی۔"

وہ غصے سے بپھرتی اٹھی اور سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔ابرار احمد اسے بڑی مشکل سے دھکیلتے ہوئے کمرے میں لے۔دونوں بچے ماں کو ایسی حالت میں دیکھکر گھبرا گئے۔وہ اسے گھسیٹتے ہوئے اندر لائے اور اسے بیڈ پہ پٹخ دیا۔

آپ ہوتے کون ہیں میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے والے۔۔میں آپ سب کا وہ" حال کروں گی کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔اس چڑیل کو ایسا سبق "سکھاؤں گی کہ اسکی ساتھ پشتیں بھی یاد کریں گی۔

وہ اپنی پوری قوت سے چلائی۔

ہوش کے ناخن لو اور اپنی زبان کو قابو میں رکھو، میں تم سے اس بیوقوفی کی توقع نہیں" کر رہا تھا۔مجھے اب ہے سامنے شرمندہ کر کے رکھ دیا ہے تم نے۔۔۔تم میں کچھ "عقل بھی ہے یا پھر یہ خالی ہے۔

انہوں نے اسکی کنپٹی پہ انگلی رکھ کر ہلکا سا جھٹکا دیا۔

"آپ اپنا رویہ درست کریں میرے ساتھ، میں کوئی آپکی زر خرید غلام نہیں ہوں۔"

جائرہ احمد نے نہایت غصے سے انکا ہاتھ پرے کیا۔

"کسی نے صحیح کہا ہے کہ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔"

وہ افسوس سے کہتے کمرے سے جانے لگے۔جاتے جاتے ایک نظر انہوں نے دیوار کے ساتھ کھڑے خوف زدہ چہروں کو دیکھا تو انہیں اشارے سے پاس بلایا۔دونوں ماں پر ایک سہمی نظر ڈالتے باپ کی جانب بھاگے۔وہ انہیں ساتھ لئے کمرے سے نکل گئے۔

تم ابھی مجھے جانتے ہی کہاں ہو ابرار احمد۔۔۔میں نے حویلی تمہارے سارے خاندان"

"پہ نہ الٹ دی تو میرا نام جاثرہ احمد نہیں۔

یہ کہہ کر وہ اپنے چھوٹے سے سفری بیگ کی جانب بڑھی۔زپ کھول کر اس میں سے سیاہ پوٹلی اور سیاہ شاپر نکال کر ٹیبل پر رکھا اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

واہ یار۔۔۔ !!کیا بات ہے تمہاری۔۔۔بالکل عین وقت پر انٹری مار کر تم نے خالد کی"

"ساری اکڑ کو خاک میں ملا دیا۔ویسے ڈائریکٹ وہاں پہنچے کیسے تم؟

وہ فہد کے شانے پر دوستانہ انداز میں بازو پھیلاتا وہ حیرت سے بولا۔

"میں پولیس ہوں پولیس۔۔۔کوئی مذاق نہیں۔میں ہر جگہ پہنچ سکتا ہوں۔"

فہد نے فرضی کالر کھڑے کیے۔

اچھا۔۔۔ !!لیکن یار پولیس کے بارے میں تو سنا ہے کہ ہمیشہ تب پہنچتی ہے"

"جب۔۔۔

"بس بس۔۔۔۔بہت اونچا مت جاؤ۔"

فہد نے اس کے سر سے اونچے ہوتے ہاتھ کو نیچے کیا۔ میثم نے اپنی لبوں میں قید مسکراہٹ کو آزاد کیا۔ وہاں سے وہ فہد کو گھر لے آیا۔ فہد نے اندر داخل ہوتے ہی پورے گھر کا جائزہ لیا۔

"کیا لو گے؟"

میثم دروازے بند کرنے کے بعد اسکے قریب آیا۔

پہلے تم یہ بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے؟ اپنا گھر ہوتے ہوئے بھی تم یہاں کیوں رہ رہے "ہو؟"

فہد نے اسکا بازو ہٹایا اور صحن میں رکھی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ اس چھوٹے سے مکان کو دیکھتے ہوئے اسکی نظروں میں کئی سوال تھے۔

"بتا دوں گا۔۔۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ کیا پیو گے؟"

میثم اسکے سامنے پڑی چیئر پہ بیٹھ گیا۔

"مجھے وہ بتاؤ جو میں پوچھ رہا ہوں۔"

فہد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

تم تو جانتے ہو میری خود سے بھاگنے کی عادت کو۔۔۔ بس جی اکتا گیا تھا وہاں رہ رہ "کر۔۔ سوچا کچھ وقت کے لئے۔۔۔

"تو یہ لڑکی کا کیا معاملہ ہے؟"

فہد نے جائزہ لیتی نظروں سے اسے دیکھا۔

کوئی معاملہ نہیں۔۔۔یہ تو اس کمبخت خالد نے محلے کی بہو بیٹیوں کا جینا حرام کیا ہوا" ہے اس لئے تنگ آکر میں نے تمھیں کہہ دیا۔جانتا تھا کہ وہ اتنے پانی میں نہیں ،ہے، ایک ہی وار میں ڈھے جانا ہے اس نے۔۔۔دوسرا محلے والے شریف لوگ ہیں وہ خالد اور اسکے باپ کی بدزبانی سے ڈرتے ہیں۔اس لئے میں نے سوچا بیچاروں کی مدد "کر دوں۔

میثم نے بتایا تو وہ سر یوں ہلانے لگا جیسے کہہ رہا ہو تم پر یقین تو نہیں آ رہا لیکن پھر بھی یقین کر لیتا ہوں۔

"تم تو جانتے ہو مجھے، وہ کیا کہتے ہیں کہ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔"

وہ اسکے اس طرح سر ہلانے پر ہنسنے لگا۔

تمھیں اچھی طرح جانتا ہوں اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں۔تم کتنے حساس ہو اس گھر کے" لئے جسے چھوڑ کر یہاں رہ رہے ہو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ کسی دوسرے کے پھٹے "میں ٹانگ اڑانا تمھارا کام نہیں۔۔۔اتنی تبدیلی کے پیچھے آخر کیا وجہ ہے؟

فہد نے پروفیشنل انداز میں پوچھا۔

"میرے سامنے یہ اپنی پولیس گیری چھوڑو۔۔۔کچھ کھانا پینا نہیں ہے تو اپنا رستہ ناپو۔"

وہ نرمی کا چولا اتارتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو ٹھیک ہے اپنے خوبصورت ہاتھوں سے بنی ایک کپ چائے ہی پلا دو۔"

وہ پھیل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ابھی لایا۔"

وہ کسی ماہر بیرے کیطرح کچن کی جانب بڑھا۔فہد نے موبائل فون نکال کر نمبر ڈائل کیا۔دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا۔

"انصب کے بچے۔۔۔ تمھیں پتہ ہے کہ میثم کہاں رہ رہا ہے؟"

فہد نے تیزی سے مگر آہستہ آواز میں پوچھا تاکہ میثم تک اسکی آواز نہ جائے۔

"کہاں رہ رہا ہے؟"

دوسری جانب سے حیرت سے پوچھا گیا۔

"بنو مت میرے سامنے، تمھیں معلوم نہ ہو۔۔۔یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

فہد اسکی حیرت کو خاطر میں نہ لایا۔

"تم وہاں کیسے پہنچے؟"

جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے انصب نے پوچھا۔

"اس نے خود ہی بلایا تھا۔"

یہ کہہ کر فہد نے اسے ساری بات بتائی۔

اوہ--- !!ایک تو میرا دوست اتنی نیکی کا کام کر رہا ہے اور تم اس میں بھی کیڑے"

"نکالنے کی کوشش کر رہے ہو۔

انصب اپنی جون میں واپس آیا۔

"تو تم یہ بتاؤ کہ وہ یہاں کیوں----"

وہ جب تمھیں بتانا چاہے گا تب تم سے کچھ بھی نہیں چھپائے گا۔اس لئے میرے"

بھائی صبر کرو صبر---ویسے وہ خود کہاں ہے؟

انصب نے اسکی بات کاٹی اور پھر میثم کے بارے میں دریافت کیا۔

"چائے بنا رہا ہے۔"

فہد نے ہنستے ہوئے بتایا۔

چل پھر اللہ بخشے تمھیں---میرا مخلصانہ مشورہ ہے تمھیں کہ میثم کے ہاتھ کی چائے"

"پینے سے بہتر ہے تم اپنے ہاتھ سے زہر پی لو۔

انصب نے ہنستے ہوئے اسے مشورہ دیا۔

تمھارا نام تو مشورہ خانم ہونا چاہیئے تھا خواہ مخواہ میں انکل اور آنٹی یہ نام تم پر ضائع"

"کیا ہے۔

فہد نے اسے چھیڑا۔

ہاں تو تمھارا نام بھی کٹنا انسپیکٹر ہونا چاہیئے تھا۔پھاپھا کٹنیوں کی تمام خصوصیات تم "

"میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

انصب نے بدلہ لیا۔

"کس سے بات کر رہے ہو؟"

میثم نے اسکے سامنے کپ رکھا۔

"یار یہ اتنی کالی کیوں ہے؟"

فہد نے سامنے پڑے کپ میں دکھائی دیتے سیاہ محلول کو دیکھکر میثم سے پوچھا جبکہ دوسری جانب انصب اسکی بات سن کر ہنسنے لگا تھا۔

"چائے کالی ہی ہوتی ہے۔"

میثم نے اپنا دفاع کیا۔

پرے کرو اس پیپسی کو۔۔۔مجھے ابھی بہت سے معرکے سر کرنے ہیں، مرنا نہیں"

"ہے۔

فہد اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ پیو۔۔۔"

میثم نے اسے کندھوں سے پکڑ کر دوبارہ بٹھایا۔

"کیسے دوست ہو تم مجھ سے زہر پینے کو کہہ رہے ہو؟ انصب بچاؤ مجھے۔۔۔"

فہد نے کپ کی طرف دیکھا جس سے دھویں اٹھ رہے تھے اور ساتھ ہی اسپیکر آن کر کے انصب سے اپیل کی۔۔۔دوسری جانب انصب ہنس ہنس کر اسے ہمت دلا رہا تھا۔

کاش میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہوتا، میں اپنے یار کے ہاتھ کی بنی چائے امرت "سمجھ کر پی لیتا۔"

انصب کی بات پہ فہد آبرو اچکائے۔

"فکر نہ کرو بہت جلد تمھیں بھی یہ امرت پلاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے قدرے بلند آواز میں بولا تو تینوں ہنسنے لگے تھے۔

"چلو یہ فون بند کرو اور چائے پیو۔۔ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

میثم نے فہد کے ہاتھ سے فون چھینا۔فہد نے ہنستے ہوئے کپ اٹھایا اور ٹیڑھے ٹیڑھے منہ بنا کر چائے پینے لگا جبکہ میثم انصب سے بات کرنے لگا۔

اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیکھا اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی بے حد وزنی سی شے اس پر سوار ہو گئی ہو۔وہ چلانے کی کوشش کر رہی تھی مگر یہ آوازیں اس کے اندر ہی گھٹ رہی تھیں۔جسم بھاری ہو رہا تھا وہ اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو حرکت نہیں دے پا رہی تھی۔اس کی گھٹی گھٹی چیخوں نے ابراہیم کو جگا دیا۔کمرے میں بالکل اندھیرا

ہو رہا تھا۔ابراہیم نے آگے بڑھ کر ٹیبل لیمپ جلانے کی کوشش کی مگر شاید لائٹ نہیں تھی۔

"عمارہ۔۔۔ !!کیا ہوا تمھیں، آنکھیں کھولو۔"

ابراہیم اس پر جھکا اسے پکار رہا تھا۔

میری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پھر ابراہیم مجھے کیوں آنکھیں کھولنے کا کہہ رہے" ہیں۔پورے جسم میں تکلیف کی شدت بڑھنے کے باوجود وہ سوچ رہی تھی جبکہ ابراہیم سے مسلسل پکار رہا تھا اور اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ بھی رہا تھا۔عمارہ کی آواز اب دھیمی ہو گئی تھی مگر بند نہیں ہوئی۔ابراہیم نے موبائل فون کا ٹارچ آن کیا تو کمرے میں تھوڑی سی روشنی ہوئی۔اب اسے عمارہ کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں آرہی تھیں۔اس نے ایک جھٹکے سے عمارہ کو اٹھا کر بٹھایا اور اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے پھینکے۔ٹھنڈے پانی کے چھینٹے کیا پڑنے تھے کہ عمارہ نے آنکھیں کھول دیں۔

"ابراہیم۔۔۔ابراہیم۔۔۔مم۔۔۔مم۔۔۔۔میری سانس بند ہو رہی ہے۔"

وہ پھولی سانسوں کے درمیان بولی۔ابراہیم دیکھ رہا تھا کہ وہ بہت مشکل سے سانس لے رہی تھی۔اس نے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔عمارہ نے ایک گھونٹ بھرنے کے بعد گلاس پرے کر دیا۔

"میری طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

ایک عجیب سا خوف جسکی وجہ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی، اسے اپنے اردگرد محسوس ہو رہا تھا۔اس نے ابراہیم کی شرٹ کو سختی سے پکڑ رکھا تھا جسکا شاید اسے خود بھی احساس نہیں تھا۔پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ کمرے میں پھیلی تاریکی میں کچھ تلاش کرنے کے سے انداز میں دیکھ رہی تھی۔ابراہیم نے اسکے گرد بازو لپیٹتے ہوئے اسے تحفظ کا احساس دلایا۔

"یہاں اس کمرے میں کوئی ہے ابراہیم۔"

وہ چہرہ اسکے چوڑے سینے میں چھپانے لگی۔

کچھ بھی نہیں ہے، تم نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہے۔ایسی حالت میں اکثر" گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔تم تھوڑا اور پانی پی لو تاکہ طبیعت تھوڑی اور سنبھل جائے۔"

اس نے گلاس عمارہ کے لبوں سے لگانا چاہا مگر وہ انکار کر گئی۔اسکا پسینے سے شرابور اور کپکپاتا وجود ابراہیم کو پریشان کر رہا تھا مگر وہ خود بھی ریلیکس رہا اور اسے بھی پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ابراہیم نے اسکی عرق آلود پیشانی پر ہاتھ رکھا۔وہ اسکے سینے سے لگی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟"

کچھ لمحے گزرنے کے بعد ابراہیم نے اس کے بکھرے بالوں کو سلجھاتے ہوئے پوچھا۔ عمارہ نے صرف سر ہلایا۔

"کمرے میں اندھیرا کیوں ہے ؟"

اس نے ابراہیم کے سینے پر سے سر اٹھا کر پوچھا۔

لائٹ چلی گئی ہے شاید۔۔۔ تم لیٹ جاؤ، ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ہوں"

"تمھارے پاس۔

ابراہیم نے اسے لٹایا اور اپنا تکیہ اسکے قریب کرتا نیم دراز ہو گیا۔وہ عمارہ کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔ عمارہ نے آنکھیں موندیں مگر تھوڑی دیر بعد پھر آنکھیں کھول کر ابراہیم کو دیکھا۔

"کیا ہوا؟ اگر طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میں ڈاکٹر۔۔"

ابراہیم نے اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر پوچھا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں بس آپ میرے پاس ہی رہیں۔"

اس نے ابراہیم کا ہاتھ ہاتھوں میں لیا۔

"میں یہیں ہوں تمھارے پاس۔"

ابراہیم اسکی پیشانی پر جھکا تھا۔

"!!ابراہیم۔۔"

کچھ لمحے خاموشی سے گزرنے کے بعد عمارہ نے اسے پکارا۔ابراہیم نے اس کی طرف دیکھا۔

"پتہ نہیں کیوں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے، یوں جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ عجیب سی وحشت ہو رہی ہے مجھے۔"

وہ اس خوف کو عمارہ کے لہجے میں صاف محسوس کر سکتا تھا جو عمارہ کے وجود کا گھیراؤ کیے ہوئے تھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے تم ابھی بھی شاید اس خواب کے زیر اثر ہو۔"

ابراہیم نے اسکا ڈر دور کرنے کو کہا۔

"ہاں شاید۔۔۔"

عمارہ نے گہری سانس لیتے ہوئے سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"آپ نے بھابھی کو دیکھا تھا۔وہ مجھ سے کسقدر بدگمان ہیں۔وہ کیوں مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہیں۔میں نے کبھی ان سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی۔ہمیشہ ان کی نفرت کا جواب خاموشی سے دیا۔"

عمارہ کی آنکھوں کے آگے کچھ دن پہلے گزرا واقعہ کسی فلم کی طرح چلنے لگا۔

"میں نہیں جانتا۔۔۔لیکن تم اپنے ذہن پہ زور مت دو۔ان کی نیت ان کے آگے اور ہماری نیت ہمارے آگے۔"

ابراہیم کو جاثرہ احمد کا بپھرتا انداز یاد آیا تھا۔کتنی نفرت تھی ان کی آنکھوں میں اور ہاتھوں میں مار ڈالنے کی طاقت۔۔

"آپ نے دیکھا تھا ناکہ وہ کس طرح مجھ پر جھپٹی تھیں۔مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ مجھے مار ہی ڈالیں گی اور مجھے یقین ہے کہ اگر آپ سب وہاں مجھے بچانے کے لئے میرے ساتھ نہ ہوتے تو وہ یقینا مجھے مار ڈالتیں۔"

عمارہ نے ان کی خونخوار نگاہوں کے بارے میں سوچ کر جھرجھری لی۔

"عمارہ اتنا مت سوچو۔۔۔بھابھی کو صرف جائیداد کا غصہ ہے جو جلد ختم ہو جائے گا۔تم خوامخواہ میں اس بارے میں اتنا سوچ رہی ہو۔"

ابراہیم اسے تسلی دینے لگا جبکہ وہ خود بھی ان کا انداز یاد کر کے عجیب سے احساسات کا شکار ہوگیا تھا۔وہ اس نفرت کے پیچھے چھپی وجہ سے واقف تھا مگر وہ عمارہ کو بتا کر زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اوپر سے عمارہ کی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ اسے ایک ایسی بات کے لئے پریشان کیا جاتا جس کے لئے وہ زمہ دار بھی نہیں تھی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے اگر مجھے کچھ ہو گیا تو کیا ہوگا؟ میثم کا کیا ہو گا؟کون اس کی دیکھ بھال کرے گا؟ ابراہیم آپ مجھ سے وعدہ کریں اگر مجھے کچھ ہو جائے تو۔۔۔"

"عمارہ سو جاؤ اور فالتو کی سوچوں کو خود پر حاوی مت ہونے دو۔ بچے پر برا اثر پڑے گا اور تمہاری طبیعت بھی خراب ہوگی۔بس اب کوئی بات نہیں خاموشی سے سو جاؤ۔"

ابراہیم اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتا انہیں بند کر گیا۔

"ہم کل ہی گھر جائیں گے اپنے گھر۔"

عمارہ نے آنکھیں موندتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

حامی بھرتے ہوئے ابراہیم نے موبائل کا ٹارچ بند کر دیا اور خود بھی آنکھیں موند گیا۔نیند دونوں کی آنکھوں سے دور تھی۔وہ دونوں آنکھیں موند کر بھی سو نہ سکے تھے۔رات کی چادر دھیرے دھیرے سرکنے لگی۔

رات کی بے چین نیند کی وجہ سے صبح بھی ایک عجیب سی بے کلی عمارہ کے ذہن و دل پر سوار رہی۔ان دونوں نے ناشتہ اپنے کمرے میں ہی کیا تھا۔ناشتہ کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ابرار احمد انہیں جرگے میں گیارہ بجے پہنچنے کی ہدایت دے کر واپس چلے گئے۔

"کس چیز کا جرگہ ہے، حویلی اور زمین کے بارے میں؟"

ابرار احمد کے جانے کے بعد ابراہیم احمد کو سوچ میں غلطاں دیکھ کر عمارہ نے پوچھا۔

ہاں۔۔۔ابرار بھائی اپنا حصہ مانگ رہے ہیں مگر صداقت چچا بٹوارا نہیں چاہتے اور ہم" میں سے بھی کوئی ایسا نہیں چاہتا کہ حویلی کے ٹکڑے ہوں۔مل بیٹھ کر اس مسئلے کو

حل کریں گے۔سکندر چاچا اور ان کے بیٹے بھی بیچ میں ہیں کیونکہ یہ حویلی ہماری پڑ دادی کے نام ہے۔اس لئے جب بٹوارا ہو گا تو سبھی اپنا حصہ لینے آگے آئیں "گے۔اس لئے آج سب اکٹھے ہو رہے ہیں۔

ابراہیم احمد نے اسے بتایا اور گھڑی پر نظر ڈالی جو دس بجے کا وقت بتا رہی تھی۔

"لیکن حویلی کا بٹوارا ہوا تو سب بکھر جائیں گے۔"

عمارہ نے پریشانی سے کہا۔

"یہ تو ہو گا۔"

ابراہیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

کاش بابا اور اماں زندہ ہوتے تو وہ ایسا نہ ہونے دیتے۔ابرار بھائی ایسے کیوں ہو گئے" "ہیں۔وہ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔

عمارہ کو دکھ ہوا۔

ہاں--- !!وہ چاہتے ہیں کہ زمین سے سب دستبردار ہو جائیں اور ملکر کاغذات پر" "انہیں اپنی رضامندی سے دستخط کر دیں۔

ابراہیم احمد کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"آپکی کیا رائے ہے اس بارے میں اور کیا باقی سب بھی را زی ہیں؟"

عمارہ نے ایک نظر بیڈ پر سوئے ہوئے پانچ سالہ میثم کو دیکھکر پوچھا۔

ہم سب اپنا اپنا حصہ چاہتے ہیں لیکن اگر سب متفقہ طور پر مان جاتے ہیں اور"
زمین بھائی کو دے دیتے ہیں تو پھر میں بھی دے دوں گا لیکن اگر سب حصہ لینا
چاہتے ہیں تو پھر مجھے بھی میرا حصہ چاہیئے۔ابرار بھائی تو پہلے ہی بہت کچھ لے چکے
ہیں لیکن عیش و عشرت کی زندگی میں پڑ کر بھائی نے سب کچھ گنوا دیا ہے۔فیکٹری کا
دیوالیہ ہو چکا ہے اور اگر اس میں انویسٹمنٹ نہ کی گئ تو بھائی سڑک پر آ جائیں
گے۔اس بارے میں سوچ کر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔میں کنارے پر کھڑے
ہو کر انہیں اس طرح نہ ڈوبتا نہیں دیکھ سکتا۔وہ میرے بڑے بھائی ہیں، میرے
باپ کی جگہ ہیں۔میں ہر معاملے میں ان کے ساتھ کھڑا ہوں لیکن جب تک وہ جائز
"بات کریں گے، حق پر ہونگے تب تک۔

یہ کہہ کر وہ الماری کیطرف بڑھا۔

میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ آپ غلط کا ساتھ بالکل بھی مت دیں۔غلط غلط ہے"
"چاہے اس کے لئے جتنے بھی مفروضے یا صفائیاں دے دی جائیں۔

اس نے نہایت فخر سے اپنے مجازی خدا کو دیکھا اور دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا
کہ اس نے اپنے نیک و صالح بندے کو اس کے ہمسفر کے طور پر چنا ہے۔

"بالکل میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔"

وہ الماری سے فائل نکالتے ہوئے بولا۔

"جا رہے ہیں؟"

عمارہ نے وال کلاک پر نظر ڈالی۔

"ہاں میں چلتا ہوں، تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔۔اگر کوئی ضروری بات ہو تو فون کر لینا۔"

ابراہیم اسکے سرخ چہرے کو بغور دیکھتا، ہدایت دینے لگا۔

"جی۔۔۔"

عمارہ نے سر اثبات میں ہلایا۔ابراہیم اسکی طرف ایک مسکراہٹ اچھالتا کمرے سے نکل گیا جبکہ وہ ان پیچھے آئی تھی تاکہ ملازمہ کو برتن اٹھانے کا کہہ دے۔

اس نے آفس سے واپسی پر چائے کے لیے کچھ اسنیکس خریدے اور اپنے گھر جانے کی بجائے ذہرہ بی بی سے ملنے چلا آیا ہے۔دروازے پر دستک دیتے ہوئے آج اس اپنے اردگرد نہیں دیکھا تھا۔ہر بار آج سے پہلے اس کے دل میں نجانے کیوں یہ احساس تھا کہ اس کی وجہ سے وہ دونوں خواتین کسی تکلیف میں مبتلاء ہوں۔اپنے ان دوہرے احساسات و محسوسات سے وہ تنگ بھی ہوتا تھا۔اسے خود پر حیرانی ہوتی تھی کہ جن کے لئے دل میں نفرت کا جذبہ لئے وہ وہاں موجود تھا ان کی مدد کرنے میں

پیش پیش ہوتا تھا۔اس بات پہ اسے غصہ بھی آتا تھا۔آج بھی ان کے گھر کی جانب بڑھتے ہوئے وہ انہی سوچوں میں گھرا ہوا تھا۔

کوئی بات نہیں مینشم۔۔۔ !!تم بھی اپنی ہی مدد کر رہے ہو اور وہ کیا کہتے ہیں کہ" "قربانی سے پہلے تو قربانی کے جانور کے بھی ناز نخرے اٹھائے جاتے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ خود پر غالب آنے والی لایعنی سوچوں کو ہوا کے سپرد کیا اور لوہے کے کئی کئی سے زنگ آلود دروازے پہ دستک دی۔دو تین بار دستک دینے کے باوجود دروازہ نہیں کھولا گیا تھا۔اب کی بار اس نے قدرے زور دار انداز میں دروازہ پیٹ ڈالا۔

"کیا مصیبت ہے۔۔۔آ رہی ہوں۔اب دروازہ توڑو گے کیا؟"

اندر سے آتی حباب کی آواز آہستہ آہستہ دروازے کے قریب آتی سنائی دی۔مینثم نے شرارت سے لب دباتے ہوئے حباب کے دروازہ کھولنے سے پہلے ایک بار پھر دروازے پر طبع آزمائی کی۔

"تمھاری تو۔۔۔۔"

دروازہ کھولتے ہی حباب کی زبان کو بریک لگے تھے۔

"آپ لوگ مہمانوں کا استقبال کیا اس طرح کرتے ہیں؟"

مینثم نے بتیس دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے پوچھا۔آنکھوں میں شرارت بھرا تاثر تھا۔

"آپ جیسے مہمان تو مہمان کم اور بلائے جان زیادہ ہوتے ہیں۔"

حباب نے اسے سر تا پیر دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلیں ہم بلائے جان ہی سہی پر اندر آنے کا راستہ تو دیں۔"

میثم نے چند قدم اسکی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔اس کے قدم بڑھانے کی وجہ سے حباب کو اپنے قدم پیچھے لینے پڑے۔حباب نے میثم کے رویے میں پہلے سے کافی تبدیلی محسوس کی تھی لیکن وہ تبدیلی کیا تھی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اس نے بغور میثم کے چہرے کی طرف دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کی جبکہ وہ دروازہ بند کرنے کے بعد تلاشی لینے کے انداز میں اسے اپنی طرف دیکھتا پاکر چہرے کو مختلف زاویوں پر رکھ کر شرارتی انداز میں مسکرا رہا تھا۔حباب نے اسکی اس حرکت پہ یوں منہ بنایا جیسے اس نے کوئی کڑوی چیز کھا لی ہو اور اسے نگلنے اور تھوکنے پر پابندی ہو۔میثم اسے وہیں چھوڑتا آگے بڑھ گیا

"کس لئے تشریف لائے ہیں محترم میثم ابراہیم صاحب؟"

حباب نے اسے کچن کی ڈائریکشن میں جاتے دیکھا تو اس کی جرات پر حیرانی سے پوچھا۔میثم کے انداز میں اتنی بے تکلفی تھی جیسے وہ اسی گھر میں رہتا ہو۔حباب کے پوچھنے پر اس نے پلٹ کر انگوٹھا باورچی خانے کی طرف کر کے اشارہ کیا اور شاپر پر والا ہاتھ اونچا کر کے ہوا میں لہرایا۔

"چائے کے لئے اسنیکس ہیں۔"

یہ کہتا وہ کچن میں داخل ہوا۔حباب حیرت زدہ سی وہیں کھڑی رہ گئی۔

"بے تکلفی تو دیکھو موصوف کی۔"

حباب نے اسے کچن سے ذہرہ بی بی کے کمرے کی جانب جاتے دیکھا تو بولی۔اس نے آواز جان بوجھ کر بلند رکھی تاکہ جس کو سنانا چاہتی تھی وہ سن لے۔میثم کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ کچن میں آئی۔اس کے لائے ہوئے شاپر میں جھانکا اور چائے کا پانی چڑھانے لگی۔جانتی تھی چند لمحوں بعد چائے بنانے کا آرڈر آ ہی جانا ہے اور وہی ہوا، جونہی وہ پانی چڑھا کر فارغ ہوئی تو زہرہ بی بی کی آواز آئی۔اس نے جلدی جلدی چائے بنائی اور میثم کے لائے ہوئے اسنیکس پلیٹ میں رکھے اور سجی سجائی ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئی۔وہ جو کسی بارے میں بات کر رہے تھے اسے دیکھکر تو خاموش ہو گئے۔

"بی اماں خیریت ہے؟ آپ پریشان لگ رہی ہیں۔"

اس نے ٹرے کمرے میں پڑی چھوٹی سی ٹپائی پر رکھی اور ٹپائی اٹھا کر ذہرہ بی بی کے پلنگ کے قریب رکھ دی۔

"خیریت ہے، تم بیٹھو یہاں۔"

انہوں کمبل سرکا کر حباب کے لئے اپنے پلنگ پہ جگہ بنائی۔

میثم کی نظر اپنے شوزوں پہ تھی۔

"حباب۔۔۔ !!تمھیں کوئ اعتراض تو نہیں ہے؟"

وہ ایک لمحے کو رکیں۔

"کس بات پر اعتراض بی اماں۔"

ان کے رکنے پر اس نے پوچھا۔

"میثم اب یہیں رہے گا ہمارے ساتھ۔"

ذہرہ بی بی ٹھہر ٹھہر کر گویا ہوئی۔دوسری جانب حباب ان کی بات پر انہیں حیرت سے تک رہی تھی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ان کا اپنا گھر نہیں ہے کیا؟"

حباب کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ذہرہ بی بی اسطرح کا فیصلہ بھی کر سکتی ہیں۔اس دوران میثم بالکل خاموش بیٹھا تھا۔

کیوں نہیں رہ سکتا؟ تمھارے چچا کا بیٹا ہے، میرے بعد تمھارا واحد رشتہ۔کیا حرج ہے"

"اس میں، ویسے بھی میں بیمار رہتی ہوں۔میرے بعد کوئی تو اپنا ہو گا تمھارے ساتھ۔۔

ذہرہ بی بی اداس چہرے سمیت مسکرائی تھیں۔ان کی بات کے جواب میں وہ بالکل خاموش رہی۔

"میثم بیٹا تم آج بلکہ ابھی اپنا سامان لے آؤ۔"

وہ حباب کی خاموشی کو نیم رضامندی سمجھتی، سر جھکائے بیٹھے میثم سے بولیں تو اس نے نظر اٹھا کر پہلے ذہرہ بی بی اور پھر حباب کو دیکھا۔حباب کے تاثرات میں ناپسندیدگی تھی۔

"بی اماں کوئی بات نہیں اگر حباب نہیں چاہتیں تو۔۔۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"حباب نے اپنا کپ اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔ "بی اماں میں۔۔۔

وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ تم کوئی غیر تو نہیں ہو۔ ویسے تم نے جو مجھے بتایا ہے۔اس" کے بعد تو میرے لئے اس مسئلہ کو حل کرنا اور مشکل ہو جائے گا۔ تم خالد کو جانتے

"نہیں وہ نہایت خبیث لڑکا ہے۔

اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بول پڑیں۔

آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں میں نے کہا نا کہ اب وہ دوبارہ ایسی حرکت کرنے سے" پہلے دس بار سوچے گا۔آپ نے مجھے بیٹا کہا ہے تو بس پھر یہ کام اپنے بیٹے کے لئے چھوڑ دیں اور آپ بالکل بے فکر ہو جائیں، یہ دیکھیں آپ کی چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

میثم نے کپ اٹھا کر ذہرہ بی بی کو دیا۔

"جانتی ہوں بیٹا مجھے کوئی غم نہیں ہے اپنے بیٹے کے ہوتے ہوئے۔"

انہوں نے اس کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ان کے قریب ہو کر جھکا تھا۔

"بس ایک آخری فکر میری جان کھائے جاتی ہے۔"

وہ گہری سانس لیتے ہوئے بولیں۔ میثم کی سوالیہ نظریں ان پہ تھیں۔

"حباب کو بیاہ دوں تو آسانی سے میرا دم نکلے۔پتہ نہیں میرے اللہ کی کیا مرضی ہے۔"

وہ مسکرائیں۔

اللہ آپ کی عمر دراز کرے بی اماں۔۔۔ آپ وہ دن بھی ضرور دیکھیں گی۔اللہ کی ذات"

"سے تو ناامید نہیں ہے نا آپ؟

میثم نے ان کا جھریوں سے بھرا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر پوچھا۔

نہیں۔۔ !!میں بالکل بھی ناامید نہیں ہوں اللہ کی ذات سے۔اللہ میری بیٹی کا"

نصیب روشن کرے، لیکن بس ایک کسک سے ہے، نجانے میرے نصیب وہ دیکھنا

"بھی ہے یا نہیں۔

وہ دکھ سے بولیں۔

پھر سے وہی ناامیدی کی باتیں۔۔۔ویسے بی اماں میں نے آپ سے کچھ کہا تھا، کیا"

"آپ واقعی بھول گئی ہیں یا پھر۔۔۔

وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

یاد تو ہے بیٹا بس تم سے اس بارے میں ذکر کرنے سے ہچکچا رہی تھی۔اچھا ہوا کہ" تم نے خود بات کر لی۔ تم بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے۔دیکھو بیٹا تم پر کوئی ذبردستی نہیں ہے۔یہ تو بچپن کے فیصلے ہیں جو بڑے محبت میں ایک دوسرے سے جوڑ لیتے ہیں۔میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔میں یہ بالکل نہیں چاہوں گی کہ تم اپنا من مار کر بڑوں کی خواہش پوری کرو۔یہ تمہاری زندگی ہے اور تم آزاد ہو، اپنی مرضی سے "فیصلہ کر سکتے ہو۔

وہ نظریں جھکائے اپنے بوڑھے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھیں۔شاید وہ میثم کے تاثرات دیکھنے کی ہمت خود میں نہیں پا رہی تھیں۔

آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں بی اماں۔۔آپ ہماری بڑی ہیں۔میں آپ کو بی اماں کہتا" "ہی نہیں مانتا بھی ہوں۔آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔۔

اسکے لہجے کی جذباتیت باآسانی محسوس کی جاسکتی تھی۔ذہرہ بی بی کے ذہن و دل پر سے جیسے ایک بوجھ سا تھا جو اتر گیا۔میثم سے زیادتی کا خیال انہیں کچوکے لگا رہا تھا۔

اسکے لہجے کی جذباتیت باآسانی محسوس کی جاسکتی تھی۔ذہرہ بی بی کے ذہن و دل پر سے جیسے ایک بوجھ سا تھا جو اتر گیا۔میثم سے زیادتی کا خیال انہیں کچوکے لگا رہا تھا۔

"لیکن پھر بھی بڑوں کے فیصلے پہ ہاں۔۔۔"

"یہ میرا بھی فیصلہ ہے۔میں حباب کو اپنانا چاہتا ہوں۔آپ سمجھیں یہ میرے دل کی بھی خواہش ہے۔"

وہ ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے بولا۔میثم کے لہجے کی سادگی اور خلوص نے انہیں بہت متاثر کیا۔

"اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمھیں اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔تمہاری باتوں نے تو جیسے میرے وجود میں جان سی بھر دی ہے۔مجھے تم سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے۔"

محبت و شفقت کے ملے جلے جذبات سے وہ میثم کو دیکھ رہی تھیں۔دوسری جانب میثم کے لئے تو ایسا تھا جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

"بس تو پھر اپنے بیٹے پر بھروسہ کریں۔مجھے آپکی دعاؤں اور اعتماد کی ضرورت ہے۔آپ حباب کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیں گی تو میرے لئے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔"

ان کی نرم مسکراہٹ نے اسے ہمت دلائی تھی۔

"اللہ تعالیٰ تمھیں ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے میں رکھے، شیر کا زور دے۔"

انہوں نے دعا دی۔میثم زیر لب آمین کہتا چائے پینے لگا۔وہ بہت خوش تھا بس اپنی خوشی ظاہر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ذہرہ بی بی ایک جہاندیدہ خاتون تھیں اور وہ انہیں کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلاء کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"تو پھر کب۔۔۔؟"

تھوڑی دیر بعد اس نے ان سے پوچھا کیونکہ اب وہ مزید تاخیر کے حق میں نہیں تھا۔بدلے کی آگ کے جو بھانبھڑ اس کے دل کو جلا رہے تھے ان سے اب وہ حباب کو جلا کر خاکستر کر دینا چاہتا تھا۔اسے وہی لوٹانا چاہتا تھا جس کی حقدار تھی۔

"بس حباب سے بات کر لوں۔۔۔پھر اللہ نے چاہا تو اس جمعے کو نکاح کر دیں گے۔"

اس کی جلدی پہ وہ مسکرائیں۔وہ خود بھی بہت خوش تھیں۔گھر بیٹھے بیٹھے انہیں اتنا اچھا اور پڑھا لکھا لڑکا مل گیا تھا۔سفید دوپٹے کے ہالے میں لپٹا ان کا پرنور چہرہ خوشی سے دہک رہا تھا۔

بی اماں اگر آپ کو برا نہ لگے تو میں اگلے ماہ شادی۔۔۔میرا مطلب ہے کہ نکاح کے" بعد میرا یہاں رہنا۔۔۔لوگوں کو پھر موقع مل جائے گا۔ابھی فلحال یہ معاملہ دب گیا "ہے تو۔۔۔ویسے بھی گھر کا کام بھی ختم ہونے والا ہے تو بس اگر ڈائریکٹ شادی۔۔۔

وہ کہہ کر سر جھکا گیا۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا لیکن کچھ تیاری تو۔۔۔"

کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپکو،اللہ کا دیا سب کچھ ہے میرے پاس اور جو" کچھ میرا ہے وہ حباب کا بھی ہے۔ہم دونوں کا حق ہے اس گھر پہ۔۔۔بس آپ اگلے "ماہ میرے ساتھ میرے گھر میں شفٹ ہو رہے ہیں۔شادی اسی گھر میں ہو گی۔

وہ پہلے سے بنائی پلاننگ انہیں بتانے لگا۔

ارے بیٹا۔۔۔ مجھ بڑھیا میں اب اتنا دم خم نہیں کہ یہاں سے وہاں جاؤں۔بس"
شادی کے لئے آ جاؤں گی اور ویسے بھی ساری زندگی اس گھر میں گزاری ہے، مرنا بھی
"یہیں چاہتی ہوں۔۔۔یہاں کے در و دیوار سے ایک الفت سی ہے۔

انہوں نے انکار کیا تو اس نے اصرار نہ کیا۔وہ بھی تو یہی چاہتا تھا کہ اسکے منصوبے
میں کوئی بھی رکاوٹ نہ بنے۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب سمجھیں۔تو پھر میں۔۔۔اپنا سامان۔۔۔"

وہ اٹھتے ہوئے بول کر انہیں یاد دلا گیا۔

ہاں بالکل۔۔۔اب اکیلے رہنے کی بالکل ضرورت نہیں، وہ بھی اپنوں کے ہوتے"
"ہوئے۔

ذہرہ بی بی نے خوشدلی سے کہا۔

"ٹھیک اب مجھے اجازت دیں اور روم صاف کروا دیں۔"

اس نے جاتے جاتے انہیں یاد دلایا۔انہوں نے سر ہلا کر حباب کو آواز دی۔وہ تو
جیسے تیار کھڑی تھی فوراً کمرے میں آئی۔اسکے اندر آتے ہی وہ سلام کرتا کمرے نکل
گیا۔تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔

"جی بی اماں؟"

انہوں نے اسے گھورا۔

میں نے تمہاری ایسی تربیت نہیں تو نہیں کی تھی کہ تم گھر آئے مہمان کے ساتھ"
ایسا سلوک کرو۔مجھے بڑی شرمندگی ہوئی ہے آج تمہاری وجہ سے۔۔۔اتنی بدتمیزی تو تم
"نے کبھی کسی کے ساتھ نہیں کی۔

انہوں نے اسے ڈانٹا اور اسکی جانب سے رخ پھیر کر بیٹھ گئیں۔

اچھا تو آپ اب ایک ایسے شخص کے لئے مجھے ڈانٹیں گی، مجھ سے ناراض ہونگی جسے"
"ہمارا رشتے دار بنے ابھی آٹھ دن بھی پورے نہیں ہوئے ہیں۔

وہ حیرت سے انہیں رخ پھیرے دیکھ رہی تھی۔

"میں ناراض نہیں ہوں لیکن۔۔۔"

اچھا مجھے آپ کے فیصلے پہ کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں اس شخص پہ اتنی"
"جلدی یقین نہیں کر سکتی۔

وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈالتی بولی۔

میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے ہیں، بندے کی پہچان ہے مجھے۔۔ میثم"
"نہایت شریف بچہ ہے اور پھر اسکے آنے سے میرے دل کو ڈھارس ملی ہے۔

انہوں نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ٹھیک ہے۔۔رہے آپکا یہ شریف بچہ یہاں۔۔میں روم صاف کر دیتی ہوں۔"

وہ ان کا سر چومتی پلنگ سے اتری۔اسے مانتا دیکھکر ذہرہ بی بی نے سکون کا سانس لیا۔حباب نے ٹرے اٹھائی اور کمرے سے نکل گئی۔تھوڑی بعد وہ کمرے کی صفائی کر رہی تھی۔

وہ فریش ہو کر میثم کو ساتھ لئے کمرے سے باہر آئی تو اسے گھر میں ایک غیر معمولی خاموشی محسوس ہوئی۔اس نے آس پاس نظر دوڑائی مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔رات کا خواب بالکل اسکے ذہن سے محو ہو چکا تھا۔میثم کا ہاتھ پکڑ کر وہ سیڑھیاں اترنے لگی۔میثم مسلسل اس سے کوئی نہ کوئی بات کر رہا تھا۔وہ اسکی بات پورے دھیان سے سن بھی رہی تھی اور جواب بھی دے رہی تھی۔دونوں آخری سیڑھی تک پہنچے ہی تھے کہ ملازمہ حواس باختہ سی دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔اسکے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

چھوٹی بی بی۔۔ !!وہ جی حجرے میں لڑائی ہو رہی ہے اور ابرار صاحب بہت غصے" میں اپنی پستول لے کر گئے ہیں۔بڑی بیگم صاحبہ بھی وہیں پر ہیں۔۔۔آپ چلیں میرے ساتھ۔"

ملازمہ پھولتی سانسوں کے درمیان اسے حجرے میں ہو رہی لڑائی کا بتایا تو وہ الٹے قدموں اسکے حجرے کی جانب دوڑی۔میثم کا ہاتھ اس نے نہیں چھوڑا تھا۔جب وہ

حجرے میں پہنچی تو وہاں کا منظر اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لے گیا۔اس کے اندر آتے ہی وہاں موجود سبھی افراد نے اس کی جانب دیکھا۔

"ابرار بھائی یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

وہ ابرار احمد کی طرف دوڑی۔ابرار احمد کی آنکھوں میں بیگانگی کی سرخی دیکھکر حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔منظر کچھ یوں تھا کہ ابرار احمد اس لمحے بپھرے ہوئے انداز میں ابراہیم احمد پر پسٹل تانے کھڑے تھے۔ان کے چچا صداقت احمد سر پکڑے چارپائی پر بیٹھے تھے۔ان کے چہرے کا رنگ خطرناک حد تک پیلا پڑ چکا تھا اور ان کے دونوں بیٹے ان کے دائیں بائیں کھڑے انہیں سنبھالے ہوئے تھے جبکہ باقی سب ابرار احمد کو روکنے اور سمجھانے کے لئے ان کے آس پاس کھڑے تھے اور جاثرہ احمد ساری صورتحال کا مزا لیتی زیر لب مسکرا رہی تھی۔دونوں کی نظریں ملیں تو جاثرہ احمد کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"تم بیچ میں مت آؤ۔۔۔اصل میں تو تم ہی سارے فساد کی جڑ ہو۔"

ابرار احمد نے پسٹل کا رخ عمارہ کی طرف کیا۔

"کوئی روکے اسے یہ ہوش میں نہیں ہے۔"

صداقت احمد کی کمزور آواز حجرے میں گونجی۔

"طاہر تم ابرار کو باہر لے جاؤ۔"

ان کے تایا زاد نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا۔طاہر احمد ابرار احمد کی طرف بڑھے۔کسی زمانے میں وہ دونوں جگری دوست ہوا کرتے تھے لیکن جب سے جاثرہ احمد بیاہ کر ان کے خاندان میں شامل ہوئی تھی ابرار احمد خاندان سے بالکل کٹ گئے تھے۔

"خبردار جو کوئی میری طرف بڑھا، میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ابرار احمد بلند آواز میں دھاڑے تھے۔طاہر احمد نے چند ابرار احمد کی جانب اٹھائے مگر ابرار احمد کے چلانے پر وہیں رک گئے۔ سبھی آنکھوں میں حیرت اور پریشانی لیے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کسطرح ابرار احمد کو کوئی بھی ایسی حرکت کرنے سے روکیں جس کے بعد صرف پچھتاوے مقدر میں رہ جائیں۔ سبھی کی نگاہیں تھوڑی تھوڑی دیر بعد جاثرہ احمد کی جانب اس امید سے اُٹھتیں کہ ابھی وہ اٹھ کر ابرار احمد کو روکیں گی مگر وہ تو سینے پہ بازو لپیٹے نہایت پرسکون انداز میں کرسی سنبھالے بیٹھی تھیں جیسے اس کے سامنے حقیقت نہیں بلکہ ٹی وی پر کوئی ڈرامہ چل رہا ہو۔طاہر احمد بھی سانس روکے وہیں کھڑے تھے۔

"ابرار بھائی یہ آپ کیا کر رہے ہیں، ابراہیم آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ہمارے رشتے سانس کی ڈور کیطرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، آپ کیسے ہمارے ساتھ اس طرح کر سکتے ہیں۔"

وہ میثم کا ہاتھ چھوڑ کر ابرار احمد کی طرف دوڑی گئی جبکہ ابراہیم احمد یوں کھڑا تھا جیسے کوئی مجسمہ ہو۔پتھرائی ہوئی آنکھیں ابرار احمد پہ جمی تھیں۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ابرار احمد جنھیں وہ اپنے باپ کی جگہ تصور کرتا تھا وہ یوں اس کو مارنے کے در پے ہو جائیں گے۔یہ وقت اسے شدت سے احساس دلا رہا تھا کہ اس دولت جائیداد کی وجہ سے اس نے کیا کیا کھو دیا ہے۔اسکا باپ کے سائے جیسا بھائی اسکا دشمن بن بیٹھا ہے۔ سبھی حیرت کی تصویر بنے حجرے کے وسط میں کھڑے ان دونوں بھائیوں کو دیکھ رہے تھے۔ابرار احمد کے ہاتھ میں پسٹل ہونے کے باعث کوئی بھی ان کی طرف نہیں بڑھ پا رہا تھا کیونکہ ان کے نشانے پر ابراہیم احمد تھا اور وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھے۔ان میں سے کسی کی بھی زرا سی غلطی بھی ابراہیم احمد کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔اسی لئے سبھی دم سادھے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"پرے ہٹو، نفرت کرتا ہوں میں تم سب سے، تم سبھی میرے دشمن ہو۔میرے خلاف منصوبہ بندی کر کے میرے لئے جال بچھایا ہے تم سب نے۔۔۔میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

ابرار احمد باقاعدہ چیخنے لگے۔

عمارہ کو لگا کہ یہ تو ابرار احمد نہیں کوئی اور ہی ہیں۔ان کی آواز، لہجہ سب بدلا بدلا سا لگ رہا تھا۔ان کے چہرے پہ وحشت تھی۔جیسے وہ یہاں موجود ہر شخص سے خوفزدہ ہوں۔

آپ جو چاہتے ہیں سب لے لیں، ہم سب دے دیں گے آپ کو۔۔۔بس خود پر قابو" "پائیں اور یہ جھگڑا ختم کریں۔

وہ ان سے التجا کر رہی تھی مگر ابرار احمد جوں کے توں کھڑے رہے، ان کے انداز میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

میں آپ کو کچھ بھی نہیں دوں گا۔اس سب پر ہم سب کا، ہم سب کی اولادوں کا" "حق ہے۔آپ کا جو تھا وہ آپ لے چکے ہیں۔

ابراہیم احمد بارعب آواز میں بولا۔ان کا لہجہ ہٹیلا اور اپنی بات پہ قائم رہنے والا تھا۔

"بھابھی آپ ہی روکیں ابرار بھائی کو۔"

عمارہ نے وہیں کھڑے کھڑے جائرہ احمد کو دیکھا جو آرام سے بیٹھی تماشا دیکھ رہی تھیں۔

"میں کیا کروں یہ تم سب کا اپنا مسئلہ ہے۔"

وہ نہایت اکھڑ انداز میں بولیں۔

تو کیا آپ بھی ایسا ہی چاہتی ہیں کہ یہ خاندان بکھر جائے؟ کیا یہ سب آپ کا کیا" "دھرا ہے جو آپ یوں آرام سے بیٹھی تماشہ دیکھ رہی ہیں۔

عمارہ نے جائرہ احمد کو آئینہ دکھانا چاہا۔

کل تک تو وہ آپ کو روک رہے تھے آج آپ سے بھی بڑھ کر مطالبہ کر رہے ہیں تو" "اس کا مطلب صاف ہے کہ اس سب کے پیچھے آپ ہی کارفرما ہیں۔

اب کی بار اس کا انداز طنزیہ تھا۔

"اپنی حد میں رہو ورنہ۔۔"

ورنہ؟؟ ورنہ کیا کر لیں گی آپ؟ میں جھوٹ تو نہیں کہہ رہی۔آپ شروع سے ہی یہی" چاہتی تھیں کہ دونوں بھائیوں میں دراڑ پڑ جائے۔وہ خاندان سے تو کیا ایک دوسرے سے بھی کٹ جائیں اور اس کے لئے آپ نے ہر ہتھکنڈہ اپنایا مگر جب آپ ایسا نہیں کر سکیں تو اب یہ طریقہ اپنایا ہے آپ نے کہ ان کو سارے خاندان کے خلاف کر دیا۔یہ آپ ٹھیک نہیں کر رہی ہیں۔اس کا خمیازہ آپ بھگتیں گی۔چلیں ابراہیم ہمیں کچھ نہیں چاہیئے، دیکھیں میثم کسقدر خوفزدہ ہے۔اپنے بچے کی خاطر ضد چھوڑ دیں۔اللہ کا دیا سب کچھ ہے ہمارے پاس۔چلیں ہم ابھی یہاں سے واپس جائیں "گے۔

عمارہ ابراہیم احمد کو بازو سے پکڑ کر کھینچنے لگی۔ابراہیم احمد نے میثم کے خوفزدہ چہرے کی طرف دیکھا تو اسے احساس ہوا۔میثم کے چہرے پہ بےپناہ خود تھا اور اسکی حراساں نگاہیں ابرار احمد پہ اٹکی ہوئی تھیں۔وہ عمارہ کے آگے بڑھے اور پھر دونوں خاموش تماشائی بنے کھڑے سبھی لوگوں پر ایک الوادعی نظر ڈال کر حجرے سے گھر میں کھلنے والے دروازے کی جانب بڑھے۔

"رک جاؤ ابراہیم---یہ معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا اور تم منہ چھپا کر بھاگ رہے ہو۔"

ابرار احمد نے انہیں روکا تھا۔

مجھے کوئی بات نہیں کرنی بھائی آپ سے اب ملاقات کورٹ میں ہوگی میں اپنا جائز"

"حق کسی کو ہتھیانے نہیں دوں گا۔چاہے پھر وہ میرا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

ابراہیم احمد نے پلٹ کر بلند آواز میں اپنا حتمی فیصلہ سنایا۔

"میں نے کہا رک جاؤ۔"

وہ دھاڑے اور ابراہیم احمد پہ نشانہ باندھا۔

"میں بھی آپ کا بھائی ہوں، اپنی بات سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹوں گا۔"

ابراہیم بغیر ڈرے بولا۔

"تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ابرار احمد نے ہسٹریائی انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"ابرار کیا پاگل ہو گئے ہو، ہوش کے ناخن لو۔"

صداقت احمد اٹھ کر ابرار احمد کی طرف بڑھے مگر اس سے پہلے کہ وہ ان تک پہنچتے ابرار احمد نے فائر کھول دیا۔تیر کمان سے نکل چکا تھا۔یکے بعد دیگرے چلتی گولیوں کی آواز کے بعد ماحول میں سناٹا چھا گیا۔ابراہیم احمد اور عمارہ کسی کچی دیوار کیطرح زمین پر آ رہے۔وہاں موجود سبھی عمارہ اور ابراہیم احمد کی طرف بڑھے۔گولیاں ان کے سینوں کو چیرتی ہوئی نکلیں تھیں۔

"بابا مما۔"

میثم بے دم ہوتے ماں باپ کو زور زور سے ہلاتے ہوئے کو پکار رہا تھا مگر ان دونوں کے وجود پہ دائمی خاموشی چھا گئی تھی۔ابرار احمد گم صم کھڑے خون میں لت پت بھائی اور بھاوج کو دیکھ رہے تھے جبکہ جاثرہ احمد کے چہرے پر خس کم جہاں پاک والے تاثرات تھے۔جلدی جلدی دونوں کو ہسپتال پہنچایا گیا مگر وہ دونوں تو وہیں دم توڑ چکے تھے۔

حویلی کے بدر و دیوار پہ ایک قیامت ٹوٹی تھی۔ہر آنکھ اشک بار تھی، ہر زبان پہ بین تھے اور ان سب میں ایک وہ بھی تھا۔۔۔میثم ابراہیم، جس کی تڑپ وہ سبھی محسوس کر رہے تھے اور اسے سنبھالنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے۔

جنازے کے بعد ابرار احمد کو پولیس پکڑ کر لے گئی تو جاثرہ احمد نے چیخ چیخ کر ساری حویلی کو سر پہ اٹھا لیا۔صداقت احمد نے انہیں بہت مشکل سے سمجھایا کہ معاملہ ذرا سا ٹھنڈا ہو تو وہ خود اس معاملے کو دیکھ لیں گے۔انہوں نے تو سب کو خاموش کرا لیا تھا مگر میثم تو سمجھدار تھا۔اس نے اپنے ماں باپ کھوئے تھے جو اس کا مضبوط سہارا تھے۔اس نے سب اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔وہ کیسے جانے دے سکتا تھا اتنی آسانی سے---

---

"!!ہُو---"

پیچھے سے کسی نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔اس وقت اپنے روم سے کچھ دور بنی سیڑھیوں پہ بیٹھا تھا۔اس حصے پہ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔اس نے گھبرا کر ڈائری بند کی تو گھبراہٹ میں ڈائری اس کے ہاتھ سے اچھل کر دور جا گری۔وہ پیچھے دیکھنے کی بجائے تیزی سے سیڑھیاں اترا اور ڈائری اٹھانے کے بعد پلٹ کر دیکھا جبکہ انصب حیرت بھری نظروں سے میثم کو دیکھ رہا تھا۔یہ وہی ڈائری تھی جو عموماََ اس کے ہاتھ میں نظر آتی تھی جسے وہ کبھی کبھار کسی خاموش گوشے میں بیٹھا پڑھ رہا ہوتا تھا اور یہ بات انصب طاہر کی نگاہوں سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ایک بار پوچھنے پر میثم نے بتایا تھا کہ یہ اسکی مما کی ڈائری ہے۔

"آئی ایم سوری میثم!!---"

میثم نے اسے ایسی نظروں سے گھورا کہ وہ شرمندہ ہو گیا۔

"اٹس او کے---مگر تم اپنی حرکتوں سے کب باز آؤ گے؟"

میثم نے اسے شرمندہ دیکھا تو خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔انصب سر جھکائے سیڑھیاں اتر کر اس کے پاس آیا۔ میثم کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

"اب ایسے کیوں دیکھ رہا ہ؟ پہلے ہی میں شرمندگی کے سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں۔"

انصب اپنی جون میں واپس آیا۔

"بے غیرتی ختم ہے تم پر---"

میثم نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کیا۔

"اچھا نا بس اب اس غصے کو کُوڑے کے ڈبے میں پھنکو، چلو میں مدد کر دیتا ہوں۔"

انصب نے کسی جادوگر کے سے انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر میثم کے چہرے کی طرف ہاتھ یوں بڑھائے جیسے اسکے چہرے سے کوئی شے مٹھی بند کی ہو اور پھر انصب نے بند مٹھی قریب پڑے ڈسٹ بن پہ کھول کسی نادیدہ شے کو پھینکا۔اس سارے عمل کے دوران میثم کے لبوں پہ مسکراہٹ چھائی رہی جبکہ انصب بالکل سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"بول بچہ--- !!تجھے کیا مسئلہ ہے؟"

انصب اس کے پاس آیا۔ میثم نے آبرو اُچکائی۔

،چلو آج کہہ ڈالو جو بھی دل میں ہے۔مجھے پتہ ہے کہ میں ایک ادنیٰ سا بندہ ہوں"

"تمھارے کچھ مدد نہیں کر سکتا لیکن کم از کم دل پر پڑا بوجھ تو ہلکا ہوگا نا۔

انصب سنجیدگی سے کہتا سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا۔

"اچھا---؟؟"

میثم اسے ابھی بھی غیر سنجیدہ سمجھ رہا تھا۔

ہاں--- !!اگر کہہ دو گے تو تمھارا ہی فائدہ ہے۔ایک تمھارا سیکریٹ سیکریٹ نہیں"

"رہے گا اور دوسرا تمھارا سیکریٹ سیکریٹ رہے گا۔

انصب نے آنکھیں پھیلائیں۔ میثم اس کے انداز پر ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر پہلے جو اس کے ذہن و دل پر جو اداسی اور کثافت چھائی ہوئی تھی وہ پل بھر میں کہیں اُڑنچھو ہو گئی تھی۔انصب کی سنگت ہمیشہ اس کے لئے اسکے غموں کا تریاق ثابت ہوتی تھی۔اس کے ساتھ وہ اپنے سارے غم سارے دکھ بھول جاتا تھا۔

"پھر کبھی ابھی یہاں سے چلو، وارڈن نے دیکھ لیا تو۔"

میثم نے اس کا بازو تھام کر اسے اٹھایا پھر اسے ہلکا سا جھٹکا دے کر آگے کیا اور خود اسکی کمر پہ دونوں ہاتھ رکھتا اسے دھکا لگاتے ہوئے چلنے لگا۔

"اچھا بتاؤ نا بار بار یہ ڈائری کیوں پڑھتے ہو، کیا انٹی کی بہت یاد آتی ہے؟"

انصب نے اچانک اس سے پوچھا۔ میثم نے کچھ بھی نہیں کہا لیکن تیز تیز قدم اٹھاتا اس سے آگے نکل گیا۔

"ارے رکو یار۔۔۔"

انصب دبی آواز میں کہتا اسکے پیچھے آیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ ہاسٹل کی بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ دونوں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے راہداری سے گزر رہے تھے تاکہ کسی کو خبر نہ ہو سکے۔ ہاسٹل کا وارڈن نہایت ہی اکھڑ مزاج اور بدتمیز تھا وہ کسی کا بھی ذرا سا بھی لحاظ بھی نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ سب کے سامنے ہاتھ اٹھانے سے بھی نہیں کتراتا تھا۔ ہاسٹل کے سبھی لڑکے اس سے ڈرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب الٹی سیدھی حرکتیں کرنے سے پہلے دس بار سوچتے تھے۔

مما کی یاد۔۔۔ یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جو بھول جاتے ہیں۔ مما بابا تو ہر لمحہ مجھے یاد رہتے ہیں۔"

میثم نے آہستگی سے کہا۔

"لیکن جہاں تک ڈائری بار بار پڑھنے کا سوال ہے اس کے پیچھے ایک وجہ ہے۔"

وہ دونوں آگے پیچھے اپنے روم میں داخل ہوئے۔

"وہ کیا؟"

انصب نے پوچھا۔

اس ڈائری کو بار بار پڑھنے سے میرے اندر جلتی بدلے کی آگ مزید بھڑک اٹھتی ہے"

"اور میرا ارادہ اور مضبوط ہوتا ہے۔

میثم نے کہا تو انصب اپنے بیڈ کی جانب بڑھتے بڑھتے رُک گیا جبکہ میثم بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں لیٹ گیا اور ہاتھ میں پکڑی ڈائری تکیے کے نیچے رکھ دی۔

"بدلہ۔۔۔؟ کیسا بدلہ؟"

انصب نے اس سے پوچھا۔

میرے تایا نے میرے ماں باپ کو پورے خاندان کے سامنے، میری آنکھوں کے"

"سامنے قتل کر دیا تھا۔

اس نے گویا انصب کے سر پر کوئی بم پھوڑ دیا تھا۔

"کیا؟"

انصب اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"ہاں۔"

وہ نہایت آرام سے بولا اور بازو سر کے نیچے باندھ رکھ لئے۔اسے یوں آرام سے اسے بتایا تھا جیسے کسی اخبار کی سرخی پڑھ کر بتا رہا ہو۔

"کون سے تایا؟ وہ تایا جن کے ساتھ رہ رہے تھے؟"

انصب کو یقین نہیں آرہا تھا۔

ہاں اور کون سے تایا ہیں میرے۔۔۔انہوں نے ہی جائیداد کے لئے، اس گھر کے" لئے مجھ سے میرے قیمتی رشتے چھین لئے اور پھر دنیا کی عدالت میں بھی خود کو بخشوا لیا لیکن میرے اللہ کی عدالت سے تو نہیں بچ سکیں گے اور نا ہی میں انہیں معاف "کروں گا۔

میثم یہ کہہ کر رخ پھیر کر لیٹ گیا جس کا مطلب تھا کہ اب وہ مزید اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے انصب بھی بغیر کوئی بات کئے وہاں سے اٹھ کر اپنے بیڈ پر آگیا لیکن اس کے دماغ میں میثم کا لہجہ گونج رہا تھا۔اسکے الفاظ انصب کو سوچنے پر مجبور کر رہے تھے۔آج اسے پتہ چلا تھا کہ میثم اس گھر سے اتنی محبت ہونے کے باوجود وہاں رہنے سے انکار کیوں کرتا تھا۔انصب کے لئے یہ بہت شاکنگ تھا۔اس نے یہ تہیہ کیا تھا کہ وہ میثم سے اس بارے میں سنجیدگی سے بات کرے گا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ میثم اس بدلے کی آگ میں جل کر اپنی زندگی خراب کرے۔

"کس لئے آئے ہو یہاں؟"

وہ لاؤنج میں صوفے پر یوں بیٹھی تھیں جیسے کوئی ملکہ بھرے دربار میں اپنے تخت پر بیٹھی ہو۔

کچھ ضروری سامان رہ گیا تھا اسی کے پیچھے آیا ہوں، ورنہ یہاں بار بار آنے اور یہاں کی" "کوئی چیز لے جانے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

وہ نڈر لہجے میں کہتا آگے بڑھا۔اب اسے اُن سے خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔اب اس کے اندر خوف نہیں بلکہ نفرت کا لاوا اُبل رہا تھا۔جس نے اس کے اندر گھر بنائے ہوئے خوف کو کہیں دور جا پھینکا تھا۔

"ہونہہ--- !!تمھارا یہاں ہے بھی کیا؟"

وہ استہزائیہ انداز میں ہنستی وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں جبکہ وہ وہیں روک کر انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

،بہت جلد میں آپ کے اس غرور کو اپنے پیروں تلے کچل کر چکنا چور کردوں گا تائی" مجھے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کی قسم---میں آپ کو اسی حالت میں لاکر ماروں گا جس میں آپ نے میرے ماں باپ کو پہنچایا تھا۔میں نے آپ کو، آپ نے جو مجھے دیا ہے، اس سے بڑھ کر نہ لوٹایا تو آپ میرا نام بدل دیجیئے گا۔میں نے آپ کو اسی آگ "میں نہ جلایا جس میں میں جل رہا ہوں تو میرا نام میثم ابراہیم نہیں۔

وہ مٹھیاں بھینچتا، ایک ایک لفظ ذور دے کر بولتا اپنے کمرے کیطرف بڑھ گیا۔اس نے اپنے کپڑے اور بکس اٹھائیں جو یہاں رہ گئی تھیں، اور کمرے سے باہر آگیا۔واپس آیا تو لاؤنج بالکل خالی تھا۔وہ اپنی چیزوں پر گرفت مضبوط کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

وہ اپنا سارا سامان لئے اوپر والے کمرے میں شفٹ ہو گیا تھا اور جب سے وہاں شفٹ ہوا تھا اسکا مزاج قطعی پہلے والے میثم سے مختلف ہو گیا تھا دوسری جانب حباب کی صورت حال ایسی تھی کہ پورے گھر میں کٹ کھنی بلی کی طرح پھرتی رہتی کیونکہ میثم نے جب سے گھر میں ڈیرا جمایا تھا گھر سے باہر نکلنا کم کر دیا تھا۔دن رات گھر پہ رہتا پورے گھر میں گھومتا پھرتا رہتا اور جان بوجھ کر ہر وہ کام کرتا جس سے وہ چڑتی تھی۔اسے حباب کی اس عادت سے سخت وحشت ہونے لگتی کہ وہ اسکے کسی بھی عمل کی شکایت نہیں کرتی تھی بس چند منٹ اسے گھور کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتی جبکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ بولے مگر وہ کچھ نہ کہتی اور اسے یہ احساس نہ ہونے دیتی کہ وہ اسکی ان تنگ کر دینے والی حرکات پہ نا صرف کڑھتی رہتی ہے بلکہ دل ہی دل میں اسے اچھی خاصی صلاواتوں سے بھی نوازتی رہتی ہے۔اسکا چہرہ سپاٹ جبکہ آنکھوں سے شعلے بھڑکتے رہتے اور میثم اسکی آنکھوں سے نکلتے شعلوں کی لپیٹ میں ہونے کے باوجود اسے تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا مگر جب کبھی حباب کی برداشت جواب دینے لگتی اور وہ ذہرہ بی بی سے اسکی شکایت کرتی تو وہ ان کے سامنے یوں معصوم بن جاتا جیسے اس سے شریف تو کوئی ہے ہی نہیں اور ذہرہ بی بی کے سامنے ایسی باتیں کر کے انہیں یقین دلانے کی کوشش کرتا کہ حباب کو

اس کا یہاں رہنا پسند نہیں اور وہ جان بوجھ کر اس پہ بے بنیاد الزام لگا لگا کر اسے تنگ کرتی ہے تاکہ وہ یہاں سے چلا جائے جبکہ زہرہ بی بی اسکی ان باتوں پہ ہنستی رہتیں اور میثم اپنی کاروائیوں سے باز نہ آتا۔وہ نہایت چالاکی سے حباب کو تنگ کرنے کے لئے ایسا وقت منتخب کرتا جس وقت ذہرہ بی بی گھر پہ نہ ہوتیں یا پھر وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہوتیں۔اس دن بھی زہرہ بی بی پڑوس میں قرآن خوانی کے لئے گئی تھیں۔ صبح ہی سے بادل اچھے خاصے برس چکے تھے۔کچھ دیر کو بارش کی تو وہ باہر چلا گیا حالانکہ باہر کے حالات ایسے نہیں تھے کہ چہل قدمی کی جاتی۔اسکے جانے کے بعد حباب نے دروازے کو کنڈی لگائی اور بارش اور درخت کے پتوں سے گندے ہوئے صحن کو صاف کرنے لگی۔پائپ لگا کر اس نے کن من برستی بارش میں بھی پورا صحن دھو ڈالا۔اس کے بعد کچن میں برتن دھونے کھڑی ہو گئی۔اس دوران پھوار کی صورت برستی بارش ایک بار پھر سے تیزی پکڑنے لگی۔وہ ابھی برتن دھو کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ دروازے پہ دستک ہوئی۔وہ اس مخصوص انداز میں کی جانے والی دستک کو پہچانتی تھی اس لئے اس کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا جو اکثر صفائی کرتے ہوئے اسکے صبیح چہرے کی زینت بنے رہتے تھے۔اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔دروازہ کھلتے ہی میثم بارش سے بچنے کے لئے چہرے سے اوپر اپنے کشادہ ہاتھ کا

چھپر بنائے اندر آیا۔وہ اگر فوراً چند قدم پیچھے نہ ہوتی تو وہ یقیناً اس سے ٹکرا جاتی۔ میثم نے پلٹ کر دروازہ بند کیا۔

"ایسی کیا ضرورت تھی اس موسم میں مٹر گشتی کرنے کی۔"

حباب نے اسے سر تا پیر بھیگا دیکھکر چبھتے ہوئے لہجے میں کہا اور اندر کی جانب بڑھی کیونکہ بارش اسے بھی تیزی سے بھگوتی جا رہی تھی لیکن اس کے بڑھتے قدم ایک پل کو رکے۔اس نے میثم کے کیچڑ میں لت پت جوتوں کو دیکھا۔

خبردار۔۔۔جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا، جوتے یہیں اتارو۔میں نے ابھی سارا صحن "صاف کیا تھا۔"

اس سے پہلے کہ وہ آگے قدم بڑھاتا وہ چیخ پڑی۔

پاگل ہو گئی ہو کیا۔جوتے کیوں اتاروں، پہلے ہی سارا بھیگ گیا ہوں اور تم جوتے" اتارنے کا کہہ رہی ہو، میں بیمار ہو گیا تو؟ ہونہہ۔۔ !!تم تو میری تیمارداری کرنے سے "رہی۔"

وہ حباب کے غصے کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھا اور صحن میں جا کر پناہ لی۔اسکے جوتوں کے کیچڑ سے بنے نشان اسکے پیچھے صحن تک گئے تھے۔حباب کو آگ بگولا ہونے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا جبکہ وہ صحن میں کھڑا اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اسکے لال بھبھوکا

چہرے سے دل ہی دل میں لطف اندوز ہو رہا تھا۔حباب کو تنگ کر کے اسے بہت سکون ملتا تھا۔مٹھیاں بھینچے وہ اپنے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ مجھے ایک بات بتائیں کہ میرے ساتھ آپکی کیا دشمنی ہے جو آپ مجھے پریشان کرنے کا ایک موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔"

وہ کچن میں جانے کی بجائے اسکے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"صدیوں پرانی دشمنی ہے۔"

وہ اسکی جانب جھکا اور اسکی آنکھوں میں دیکھتا سنجیدگی سے گویا ہوا۔اسکی نگاہوں کے سرد تاثر نے حباب کو عجیب سے احساسات سے دوچار کر دیا۔

"میں اس وقت مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔"

حباب نے نگاہوں کا رخ بدلا۔

"میں بھی سنجیدہ ہوں۔"

اسکے انداز میں ذرا فرق نہیں آیا۔

"میرے ساتھ الجھنے کی ضرورت نہیں ہے، ادھر جائیں ورنہ مجھے باہر کا راستہ دکھانا نہایت اچھے سے آتا ہے اور اگر اب مجھے تنگ کیا تو اس پہ عمل کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤں گی۔"

حباب کا انداز کسی ڈاکو سے کم نہ تھا۔

اچھا۔۔۔؟ ذرا ایک جھلک تو دکھاؤ، میں بھی تو دیکھوں تم مجھے کیسے اس گھر سے نکالتی "

"ہو۔

میثم اسکی آنکھوں میں جھانکتا مزید قریب ہوا۔

"آپ سے بات کرنا ہی فضول ہے۔"

وہ ناک سکوڑ کر کہتی کچن کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ اسکے یوں بھاگ جانے پہ زیرلب مسکرا دیا۔

حباب بی بی۔۔۔ !!ابھی تو شروعات ہے، آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا۔ابھی تو "

"تمھارے لئے اس عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔

وہ اسکی پشت کو گھورتا دھیرے سے بولا۔

"ویسے کیا بنا رہی ہو؟ بڑی بھوک لگی ہے۔"

وہ کچن کے دروازے سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور پیٹ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھنے لگا۔سلاد بناتے ہوئے حباب نے غصے سے اسکو دیکھا۔

"!!تمھارا سر۔۔۔"

وہ بڑبڑائی۔

"کیا۔۔۔؟"

حباب کی بڑبراہٹ اس قدر دھیمی تھی کہ وہ کوشش کے باوجود سن نہیں پایا تھا۔

"کچھ نہیں۔"

وہ غصے سے بولی۔

"اوہ ہو۔۔۔غصہ کیوں ہوتی ہو، بتاؤ نا۔"

میثم نے آگے آکر پتیلی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھنا چاہا لیکن حباب نے ہاتھ میں پکڑی چھری اسکے ہاتھ پہ ہلکے سے مار کر اسے روکا۔

"اف۔۔۔ !!کتنی ظالم ہو تم۔۔۔کیا مجھے بھوکا مارو گی؟"

وہ مصنوعی غصے سے بولا۔

"کچھ تو خدا کا خوف کرو، ابھی کچھ دیر پہلے تو ناشتہ کیا تھا تم نے۔"

حباب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے اٹھا کر باہر پھینک کر گھر کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیتی تاکہ وہ دوبارہ اندر نہ آسکے۔

خدا کا خوف کرو، جب سے آیا ہوں میرے پیچھے پڑی ہو۔ کبھی میرے کھانے پینے پہ" نظر ہوتی ہے تمھاری، تو کبھی میرے کھانے پینے پہ نظر ہوتی ہے تمھاری، تو کبھی میرا "باہر آنا جانا تمھیں برا لگتا ہے۔پتہ نہیں کیا چاہتی ہو مجھ سے۔۔

میثم نے کہا۔

میں؟ میں پیچھے پڑی ہوں؟ تم اپنی حرکتیں نہیں دیکھتے۔۔۔سچ تو یہ ہے کہ میں" "نہیں بلکہ تم میرے پیچھے پڑے ہو۔ جاؤ یہاں سے ورنہ۔۔۔ورنہ میں آگ لگا دوں گی۔

حباب نے ماچس کی ڈبیہ سے تیلی نکال کر جلائی اور اسے ڈرایا۔وہ فوراً پیچھے ہٹا۔جیسے وہ سچ مچ جلا دے گی۔

جا رہا ہوں، جا رہا ہوں۔۔۔لیکن کھانا ضرور کھاؤں گا۔اب تمھاری اس ذرا سی تیلی سے" "ڈر کر میں اپنا کھانا پینا تو نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔یاد رکھنا۔

وہ اپنی ہنسی دباتا کچن سے نکل گیا۔

"پتہ نہیں کب اس مصیبت سے جان چھوٹے گی۔"

وہ بڑبڑائی مگر یہ بڑبڑاہٹ اچھی خاصی بلند تھی۔

"کبھی نہیں۔"

باہر سے میثم کی جانب سے جواب آیا۔

"گدھے کی دم۔"

حباب نے کہا اور پھر اپنے ہی دیئے گئے لقب پہ ہنس دی اور اپنے کام مصروف ہو گئی۔ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ ایک بار پھر دروازے پہ دستک ہونے لگی۔وہ یونہی اپنے کام میں مصروف رہی کہ میثم دروازہ کھول دے گا مگر دستک مسلسل جاری رہی۔وہ چھری سلیب پہ پٹختی باہر آئی۔بارش تھم چکی تھی اور میثم برآمدے میں کرسی ڈالے بڑے آرام سے بیٹھا تھا۔وہ بھیگے کپڑے بدل چکا تھا۔میثم نے اسے آتے دیکھا تو نگاہوں کا رخ بدل لیا۔

"یہ دروازہ کون کھولے گا۔"

حباب نے اسے نگاہیں پھیرتے دیکھکر غصے سے کہا۔

"میں کیوں کھولنے جاؤں، میں تو مہمان ہوں۔

وہ گردن اکڑا کر کہتا اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

"بدتمیز کہیں کا۔۔گدھے کی دم۔۔"

وہ غصے سے بڑبڑاتی دروازہ کھولنے کے لئے بھاگی۔

"کیا بات ہے؟ اور کوئی اسطرح دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔"

اس نے دروازہ کھولا تو دس گیارہ سالہ بچے کو دیکھکر پوچھا بلکہ میثم کا غصہ اسی پہ اتار دیا۔

"باجی چنے کیوں چبا رہی ہو۔یہ لو پکوڑے چباؤ۔"

بچہ نہایت شرارتی تھا۔اس نے حباب کے اسطرح چلانے پر اسکی ہنسی اڑائی اور ہاتھ میں پکڑا شاپر اسکی جانب بڑھایا۔

یہ کیا ہے؟ اور تمیز نہیں سکھائی تمھیں ٹیچر نے کہ بڑوں سے کیسے بات کرتے ہیں۔"

حباب نے شاپر کھول کر دیکھا۔

بتایا تو ہے کہ پکوڑے ہیں اور میری ٹیچر نے کل ہی مجھے سکھایا تھا یہ محاورہ اور دیکھو"
"آج میرے کام آگیا۔

بچے نے آرام سے کہا جبکہ حباب کو اپنے پیچھے ہنسی کی آواز آئی۔اس نے پلٹ کر خونخوار نگاہوں سے پیچھے کھڑے میثم کو دیکھا اور کچھ دیر اپنے اسی فعل میں مصروف رہی۔

"چلیں اب بت بنی دروازے میں کھڑی رہیں گی یا دروازہ بھی بند کریں گی۔"

بچے نے ایک بار پھر ہنستے ہوئے کہا۔حباب نے اپنی خونخوار نگاہوں کا رخ اب بچے کی جانب کیا۔

"آنکھیں مت نکالیں۔۔۔جا رہا ہوں۔یہ۔۔۔میثم بھائی آپکے پکوڑے۔۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں جیسے ڈر ہو کہ وہ کہیں اسکی پٹائی ہی نہ کر دے۔

لاؤ یہ مجھے دو اور تم مزے دار سی چائے بناؤ، اپنی طرح کڑوی کسیلی مت بنانا۔اس"
"موسم میں چائے کے ساتھ گرما گرم پکوڑے۔۔۔

میثم نے تقریباً جھپٹ کر شاپر اسکے ہاتھ سے لیا اور اسے چائے بنانے کا کہا۔

"سارے بدتمیز یہیں جمع ہیں۔"

وہ اسکی پشت کو گھورتی بلند آواز میں بولی۔

"ہاں بالکل۔۔۔میرا بھی یہی خیال ہے۔ویسے ہمارے خیالات کتنے ملتے ہیں۔"

میثم کہاں پیچھے ہٹنے والوں میں سے تھا۔

"پتہ نہیں کس گناہ کی سزا مل رہی ہے مجھے اور نجانے کب تک بھگتنی پڑے گی۔"

اس نے جان بوجھ کر تیز آواز میں کہا تاکہ میثم سن لے۔

"اس کی طوالت تمھاری موت تک ہے۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا سیڑھیاں چڑھ گیا جبکہ حباب اسکے جملے کے پیچھے چھپے معنی پر غور نہ کرتے ہوئے دانت پیس کر رہ گئی۔

ابراہیم احمد اور عمارہ ابراہیم کی وفات کے اگلے ہی ہفتے صداقت احمد ابرار احمد کو گھر لے آئے تھے۔ایک ہفتہ جیل میں گزارنے کے باعث ابرار احمد کی حالت ابتر تھی۔ایک تو بھائی اور بھاوج کو قتل کرنے کا بوجھ اور اوپر سے جیل کا ماحول---وہ بالکل ٹوٹ گئے تھے۔انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر اتنا بڑا قدم ان سے کیسے ہو گیا۔انھوں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ ایسا قدم بھی اٹھا سکتے ہیں۔جیل کی سلاخیں ان کے پچھتاوں کو بڑھا رہی تھیں۔اس قید میں سانس لینا ان کے لئے مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ایک ایسا شخص جو ہر کام میں اپنی من مانی کرنے کا عادی ہو، جو صرف حاکمیت کرنا جانتا ہو اسکے لئے کہاں آسان تھا یہ سب برداشت کرنا، ایک ایسی جگہ پر رہنا جہاں اسکی حیثیت ایک عام مجرم کی سی تھی۔انھوں نے شکر کیا تھا کہ اس قید

سے وہ رہا ہو گئے تھے لیکن ایک ضمیر کی قید تھی جس میں ان کا جکڑے جانا ابھی باقی تھا۔جاثرہ احمد نے جو پورے گھر میں ایک طوفان برپا کر رکھا تھا وہ ابرار احمد کے گھر واپس آ جانے سے تھم گیا تھا۔باقی گھر والوں نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کر رکھی تھی سوائے چند ایک کے جو چاہتے تھے ابرار احمد اپنے کیے کی سزا بھگتیں لیکن ان کے بچے چھوٹے تھے اور جاثرہ احمد ان سب کی نظر میں لاکھ بہادر صحیح مگر بچوں کی پرورش اکیلے نہیں کر سکتی تھیں اور اب تو میثم کی زمہ داری بھی ان پہ تھی۔اس لئے خاندان کے بڑے ہونے کے ناطے صداقت احمد نے ابرار احمد کو معاف کر دیا۔میثم چھوٹا تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ اپنے اردگرد پیش آنے والے حالات کو نہ سمجھ سکے۔جب اس نے ابرار احمد کو صداقت احمد کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ ششدر رہ گیا تھا۔اسکے چہرے پہ غصہ صداقت احمد سے مخفی نہیں تھا۔اس لئے جب وہ اپنے کمرے میں آئے تو انہوں نے میثم کو بلا کر سمجھایا تھا کہ ابرار احمد نے جو کچھ بھی کیا وہ ٹھیک نہیں تھا مگر وہ ایک بھتیجے کو تو کھو ہی چکے ہیں اب دوسرے کو نہیں کھونا چاہتے تھے۔وہ اس سے بہت پیار کرتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ باپ کے سائے کے بغیر پلے اور اسے سمجھایا کہ ابرار احمد کے علاؤہ اور کون ہے جو اسکی دیکھ بھال کرے گا۔دوسری جانب وہ خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا لیکن جو آلاؤ اسکے اندر جل رہا تھا وہ اسکے ساتھ پروان چڑھنے والا تھا۔اس نے اپنے ماں

باپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھا تھا، وہ کسطرح ان لمحوں کو بھلا کر ان کے قاتل کو معاف کر سکتا تھا۔اس ساری صورتحال کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا اور سب سے الگ تھلگ رہنے لگا تھا۔رشیدہ بیگم جو صداقت احمد کی بیوی اور خاندان کی بڑی تھیں، ساری حویلی کا نظام ان کی دیکھ ریکھ میں تھا۔ایک وہی تھیں جن کے چہرے پہ ابراہیم اور عمارہ کی موت کا غم ہر دم دکھائی دیتا تھا۔وہ اس واقعے کو بھول نہیں پا رہی تھیں لیکن میثم کے لئے انہوں نے خود کو سنبھالنا تھا۔اس لئے وہ میثم کے آس پاس ہی رہتی تھیں۔ماں باپ کی دوری نے میثم کو بہت اداس کر دیا تھا اس لئے اسکی دلجوئی میں لگی رہتیں۔اسکے کھانے پینے کا خیال رکھتیں، رات کو اپنے پاس سلاتیں۔میثم بھی ان کی سنگت میں پرسکون محسوس کرتا تھا اور اسکی وجہ ان کا میثم کا بہت زیادہ خیال رکھنا تھا۔اس وقت بھی وہ اسے بڑے پیار سے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا رہی تھیں۔

"آج بہت خاموش ہے میرا بیٹا۔"

انہوں نے نوالہ اسکے منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

دادی۔۔آپ میرے ساتھ میرے گھر جائیں گی، تایا کہہ رہے تھے کہ ہم کل واپس جا" رہے ہیں، میں وہاں اکیلے کیسے رہوں گا۔"

آنسو اسکی آنکھوں میں بھرنے لگے تھے۔

"میں ضرور جاؤں گی اپنے بیٹے کے ساتھ۔"

وہ پیار سے اسکے بال سہلاتی مسکراتے ہوئے بولیں لیکن اندر کہیں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی۔

"سچی---؟؟"

میثم کو جیسے یقین نہ آیا۔

بالکل سچ اور جتنے دن کہو گے تمھارے ساتھ رہوں گی۔دادی پوتا ملکر خوب مزے کیا" "کریں گے۔

انہوں نے اسکا ماتھا چوما۔

"وعدہ--؟"

اس نے ان کے آگے ہتھیلی پھیلائی۔

"ایک دم پکا وعدہ۔"

انہوں نے اسکی ہتھیلی پر لب رکھتے ہوئے کہا۔میثم ان کے سینے سے لگ گیا اور وہ نہایت نرمی سے اسکے بال سہلانے لگیں۔

"!!اپنی اس ماسی کو کبھی میرے کمرے میں بھی بھیج دیا کریں بی اماں--"

حباب اور ذہرہ بی بی صحن میں بیٹھی خوشگوار موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھیں کہ وہ تیز رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے نیچے آیا اور ذہرہ بی بی کے پاس تخت پر بیٹھتے ہوئے کنکھیوں سے حباب کی جانب دیکھا۔نارنجی رنگ کے سادہ سے لباس میں وہ بھی آسمان پر بکھرے رنگوں کا ہی حصہ لگ رہی تھی۔ایک پل کو تو وہ اسکے صبیح چہرے سے نظر تک نہیں ہٹا پایا تھا۔

"میری کون سی ماسی ہے بیٹا۔"

وہ سادہ خاتون تھیں نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھ رہی تھیں جبکہ حباب نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ میثم کی نگاہوں کا نرم گرم تاثر اسکے لہجے سے بالکل جدا تھا۔

"میں حباب کی بات کر رہا ہوں بی اماں۔"

وہ ہنستے ہوئے یوں بولا جیسے انہیں بڑی ضروری معلومات دے کر اسے بڑی خوشی ہو رہی ہو۔ذہرہ بی بی اسکا اشارہ سمجھ کر ہنسنے لگیں۔

"تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے بیٹا، یہ تو میری ماسی نہیں میری بیٹی ہے۔"

ذہرہ بی بی نے حباب کے چہرے کے بگڑتے تاثرات دیکھے تو اپنی امنڈتی ہنسی دبا کر چہرے پر سنجیدگی طاری کی۔

"جی جانتا ہوں کہ آپ نے بیٹی کطرح رکھا ہوا ہے اس ما۔۔۔۔سی۔۔۔"

میثم نے جان بوجھ کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا کیونکہ حباب ایک جھٹکے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"او ہو۔۔۔ماسی تو بڑے غصے والی ہے۔"

میثم کے بلند قہقہے نے کمرے تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

"یہ شرارتیں کم کرو۔۔۔میری بیٹی کو ناراض کر دیا ہے تم نے، جس دن اسکی برداشت ختم ہو گئی اسی دن تمھارا سامان تمھاری موجودگی میں گھر سے باہر پھینک دے گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"آپ یونہی کہہ رہی ہیں، میں نے تو اتنے دنوں میں اسے ایک بار بھی غصہ کرتے نہیں دیکھا۔"

اس نے بے یقینی ظاہر کی۔

"غصے میں وہ بالکل اپنی ماں کیطرح ہے اندر ہی اندر دبائے رکھتی ہے۔وہ بھی ایسی ہی تھی۔"

بیٹی کے بارے میں بات کرتے ہوئے ان کا لہجہ اداس ہو گیا۔میثم جانتا تھا کہ وہ کس کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔اسکا حلق تک کڑوا ہوا۔جاثرہ احمد کا ذکر تو کیا اسکا نام بھی اسکے تن بدن میں آگ لگا دیتا تھا۔

خیر چھوڑیں آپ۔۔۔میرا کمرہ کافی دنوں سے صاف نہیں کیا گیا۔ادھر ادھر پڑی چیزیں تو میں خود اٹھا لیتا ہوں لیکن۔۔۔اس لئے آپ میرے کمرے کی صفائی کروا دیں۔"

اسکے چہرے پہ بلا کی سنجیدگی تھی۔

"معاف کرنا بیٹا مجھے معلوم نہیں تھا کہ حباب تمھارے کمرے کی صفائی نہیں کر رہی وہ تو پورا گھر صاف کرتی ہے اس لئے میں سمجھی تمھارا کمرہ بھی صاف کرتی ہو گی۔"

انہیں شرمندگی ہوئی۔

"جب سے آیا ہوں ایک دو مرتبہ ہی میرا روم صاف کیا ہو گا اس نے، شاید حباب کو میرا یہاں رہنا پسند نہیں ہے اس لئے وہ۔۔۔"

"اچھا!! ٹھہرو تم۔۔۔میں بات کرتی ہوں۔۔۔حباب۔۔۔"

انہوں نے اس کی بات کاٹی اور حباب کو پکارا۔

"جی بی اماں!!۔۔"

حباب ان کے آواز دینے پر اپنے کمرے سے باہر آئی۔میثم ابھی بھی وہیں موجود تھا۔اس نے ایک سرسری نظر بھی حباب پہ نہیں ڈالی۔

"تم میثم کے کمرے کی صفائی نہیں کرتی بیٹا؟"

حباب کو ان کے لہجے میں شرمندگی سی محسوس ہوئی۔انہیں میثم کے سامنے واقعی بہت شرمندگی ہو رہی تھی۔حباب کوئی جواب نہ دے سکی اور کہتی بھی کیا کیونکہ ایسا وہ جان بوجھ کر کرتی تھی۔میثم بھی کچھ نہیں کہتا تھا اس لئے وہ بھی پرواہ نہ کرتی۔

"اوپر کون جاتا ہے بی اماں۔۔یہ تو صرف کمرے میں سونے جاتے ہیں باقی سارا دن تو نیچے ہی رہتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ ان کا کمرہ صاف ہی ہو گا۔"

حباب نے اپنی طرف سے عذر پیش کیا۔

"نہیں تو بی اماں اب کر دیں، بہت گندہ ہو رہا ہے۔ہر چیز پہ دھول مٹی پڑی ہے۔

میں واپس چلا جاؤں گا، ویسے بھی ان کو میرا یہاں رہنا پسند نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ذہرہ بی بی آواز دیتی رہ گئیں۔

"حباب۔۔۔!!تم مجھے شرمندگی کے یہ تمغے کب تک پہناتی رہو گی بیٹا۔"

انہوں دھیمے لہجے میں یوں کہا کہ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"بی اماں۔۔۔دراصل میں ان کے گھر میں موجودگی کے باعث ان کے کمرے میں نہیں جاتی، مجھے ڈر لگتا ہے۔چاہے جتنا بھی اچھا بنتا ہو۔۔۔ہے تو مرد ہی نا۔۔جب گھر میں نہیں ہوتے تو تب جا کر کر دیتی ہوں۔میں اس شخص پہ بالکل بھروسہ نہیں کرتی اور آپکو پتہ نہیں کتنا بڑا ایکٹر ہے یہ، سارے ڈرامے اس پہ ختم ہیں۔"

وہ ان کے پاس بیٹھ گئی جبکہ بی اماں حیرت سے اسکی جانب دیکھ رہی تھیں، جیسے وہ حباب نہیں کوئی اور ہو۔انہیں اسکی زبان سے یہ سب سن کر یقین نہیں آ رہا تھا۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمھاری زبان سے ایسی شیرینی بھی ٹپک سکتی ہے۔اتنا شک" کرتی ہو تم اس پہ۔۔۔کیا اس نے تم سے کوئی نازیبا بات کی ہے یا پھر ایسی کوئی "حرکت؟

ان کا لہجہ ان کے ڈر جانے کی چغلی کھا رہا تھا۔

"نہیں بی اماں۔۔۔نس ویسے ہی۔۔۔آپ ہی تو کہتی ہیں کہ مرد آخر مرد ہوتا ہے۔"

اس نے نظر چرائی۔

میں نے دنیا دیکھی ہے حباب۔۔۔۔اور پھر ہیثم کوئی غیر نہیں ہے، نہ ہی ایسا ہے" جیسا تم اسے سمجھ رہی ہو۔میں تو تم دونوں کی شادی کروانے کے بارے میں سوچ "رہی ہوں اور تم دشمنی پالے بیٹھی ہو۔

ذہرہ بی بی مسکرائیں۔۔۔ان کے چہرے پہ اطمینان تھا۔

کیا۔۔۔؟ شادی؟ اور اس لمبوترے سے۔۔۔ کبھی نہیں۔۔اور آپ کو اس کے چہرے" پہ چالاکیت لپٹی دکھائی نہیں دیتی۔کتنا لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے وہ جب آپ مجھے "ڈانتی ہیں۔

وہ ان پہ اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔اسے اندازہ تو تھا کہ وہ ایسا سوچتی ہیں اس لئے اسے ان کی بات سن کر حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے، تمھیں تو یونہی بچے سے خدا واسطے کا بیر ہے۔"

وہ اسے پرے کرتی تخت سے اتریں۔

"جو بھی ہو میں اس کنکھجورے سے شادی نہیں کروں گی۔"

وہ ان سے کہتی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی

ابرار احمد جیل سے آنے کے تین دن بعد جاثرہ احمد اور بچوں کو لے کر واپس شہر آ گئے تھے۔رشیدہ بیگم بھی ان کے ساتھ تھیں۔صداقت احمد نے دیکھا تھا کہ میثم ان سے بہت مانوس ہو گیا تھا اور وہ واپس جانے کا سن کر کتنا اداس تھا۔اس لئے انہوں رشیدہ بیگم کو انکے ساتھ بھیج دیا تھا۔میثم ان کے ساتھ آنے پر بہت خوش تھا۔جاثرہ احمد تو گھر آتے ہی اپنے کمرے تک محدود ہو گئی تھیں۔خود بھی اپنے روم میں ہی رہتیں اور بچوں کو بھی اپنے پاس رکھتیں۔بچے اپنی ماں کے اس رویے کے عادی تھے مگر رشیدہ بیگم کے لئے ان کا انداز کسی خطرے کے الارم سے کم نہیں تھا۔وہی تھیں جو میثم کی دیکھ بھال میں لگی تھیں۔زندگی معمول پہ آنے لگی۔ابرار احمد آفس چلے جاتے، ان کو دیکھکر کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ قتل جیسے گناہ کا مرتکب

ہوئے ہیں اور وہ بھی اپنے سگے بھائی اور بھابھی کے، جو بالکل بے قصور ہی ان کے عتاب کا نشانہ بن گئے تھے۔مرنے والوں کی تو کیا فکر کرتے انہیں تو بن ماں باپ کے رہ جانے والے بچے تک کی پرواہ نہیں تھی۔اپنے بیوی بچوں میں مگن انہیں اکلوتے بھتیجے کا خیال تک نہیں آتا تھا۔وہ کیسا ہے، کھانا وقت پر کھاتا ہے یا نہیں اور سب سے بڑھ کر ان کی بیوی اسکا خیال رکھتی ہے یا نہیں۔۔۔انہیں کسی بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔پرواہ تھی تو اس بات کی کسطرح میثم کے نام لکھا گھر بیچ دیں۔رشیدہ بیگم کو بالکل حیرانی نہیں ہوئی تھی جب انہوں ابراہیم کی ہر چیز پہ قبضہ کر لیا کہ دو قیمتی جانوں کا نقصان اس جائیداد پہ اٹھانا پڑا تھا۔سب ان کی نظروں کے سامنے تھا۔وہ میثم کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھیں کہ اگر جاثرہ احمد کا رویہ نہ بدلا تو ان کے واپس جانے کے بعد میثم کا کیا ہوگا۔ابھی تو وہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ اپنا خیال خود رکھ سکے اوپر سے جاثرہ احمد کا طنزیہ رویہ دھیرے دھیرے ان کی برداشت سے باہر ہورہا تھا۔اب تو وہ ان سے بات کرتے ہوئے اس رشتے کا تو کیا وہ عمر کا بھی لحاظ نہیں کرتی تھی۔جاثرہ احمد کے اس طرزِ رویہ سے یہ صاف ظاہر تھا کہ اس کو ان کا یہاں رہنا پسند نہیں تھا۔انہیں اسکے انداز کی ذرا پرواہ نہیں تھی لیکن سب سے بڑا مسئلہ میثم کا تھا جو رات کو سوتے ہوئے ڈر کر اٹھ جاتا اور ان کے وجود میں پناہ تلاش کرتا تھا۔بہت سوچنے کے بعد بھی جب وہ کوئی حل تلاش نہ کر پائیں تو انہوں

نے صداقت احمد سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔پہلے تو صداقت احمد کے پوچھنے پر سب ٹھیک ہے کہہ کر انہیں مطمئن کر دیتی تھیں کیونکہ پہلے ہی وہ اس سارے واقعے کے بعد بہت پریشان رہنے لگے تھے اور وہ انہیں یہ سب بتا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔وہ سمجھ رہی تھیں کہ کچھ دن کی بات ہے جاثرہ احمد کو خود اپنی ذمہ داری سمجھ لے گی لیکن اب انہیں یہ فکر لگ گئی تھی کہ ان کے جانے کے بعد میثم کا خیال کون رکھے گا۔وہ مستقل یہاں رہ بھی نہیں سکتی تھیں۔اوپر سے اب تو جاثرہ احمد نے ڈھکے چھپے الفاظ میں انہیں کہہ دیا تھا کہ وہ میثم کو نہیں سنبھال سکتی اور یہ کہ رشیدہ بیگم انہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔انہوں نے اس بارے میں ابرار احمد سے بھی بات کی تھی مگر وہ بھی بیوی کی زبان بول رہے تھے۔میثم کو اتنے بڑے اور کبھی نہ بھرنے والے نقصان سے دوچار کرنے کے بعد بھی انہیں کوئی احساس جرم نہیں تھا۔انہوں نے صداقت احمد کو کال کر کے انہیں تمام حالات بتا دیئے تھے۔وہ بھی یہ سب سن کر بہت پریشان ہو گئے لیکن پھر بھی انہوں نے رشیدہ بیگم کو تسلی دی کہ وہ خود آکر ابرار احمد اور جاثرہ احمد سے بات کریں گے۔انہیں بتا کر وہ مطمئن ہو گئیں۔انہیں امید تھی کہ ابرار احمد جو صداقت احمد کی بہت عزت کرتے ہیں، وہ ضرور صداقت احمد کی بات سنیں اور سمجھیں گے۔گرفت مضبوط کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اگلے دو دن یونہی چپ چاپ گزر گئے۔شادی دوسرے ہفتے میں تھی اور وہ سب سے ملنے کے لئے بے حد خوش اور پرجوش تھی۔بچپن سے اس نے صرف نانا ابا اور بی اماں کو ہی اپنے اردگرد دیکھا تھا۔اپنی زندگی میں اسے ماں باپ کی کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی اور کبھی کبھار تو دل میں ان کے علاوہ رشتوں کے لئے بھی خواہش انگڑائی لیتی۔۔۔جب اسکی سہیلیاں اپنی کزنز اور گھروں میں ہونے والے فنکشنز کا تذکرہ کرتیں۔ وہ دن گن رہی تھی کہ کب یہ دن گزریں اور وہ ان سب کھوئے ہوئے رشتوں سے ملے لیکن دوسری جانب میثم نے تو جیسے چپ کا روزہ رکھا تھا۔ماجد احمد کے جانے کے بعد سے وہ جیسے خاموش ہو گیا تھا۔حباب چاہ کر بھی اس سے کچھ پوچھ نہیں پا رہی تھی کیونکہ جب بھی وہ اس بارے میں پوچھنے لگتی میثم کی سنجیدہ صورت اور تنے ہوئے اعصاب دیکھ کر وہ رک جاتی۔اس کا بدلتا موڈ حباب کو خبردار کر دیتا اور وہ خاموش ہو رہتی۔

اج بھی جب وہ رات کو دیر سے لوٹا تو حباب اس کے پیچھے کمرے تک آئی تھی۔

"کھانا لاؤں؟"

"نہیں۔۔۔میں کھا کر آیا ہوں۔"

"کچھ اور چاہیئے؟"

میثم کا سنجیدہ انداز دیکھ کر بھی حباب نے پلٹتے ہوئے پوچھا۔

نہیں۔۔۔ "وہ شرٹ کے بٹن کھولتا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔لہجہ ایسا تھا جیسے کہہ "رہا ہو "مجھے مزید تمہاری شکل نہیں۔

پر سوچ نظروں سے اس کی پشت کو گھورتی وہ کمرے سے نکل آئی۔کھانا اس نے میثم کے انتظار میں نہیں کھایا تھا اس لیے چند نوالے زبردستی زہر مار کیے اور برتن سمیٹ کر اپنے کمرے میں آگئی مگر دل کی بے چینی اسے ایک بار پھر میثم کے کمرے کے دروازے تک لے آئی تھی۔ہلکی سی دستک سے پہلے اس نے آواز دی تھی لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ جھجھکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔میثم بیڈ پر نیم دراز تھا اور خشمگیں نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"وہ۔۔۔میں بات۔۔۔"

ایک تو تمہاری باتیں ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک دن میں ختم ہو جاؤں گا لیکن تمہاری" باتیں نہیں ختم ہونگی۔میثم اسے اپنی سرخ آنکھوں سے سالم نگلتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"تو اپ نے مجھے موقع ہی کب دیا ہے بات کرنے کا۔"

جی تو چاہ رہا تھا کہ تم مخاطب کر کے سارے بدلے لے لے مگر خود پر بمشکل قابو رکھا۔

یہاں آؤ۔ "ہیثم کا لہجہ دھیما مگر ویسا ہی تپش دیتا ہوا تھا جیسے عموماً حباب سے بات کرتے ہوئے ہوتا ہے۔وہ بھی مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق سست روی سے چلتی بیڈ تک آئی۔

بولو۔۔۔ "ہیثم نے سر تا پیر اس کا بھرپور جائزہ لیا۔سیاہ رنگ کے سادہ سے لباس" میں وہ سونے کے لئے بالکل تیار تھی۔گالوں کی سرخی قائم تھی۔وہ جان نہ سکا کہ اسکے یونہی سرخ رہتے ہیں یا پھر اسکی کی نگاہوں کا اثر ہے۔وہ نظریں نیچی کیے انگلیاں چٹخاتی سوچ رہی تھی کہ کہاں سے شروع کرے۔

چلو بھی اب کچھ بولو گی بھی یا صرف مجھے انگلیوں سے ناپتی رہو گی۔"ایک نمبر کا چلتر" انسان ہے۔ "حباب نے غصے سے سوچا۔

"یا آج پھر میرے ساتھ سونے کا ارادہ ہے۔"

ہیثم کی رگ ظرافت پھڑکی۔

"لاحول ولاقوۃ۔۔ !!میں تو بس یہ پوچھنے آئی تھی کہ ہم گاؤں کب جا رہے ہیں۔"

حباب نے اسکی سوچ پہ لاحول پڑھی اور فوراً کہا مبادا پھر ہیثم کہیں پٹڑی سے نہ اتر جائے۔

بس؟ "ہیثم نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔"

جی۔۔ "حباب کی مہین سی آواز پہ ہیثم کے لبوں پہ ہنسی ٹھہر گئی۔"

تم تو یوں انگلیاں چٹخا اور آنکھیں گھما رہی تھی گویا مجھ سے اجازت مانگنے آئی" ہو---یہاں دائیں طرف میرے پاس سونے کی۔ویسے تم آ سکتی ہو---جگہ خالی ہے۔ "میثم نے معنی خیزی سے بھرپور اشارہ کیا تو ایک بار پھر وہ لاحول پڑھتی دروازے کی جانب بڑھی۔میثم کا یہ انداز اسکے اردگرد خطرے کی گھنٹیاں بجا رہا تھا اور اس ڈر سے کہ وہ کہیں پھر سے اسے نہ گھیر لے فوراً کمرے سے باہر آئی۔

اس شخص کی مجھے بالکل سمجھ نہیں آتی۔کبھی تو یوں دیکھتا ہے جیسے مجھ سے بڑھ کر" کوئی دشمن نہ ہو اور کبھی یہ---"اس نے سر جھٹکا لیکن کمرے پہنچ کر اپنا سر پیٹ لینے کو دل چاہا کہ جو پوچھنے گئی تھی اس کا جواب تو لے آتی۔

اسے عادت سی ہو گئی تھی بلی کو گھنٹی باندھنے کی اس لیے ایک بار پھر اگلے دن شام کو اس کے سر پر کھڑی اپنا سوال دہرا رہی تھی۔

تم تیاری کر رکھو کل صبح نکلیں گے۔ "میثم نے موزے اتار کر شوز میں" گھسیڑے۔ابھی اسے گھر میں داخل ہوئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ اپنا پرانا سوال لئے اس کے سر پہ کھڑی تھی۔اس نے کچھ کہنا چاہا مگر پھر خاموش گیا۔

صبح کس وقت تک نکلیں گے۔ "وہ پرشوق نگاہوں سے میثم کو دیکھتی اسکے پاس آ" بیٹھی۔اس بات سے بالکل بے خبر کہ وہ میثم کے کسقدر قریب بیٹھ گئی ہے لیکن میثم غور کیے بغیر نہ رہ سکا۔وہ ایک بار پھر میثم کو اپنا احساس دلا گئی تھی۔

"شکر ہے میری گود میں نہیں بیٹھی تم۔"

وہ اس کے انداز پر چوٹ کیے بغیر نہ رہ سکا۔حباب نے اپنے اور میثم کے درمیان فاصلے کو آنکھوں سے ناپا اور اچھل کر پیچھے ہوئی۔

"سوری۔۔"

وہ خجالت محسوس کرتی، معذرت کرتی اٹھنے لگی کہ میثم نے اسے کلائی سے پکڑ کر دوبارہ پاس بٹھا لیا۔

تمہیں اس قدر شوق کیوں ہے؟ تمھیں کیا معلوم کہ ان سب کا رویہ تمہارے ساتھ" کیسا ہو۔۔۔ہو سکتا ہے وہ سب داجی سے بالکل مختلف ہوں۔۔۔۔ویسے بھی تمھاری ماں نے وہاں اچھے خاصے جھنڈے گاڑے ہیں۔تمھیں پریشانی یا بے چینی محسوس "نہیں ہو رہی۔

میثم نے اسکی آنکھوں میں چمکتی خوشی کو بغور دیکھا۔حباب نازک کلائی ابھی تک میثم کے ہاتھ میں تھی۔

نہیں۔۔۔کیونکہ ماضی میں جو کچھ بھی ہوا اس کی ذمہ دار میں کہیں سے بھی نہیں"

"ہوں۔

وہ پراعتماد لہجے میں کہتی میثم کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔جو حیرت کی زیادتی سے قدرے پھیلی تھیں۔

اور جو تکلیف میرے حصے میں آئی اس کی ذمہ داری میں کس کے کھاتے میں"

"ڈالوں۔

میثم نے چہرے پر مصنوعی سختی لانے کی بھرپور کوشش کی کیونکہ حباب کی پورا اعتماد آنکھوں نے اس کے دل کی دنیا تہہ وبالا کر ڈالی تھی۔

اس لیے آپ نے مجھے اپنی باندی بنا کر رکھا ہے، جو آپ کے کپڑے دھوئے، آپ"

"کے لیے کھانا بنائے، آپ کی ضرورت خیال رکھے۔

حباب کا لہجہ قابو پانے کے باوجود ہلکی سی تلخی کی آمیزش لئے ہوئے تھا۔

تم میری باندی ہو؟ "میثم نے اپنی بے ساختہ امنڈ آنے والی ہنسی پر قابو پایا تھا۔"

"مجھے تو یہی لگتا ہے۔"

وہ اسی طرح منہ پھلائے ہوئے بولی۔

میں تو تمہیں کتنی مرتبہ ملازمہ سے مالکن بنانے کی کوشش کر چکا ہوں مگر تمہیں اپنی"

ملازموں والی حیثیت سے اس قدر لگاؤ ہے کہ۔۔۔۔ خیر اس بحث کو یہیں سمیٹتے

ہیں۔ تم بتاؤ تمہیں مالکن والی شاپنگ کرنی ہے یا پھر ملازماؤں والے لباس ہی زیب تن کروگی اور مجھے سب کے سامنے شرمندہ کروں گی۔"

اس وقت اسکا غیر ضروری بحث کرنے کا بالکل موڈ نہیں تھا۔اس لئے وہ حباب سے پوچھتا الماری کی جانب بڑھا۔

"بی اماں نے جو کپڑے بنوائے تھے انھی میں سے کچھ پہن لوں گی۔"

حباب نے کہا۔

"ٹھیک ہے کچھ چاہیئے ہو تو بتاؤ یا پھر وہیں سے خرید لینا۔"

میثم نے الماری سے اپنا سوٹ کیس نکالا۔

"جی۔۔۔"

حباب اسے مصروف دیکھکر کمرے سے نکل گئی جبکہ وہ خود اپنا سامان پیک کرنے لگا۔

اگلے دن میثم کے آفس میں اچانک آ پڑنے والے کام کی وجہ سے انہیں نکلتے نکلتے بھی ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ گاؤں پہنچے تو سہ پہر کا وقت ہو رہا تھا۔دو گھنٹے کا سفر حباب کو تھکانے کے لیے کافی تھا۔وہ پرشوق نگاہوں سے ہر منظر کو دیکھ رہی تھی۔یہ شہر اسے تو کہیں سے بھی گاؤں نہیں لگ رہی تھی۔پکی تارکول کی شفاف سڑک۔۔۔سڑک

کے کنارے اونچے اونچے درخت۔۔۔۔دور کہیں کہیں مختلف سبزیوں اور سرسوں کے کھیت بہار کی آمد کا سندیسہ دے رہے تھے۔جب وہ لوگ علاقے میں داخل ہوئے تو کچے گھروں کی بجائے سیمنٹ سے بنے پکے گھر دیکھکر اسے لگ رہا تھا جیسے وہ گاؤں کی بجائے شہر ہی ہو۔یہ تو اسکے ذہن کے پردے پر بنی گاؤں کی تصویر سے بالکل الگ تھا۔پیدل آتے جاتے لوگ اور بچے ان کے گاؤں میں آنے والے مہمانوں پہ کچھ سرسری اور کچھ حیرت بھری نظر ڈال کر آگے بڑھ جاتے۔اس نے کچھ عورتوں کو ایک جیسی سفید چادر جس پہ سرخ چھوٹے بڑے ڈاٹس بنے ہوئے تھے، اوڑھے ہوئے حیرت سے دیکھا۔میثم ڈرائیونگ میں مصروف ہونے کے باوجود کنکھیوں سے اسکے چہرے پہ سجی دھیمی مسکان کو دیکھنے پر مجبور تھا۔کچھ دیر بعد گاڑی ایک مضبوط عمارت کے سامنے رکی۔ہارن کی آواز پہ چوکیدار نے گیٹ کھولا۔گاڑی سرخ اینٹوں والے فرش پہ چلتی پورچ سے کچھ پیچھے رک گئی۔میثم کو گاڑی سے اترتے دیکھ کر وہ اتر کر اسکی جانب آئی۔چوکیدار گیٹ بند کر کے دوڑتا ہوا میثم کے پاس آیا۔

"اسلام علیکم میثم صاحب۔۔ !!بڑے عرصے بعد آئے۔"

اس نے بڑے پرجوش انداز میں میثم سے معانقہ کیا جبکہ اس دوران حباب اپنے سامنے مضبوط بنیادوں پر ایستادہ پرانے طرز کی عمارت کو دیکھ رہی تھی۔فرش بھی سرخ اینٹوں کا تھا جسے لگتا تھا ابھی ابھی خوب رگڑ رگڑ کر دھویا گیا ہو۔میثم نے چوکیدار کو

سامان نکالنے کو کہا۔وہ وہیں کھڑی آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی۔ چاروں طرف خاموشی رقص کر رہی تھی۔حباب کو اچانک سے عجیب سے احساسات نے گھیر لیا۔

"چلو---"

میثم اس سے کہتا چوکیدار کے پیچھے اندر کی جانب بڑھ گیا۔حباب وہیں کھڑی رہی---اسکے قدم گویا آگے بڑھنے سے انکاری تھے۔میثم کی کہی باتیں اسکے چاروں اور چک پھیریاں لے رہی تھیں۔

"اب کیا یہیں مراقبہ کرو گی۔"

میثم نے اسے وہیں جمے دیکھکر کہا۔وہ گہری سانس لیتی، دھیرے قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔وہ اس کے لئے رکا تھا۔

"کاش-- !!میں نہ آتی۔"

پچھتاوے کے ناگ اسے ڈسنے لگے۔میثم لمبے لمبے ڈاگ بھرتا لکڑی کے منقش بند دروازے کے قریب رک گیا جبکہ وہ سبک رفتاری سے چلتی قریب آئی تھی۔میثم اسکے چہرے پہ چھائے تفکر کے بادلوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"یہاں کوئی بھی تمھاری والدہ محترمہ جیسا نہیں ہے---اندر آؤ--"

وہ اس پہ چوٹ کیے بغیر نہ رہ سکا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا۔وہ بھی سر جھکائے اسکے پیچھے تھی۔گھر کے اندر کا منظر باہر سے مختلف نہ تھا۔چوکیدار سامان

وہیں لاؤنج میں رکھ کر واپس پلٹ چکا تھا۔اسی دوران دائیں جانب بنے کچن سے قدرے ادھیڑ عمر خاتون برآمد ہوئی۔

میثم بیٹا۔۔۔۔بخیر بخیر۔۔۔)"خوش آمدید("

وہ چہرے پہ اُلوہی خوشی لیے اپنی سیاہ چادر کے پلو سے ہاتھ پونچتی میثم کی جانب آئی۔وہ میثم کے بالکل پیچھے تھی۔

"السلام و علیکم ابئ۔۔ !!کیسی ہیں آپ؟"

میثم ان کے سامنے جھکا۔

وعلیکم السلام نیٹا۔۔ !!بڑے عرصے بعد آئے۔۔میں تو سمجھی بیوی کو پیارے ہو گئے ہو۔میں اور تمھاری دادی تو ہر وقت تمھیں یاد کرتے ہیں۔شادی بھی ہمارے بغیر کر لی۔ "انھوں نے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے شکوہ کیا۔

بس ابئ حالات ہی کچھ ایسے تھے۔یہ رہی آپ کی بہو۔۔۔لے آیا ہوں۔اسی کو جلدی تھی شادی کی، سارے شکوے اسی سے کریں۔"

میثم نے حباب کو آگے کیا جو گھبرائی گھبرائی سی سلام کر رہی تھی۔ابئ نے اسے کس کے گلے لگایا اور چٹا چٹ چوم لیا۔

"کتنی پیاری دلہن ہے تمھاری۔۔اللہ نظر بد سے بچائے اور جلد گود بھرے۔"

انھوں نے حباب کو ساتھ لگائے دعائیں دیں۔

ابئی بڑی خاموشی ہے گھر میں۔۔۔سب کہاں ہیں؟ "میثم نے آس پاس نظر دوڑائی۔"

آج راشدہ بیٹی نے سب کی دعوت کی ہے، سب وہیں گئے ہیں۔۔۔صرف میں اور" تمھاری دادی گھر پہ ہیں۔آؤ آؤ میں تمھیں بی بی گل کے پاس لے جاؤں۔وہ تم دونوں کا تین چار دونوں سے انتظار کر رہی ہیں۔آج بھی اسی لئے نہیں گئیں کہ کہیں تم نہ آ "جاؤ اور دیکھو۔۔۔ تم آ گئے۔۔۔دل ایسے جڑے ہوتے ہیں۔

"وہ انہیں ساتھ لئے آگے بڑھی۔ "بی بی گل دیکھو تو کون آیا ہے۔

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی۔کمرے کی لائٹ بند تھی لیکن پچھلی جانب کھلی کھڑکیوں پہ پڑے گہرے رنگ کے پردے جو ہلکی ہوا سے ہل ہل کر اندھیرے اور روشنی کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

"لو دیکھو۔۔۔یہ تو سو رہی ہیں۔"

نہیں ابئی رہنے دیں، مت جگائیں دادی کو۔۔۔خود ہی نیند کھلے گی تو مل لیں گے"

"ہم۔

میثم نے ابئی کو لائٹ آن کرنے اور دادی کو جگانے سے روک دیا۔

ارے نہیں۔۔۔پھر مجھ سے ناراض ہوں گی کہ تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا۔۔۔بی"

"بی گل۔۔۔دیکھو تو کون آیا ہے۔

لائٹ آن کرنے کے بعد ابئ بیڈ پہ سوئے ہوئے وجود پہ جھکی اسے دھیمی آواز میں پکار رہی تھی۔

ابئ کون آیا ہے۔ "وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور ابئ سے پوچھا مگر جیسے ہی میثم پر نظر" پڑی۔۔۔اسکے لئے بازو وا کر دیئے۔میثم ان کے کھلے بازوؤں میں سما گیا تھا اور انھوں نے بھی میثم کو یوں بازوؤں میں سمیٹا جیسے وہ کوئی چھوٹا سا بچہ ہو۔وہ بےآواز رو رہی تھیں۔حباب ابھی بھی دروازے کے قریب کھڑی اس دھوپ اور بارش سے ملتے جلتے منظر کو دیکھ رہی تھی۔

میرا بیٹا۔۔۔ "آنکھوں میں سارے جہاں کی بے قراری لئے وہ میثم کو والہانہ نظروں" سے دیکھ رہی تھیں۔وہ ان کے ناتواں وجود کو اپنے مضبوط بازوؤں میں کسی متاع حیات کیطرح سموئے ہوئے تھا۔ابئ کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

اب میرا دم آسانی سے نکلے گا کہ میں نے اپنے بیٹے کو دیکھ لیا ہے، میرا" "میثم۔۔۔میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ان کی اشک بھری آنکھیں میثم کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔وہ محبت سے کبھی اسکے چہرے تو کبھی اسکے مضبوط شانوں کو چھو رہی تھی۔۔۔اسکے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا رہی تھیں۔

حباب آگے بڑھنے کی ہمت خود میں نہیں پا رہی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں میثم سے ان کی والہانہ محبت کہیں خود اس سے والہانہ نفرت نہ ہو۔اسکا جی چاہا کہ وہ وہاں سے کہیں غائب ہو جائے۔اسی دوران ابئی کھانے کا انتظام دیکھنے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

میثم یہ۔۔۔حباب۔۔۔ "کچھ دور کھڑی حباب پہ اچانک ان کی نظر پڑی تو میثم نے" پلٹ کر دیکھا جبکہ حباب نظریں جھکا گئی۔

جی دادی۔۔۔دیکھیں نا۔۔۔میں ہم دونوں کی دشمن کو اپنی اور آپ کی نوکرانی بنا کر لایا" ہوں۔آپ اس سے جو چاہیں کام کروائیں۔۔۔پورا گھر دھلوائیں، لان میں گھاس "اگوائیں، برتن، کپڑے دھلوائیں۔۔۔کھانا پکوائیں۔

میثم کی ہلکی لو دیتی آواز سن کر حباب کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھیں۔رشیدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے حباب کو دیکھا جسکی نظریں جھکی اور چہرے کی رنگت اڑ چکی تھی۔

چل ہٹ شرارتی۔۔دیکھو تو کیا حالت کر دی ہے بچی کی۔یوں جیسے خون خشک کر دیا" "ہو۔

رشیدہ بیگم نے حباب کی حالت کے پیش نظر میثم کو پرے کیا۔

کیوں میں کوئی ڈریکولا ہوں جو اس "بچی "کا خون پی گیا ہوں۔میں نے تو خود خون کی" "ندیاں بہا کر اسے حاصل کیا ہے۔

وہ معنی خیزی سے حباب کو دیکھ رہا تھا۔

ادھر آؤ بیٹا۔ "انہوں نے حباب کے لئے یوں بازو وا کیے گویا دل کے دروازے" کھولے ہوں۔ششش و پنج میں گھری حباب نے میثم کو مدد طلب نگاہوں سے دیکھا۔وہ اسکی گھبراہٹ کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا اسی لئے آنکھوں کے اشارے سے قریب آنے کو کہا۔

آؤ نا بیٹا۔ "رشیدہ بیگم منتظر تھیں۔حباب نپے تُلے قدموں سے چلتی ان سے کچھ" فاصلے پہ رک گئی۔

دادی۔۔ !!اسکی صورت سے دھوکہ نہ کھائیے گا، یہ زبان سے بالکل اپنی ماں پہ پڑی" ہے۔ "وہ ان کے پیروں کے قریب قدرے پھیل کر بیٹھ گیا۔انہوں نے اسے گھورا تھا۔وہ جانتی تھیں کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ان کے بڑے بیٹے ماجد احمد نے انہیں حباب کی سلجھی طبیعت کے بارے میں بتایا تھا۔

لیکن تمھارے داجی تو کہہ رہے تھے کہ حباب صورت اور سیرت دونوں میں بالکل" "تمھاری ماں پہ گئی ہے۔

وہ ابھی تک دونوں دونوں ہاتھ پھیلائے حباب کی منتظر تھیں۔

دراصل اسکی ماں سارا دن میری ماں کے بارے میں سوچتی رہتی تھی اسی لئے۔ "وہ" طنز کرنا نہ بھولا۔

اچھا بس۔۔۔میری بیٹی کو مجھ سے ملنے دو۔دیکھو تو تم نے میرے خلاف حباب کو کیا" کیا پٹیاں پڑھائی ہیں، وہ کتنی گھبرا رہی ہے میرے پاس آنے سے۔۔ "اب ان کی نظریں میثم پہ ٹکی تھیں۔میثم نے خاموش کھڑی حباب کو بازو سے پکڑ کر رشیدہ بیگم کے قریب کیا اور انہوں نے حباب کو سینے سے لگا لیا۔

"کتنی پیاری ہے میری بہو۔۔"

رشیدہ بیگم آنکھوں میں حیرت اور محبت کے ملے جلے تاثرات لئے اسے دیکھ رہی تھیں۔

تمھارے داجی سچ کہہ رہے تھے کہ تم تو بنی بنائی عمارہ ہو۔تبھی تو یہ تمہارا دیوانہ" ہوا۔میں جو بھی لڑکی دکھاتی تھی، انکار کر دیتا تھا اور دیکھو نکاح میں بھی ہمیں نہیں بلایا۔"

ان کی شکایتی نظریں اس سے ہوتی ہوئی میثم پہ جا ٹھہری تھیں۔اس پل حباب نے بھی میثم کو دیکھا۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔اس ایک لمحے میں حباب کو میثم کی نگاہوں میں پہلی بار اپنے لئے ایک نرم سا تاثر محسوس ہوا وہ بھی ایک پل کو اپنی جھلک دکھا کر معدوم ہو گیا۔

خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔"حباب کی آنکھوں پہ چھاتے حیرت کے بادلوں کو" دیکھکر میثم نے کمزور سی تردید کی تھی۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ حباب اسے لے کر کسی بھی قسم کی خوش فہمی پالے۔

بس بس رہنے دو۔۔۔سب سمجھتی ہوں میں۔۔ تم بتاؤ بیٹا۔۔۔ تم کیسی ہو، میثم تمھیں "تنگ تو نہیں کرتا، تمھارا خیال تو رکھتا ہے؟"

وہ میثم کو چھوڑ کر حباب کی طرف متوجہ ہوئیں۔وہ جانتی تھی میثم کے دل میں سالوں پلتی نفرت کو۔۔۔جب وہ چھوٹا تھا تب اپنے ماں باپ کے قاتلوں کے لئے اپنی شدید نفرت کو کھلے الفاظ میں بیان کرتا تھا۔وہ اسے سمجھاتیں۔۔۔اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرنے کو کہتیں لیکن وہ ان دونوں کی وفات کے بعد بھی ان کے خلاف بولنے سے نہ رکتا اور جب وہ اس سے نکاح کر رہا تھا تو وہ بار بار اسے فون کر کے اسکا اصل ارادہ جاننے کی کوشش کرتیں مگر لڑکپن کی دہلیز پار کرنے کے بعد سے وہ اس قدر سمجھداری سے انہیں مطمئن کرتا کہ وہ یقین کر بیٹھتیں اور ان کے سامنے اپنے نفرت سے لبریز احساسات اجاگر کرنے سے گریز نہ کرتا تھا۔اس نے ان سے کچھ عرصہ پہلے ہی حباب کا ذکر کر کے اپنے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔تب وہ اس عمل کی شدید منافی تھیں بلکہ اسے روکا بھی مگر وہ اپنی کر کے ہی رہا اور یقین دہانی کروائی کہ وہ حباب کو اپنی شریکِ حیات کے روپ میں پسند کر چکا ہے لیکن وہ بھی اسکی دادی تھیں۔اسکی تربیت انہوں نے ہی کی تھی۔۔وہ یقین کر کے بھی بےیقین تھیں اور وہ یونہی بےیقینی کے سمندر میں غوطہ زن رہتیں جب تک ماجد احمد حباب سے ملنے کے بعد انہیں

اس کے بارے میں نہ بتاتے۔۔۔اور اب جبکہ وہ دونوں ساتھ تھے اور ان کے سامنے تھے تو وہ حباب سے جاننا چاہتی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں دادی۔۔"

اسکی غلافی آنکھیں گلابی عارضوں پہ جھکی تھیں۔

بہت اچھی بات ہے اور اگر یہ تمھیں ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے تو مجھے بتانا۔۔۔میں "اسکے کان کھینچوں گی۔

انہوں نے حباب سے کہتے کہتے محبت پاش نظروں سے میثم کو دیکھا۔نجانے کیوں اس لمحے اسے میثم پہ رشک آیا۔اس کی بی اماں بھی تو میثم کے آنے سے کتنی خوش ہوتی تھیں۔یوں جیسے برسوں بعد ایک اکیلے شخص کو کوئی بے حد اپنا مل جائے۔

مگر دادی۔۔۔یہ میرا بالکل خیال نہیں رکھتے۔"نجانے کیوں اسے میثم کی شکایت" لگانے کو جی چاہا۔

"دیکھا۔۔۔دیکھا دادی آپ نے۔۔۔زبان۔۔۔"

بس۔۔۔ادھر آؤ ذرا۔ "وہ اسے ٹوک کر اسکے کان کھینچنے کو آگے ہوئیں جبکہ وہ خود کو" بچانے کو پیچھے ہوا۔ان کی اس حرکت پر حباب کی ہنسی کسی جلترنگ کیطرح بجی تھی۔رشیدہ بیگم بھی مصنوعی غصہ چھوڑ کر حباب کا ساتھ دینے لگیں۔

پارٹی بدل کر اپنے اچھا نہیں کیا۔۔دادا کو دور مت سمجھیئے گا۔ "وہ نروٹھے لہجے میں یوں بولا گویا سچ مچ خفا ہو گیا ہو۔۔۔بالکل کسی چھوٹے بچے کیطرح۔۔

چلو چھوڑو۔۔۔یہ سب تو چلتا رہے گا۔ تم نے حباب کو سب سے ملوایا؟ "انہوں نے حباب کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ہیثم سے پوچھا۔

کس سے ملواتا، سارا گھر خالی پڑا ہے۔ "ہیثم نے کندھے اچکائے۔"

ائے ہائے۔۔۔یہ کمبجت بڑھاپا۔۔۔مجھے بھول ہی گیا۔وہ سب تو راشدہ کی طرف" دعوت پہ گئے ہیں۔شام تک ہی لوٹیں گے۔باقی تمھارے دادا اور داجی تو کسی کو "شادی کی دعوت دینے قریبی گاؤں گئے ہیں۔

انہوں نے یاد آنے پہ بتایا۔

"اور آپ اکیلی۔"

ارے اکیلی کہاں ہوں۔۔۔ملازمائیں اور پھر سب سے بڑھ کر تمھاری ابئ بھی تو ہے"

"اور خیر سے اب تم بھی آگئے ہو اور میری بیٹی بھی تو ہے۔۔۔ہے نا؟

رشیدہ بیگم نے حباب کو دیکھا تو وہ مسکرا کر سر ہلا گئی۔

ہاں ہاں۔۔۔سر چڑھائیں اپنی بہو کو بیٹی کہہ کر۔۔۔پھر مجھے نہ کہیئے گا۔ "وہ انہیں" حباب پہ اتنا پیار لٹاتے دیکھکر کُڑھا۔

جل ککڑا۔ "حباب نے دھیرے سے اپنا بدلہ لیا۔"

جلن اور حسد انسان کو جلد بوڑھا کرتی ہیں۔ "رشیدہ بیگم نے اسے چھیڑا۔"

بالکل۔۔۔میں اپنے روم میں ہوں۔ "وہ بیڈ سے اترا۔"

کھانا کھاؤ۔۔۔پھر آرام کرنا۔ "انہوں نے گھڑی دیکھی۔"

"ابھی بھوک نہیں ہے دادی۔۔تھوڑی دیر بعد کھانا کھاؤں گا۔"

وہ ہاتھ ہلاتا کمرے سے نکل گیا۔

میرا بھی جی نہیں چاہ رہا کچھ بھی کھانے کو۔ "رشیدہ بیگم نے اسکی طرف دیکھا تو اس" نے کہا۔

اچھا ٹھیک ہے، تم بھی جا کر آرام کرو۔۔۔لمبا سفر تھا، تھک گئی ہو گی۔ "انہوں نے" کہا تو وہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اور ہر طرح کی بے بنیاد سوچ کو اپنے اوپر حاوی مت ہونے دو۔یہاں سب تمھاری آمد" "کے بارے میں باخبر ہیں اور خوش ہیں۔

حباب کے نیچے تلے قدموں کو گہری نظر سے دیکھتی وہ اسکے خوف کو جان گئی تھیں۔

جی دادی۔ "پلٹ کر کہتی وہ دروازے سے باہر نکل گئی۔"

اچھے خاصے شور سے اسکی آنکھ کھلی تھی۔لڑکوں اور لڑکیوں کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ آنکھیں ملتی اٹھی۔کچھ لمحے تو اسے یہ سمجھنے میں لگے کہ وہ کہاں ہے۔کمرے

پہ نظر دوڑائی تو اسے یاد آیا کہ ہیثم نے کمرے میں جاتے ہی دروازہ بند کر لیا تھا اور وہ سبکی سے بچنے کے لئے ساتھ والے کمرے میں داخل ہو گئی۔نیم تاریکی میں اسے سفید بیڈ شیٹ دکھائی دی تو وہ بیڈ پہ نیم دراز ہو گئی۔دادی کی باتوں نے کسی حد تک اسکے خوف کو زائل کر دیا تھا۔دوپٹہ سر پہ سلیقے سے جماتی وہ بیڈ سے اتر کر دروازے کی طرف آئی۔آوازیں ابھی بھی آ رہی تھیں۔اس نے دروازے کو دھیرے سے زرا سا کھول کر باہر جھانکا۔بالکل سامنے لاؤنج میں چند لڑکیاں نیچے زمین پہ جبکہ لڑکے رشیدہ بیگم کے دائیں بائیں جانب بیٹھے تھے۔اپنی اپنی بات کہنے میں ہر کوئی آگے آگے تھا اس لئے شور مچا ہوا تھا۔

اوئے۔۔!!یہ تم سب چڑیاں کیوں چیخ رہے ہو؟"ہیثم کی آواز پہ وہ فوراً پیچھے ہوئی جو" کمرے سے نکل کر ان کی طرف جا رہا تھا۔اس نے دوبارہ جھانکا تو لڑکے ہیثم سے مل رہے تھے جبکہ چاروں لڑکیاں بھی سلام کے بعد اسکے اردگرد کھڑیں ان سے تعلق توڑنے کے شکوے کر رہی تھیں اور وہ ایک ایک شکایت کا ہنستے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

ارے بھئی بس کر دو۔۔آتے ہی میرے بچے کے پیچھے پڑ گئے ہو سارے۔"رشیدہ" بیگم نے لاڈلے پوتے کو ان سب کے چنگل میں پھنستے دیکھا تو فوراً بولیں۔

نانی۔۔ !!آپ نے ہی ان کو اتنا سر چڑھا رکھا ہے۔ تبھی تو انہوں نے اکیلے اکیلے ابٹن" "بھی لگا لیا اور مہندی بھی رچالی۔

نیلم نے ہاتھ نچا نچا کر اپنی خود کو حق بجانب ہونے کا ثبوت دیا۔ "ارے میری ماں۔۔۔ تجھ سے کون بچا ہے آج تک۔۔۔ "رشیدہ بیگم نے اسے بازو سے پکڑ کر پاس بٹھایا۔

"دادی۔۔۔ صحیح کہا آپ نے۔۔۔اسکا کاٹا تو پانی بھی نہیں مانگتا۔"

فاضل بھی دادی کے پاس بیٹھ کر ان کے شانے دبانے لگا۔باقی سب کے قہقہے گونج گئے۔ نیلم قہرآلود نظروں سے فاضل کو دیکھ رہی تھی گویا ابھی اسے کچا چبا جائے گی جبکہ وہ رشیدہ بیگم کے پیچھے چھپ کر ڈرنے کی بھرپور ایکٹنگ کرنے لگا۔

دادی ان کا تو اب بھی یہی حال ہے۔ "میثم ہنستے ہوئے فاضل کو اٹھا کر رشیدہ بیگم" کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ہاں بیٹا۔۔۔دونوں پیدائشی دشمن ہیں ایک دوسرے کے۔ "رشیدہ بیگم نے ہنسی" روکنے کے لئے منہ پہ اپنا پلو رکھ لیا۔ان کی بات اور انداز پہ حباب کو بھی ہنسی آ گئی۔سب کتنا مکمل اور خوبصورت لگ رہا، سبھی مگن تھے۔

میثم۔۔۔ !!حباب کہاں ہے؟ "رشیدہ بیگم نے ساتھ بیٹھے میثم سے پوچھا۔باقی سب" بھی ان کے یاد دلانے پہ میثم کی طرف متوجہ ہو گئے۔حباب اپنا نام سن کے فوراً

دروازہ بند کر کے بیڈ کی جانب آئی۔ میثم اسے پکارتا ہوا اسی جانب آ رہا تھا۔وہ دروازے کی طرف پشت کر کے لیٹ گئی۔

حباب-- "!!وہ پکارتا اندر آیا۔حباب نے پلٹ کر اسکی طرف دیکھا اور اٹھ کر بیٹھی۔"

چلو---اگر سو نہیں رہی ہو تو باہر آؤ--دادی بُلا رہی ہیں اور باقی تم سے ملنے کے" لئے منتظر ہیں۔ "میثم نے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا۔

آ رہی ہوں۔ "وہ اسکے ہاتھ کو اگنور کرتی دوپٹہ درست کرنے لگی۔میثم نے حباب کے" اس عمل کو ناپسندیدگی سے دیکھا مگر خود کو کچھ کہنے سے روکتا چند قدم آگے بڑھا۔حباب نے بھی اسکے چہرے کے بگڑتے زاویوں کو لاپرواہی سے دیکھا اور اس کی تقلید میں قدم بڑھا دیئے۔

آؤ حباب---یہاں آؤ میرے پاس-- "رشیدہ بیگم نے اسے کمرے سے باہر آتے" ہوئے دیکھا تو ساتھ بیٹھے فاضل کو اٹھا کر اسکے لئے جگہ بنائی۔سب اشتیاق بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہے تھے۔میثم نے اپنی جگہ سنبھالی جبکہ وہ یوں سنبھل سنبھل کر قدم رکھتی صوفے تک آئی جیسے گرنے کا خدشہ ہو۔

"ان سب سے ملو---یہ میرے پوتے پوتیاں ، نواسے نواسیاں ہیں۔"

انہوں نے اسے پاس بٹھا کر تعارفی فریضہ نبھایا۔

چلو بھئی اپنا اپنا اسم گرامی بھابھی کی خدمت میں پیش کرو۔۔۔بھابی۔۔ !!اس ناچیز" کو فاضل ماجد کہتے ہیں۔ مجھ میں کافی خوبیاں ہے اور میں اپنی سب سے چھوٹا ہونے "والی خوبی سے دل کھول کر فائدہ اٹھاتا ہوں اور میں۔۔۔۔

بس بس۔۔۔میں زرشہ ماجد اور یہ میری بڑی بہن وشمہ جو کہ دلہن بھی ہیں۔ "زرشہ" نے فاضل کو مزید پھیلنے سے روکا۔حباب سر ہلاتی ہنس دی۔باقی سب نے بھی نمک مرچ لگا کر اپنا تعارف کروایا۔

بھابی۔۔ !!ویسے آپ نے اور بھائی نے ہمارے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے۔خود ہی" "چھپ چھپا کر شادی کر لی اور ہمیں بتایا بھی نہیں۔

زرشہ نے اب کے حباب سے محبت بھری خفگی ظاہر کی۔

بی بی زرشہ۔۔میں نے فون پہ بتایا تھا۔ "میثم نے فوراً کہا۔"

جی بالکل فون پہ اطلاع دی تھی "میرا نکاح کچھ ناگزیر وجوہات کی بناء پر آج ہو رہا" ہے "اور پھر رات کو فون پہ کہا "میں حباب کو رخصت کروا کر گھر لے آیا ہوں "جیسے ہم کوئی دور پار کے رشتے دار ہوں جن کے موجود ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ "زرشہ نے میثم کی نقل اتاری۔حباب سمیت سبھی ہنس دیئے۔

چڑیل۔۔ "میثم نے اسکی پونی کھینچنے کی ناکام کوشش کی کیونکہ وہ بڑی پھرتی سے خود"

کو بچا گئی تھی۔ "دادی اسکا علاج بہت ضروری ہے۔وشمہ کے ساتھ اسکی بھی رخصتی کریں۔ "میثم نے اسے تنگ کرنے کا موقع جانے نہ دیا۔

ہاں بالکل کروا دیں۔۔۔میں آپ کی طرح ناگزیر حالات کی وجہ سے نہیں بلکہ ڈنکے کی "چوٹ پہ شادی کروں گی۔۔کیوں دادی؟

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر رشیدہ بیگم کے کندھے سے جھول گئی۔

زرشہ۔۔ "!!حبیبہ ماجد بیٹی کو تنبیہی نظروں سے گھور رہی تھی جبکہ دادی پوتی کا پیار" مثالی لگ رہا تھا، وہ اسکا ہاتھ چوم رہی تھیں۔حباب کی آنکھوں کے سامنے بی اماں کا محبت سے گندھا وجود گھوم گیا۔اسکی آنکھوں کے گوشے بھیک گئے۔

ویسے میثم بھائی میں تو سمجھ گئی کہ آپ کو اتنی جلدی کیوں تھی۔ "زرشہ نے حباب" کے قریب بیٹھتے ہوئے میثم کو ایک بار پھر گھیرا۔ "ہاں بس ایسا ہی سمجھ لو۔"وہ ہنسا تھا۔

مکار انسان۔۔۔ "حباب نے دل میں کسر پوری کی۔"

"بھابی۔۔ !!آپ زرا یہ بتائیں کہ آپ کو نظر کا چشمہ تو نہیں لگا۔"

اب باری نیلم کی تھی۔زینب بھی اسکے ساتھ پوزیشن سنبھالتے ہوئے سر ہلا رہی تھی گویا اپنا

شاید۔۔دراصل مجھے اس وقت اندازہ نہ ہو سکا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ میری نظر کمزور ہو گئی ہے۔ "وہ ہنستے ہوئے بولی لیکن حباب کی اس بات میں چھپا مطلب صرف میثم ہی سمجھ پایا۔دونوں کی نگاہیں ملیں اور وہ خود کو بولنے سے نہ روک پایا۔۔"لیکن میں تو دیکھتے ہی ہوش گنوا بیٹھا تھا۔ "میثم کے اس اقرار پہ او۔۔۔او۔۔۔کی آوازیں آنے لگیں۔حباب سر جھٹک گئی۔

"ہیں۔۔۔ !!سچ بھابی؟؟"

چلو زرشہ، نیلم، زینب۔۔۔میرے ساتھ کچن میں آؤ۔ "حبیبہ ماجد نے ان سب کو" حباب کے گرد جمع ہوتے دیکھا تو اٹھ کھڑیں ہوئیں۔وجیہہ زاہد نے بھی ان کی تقلید کی۔وہ تینوں ناک بھوں چڑھاتی اٹھ کھڑیں ہوئیں۔۔ورنہ یہیں شامت آ جانی تھی۔

"میں بھی مدد۔۔۔"

ارے نہیں نہیں بیٹا۔۔۔تم تو ہماری مہمان ہو، تم سے کام کرواتے ہم اچھے لگیں" گے کیا۔تم بیٹھو دادی کے پاس۔۔۔یہ تین ہیں نا مدد کرنے کے لئے۔ "وجیہہ زاہد حباب سے بولیں۔ساتھ ہی ساتھ انہوں نے نیلم کو بھی گھورا جو بھاگنے کے چکر میں تھی۔وہ ان کی آنکھوں کے اس عمل پہ ہی سیدھی سیدھی کچن کی جانب دوڑی گئی۔

وشمہ۔۔ !!بیٹا حباب کو اسکے کمرے میں لے جاؤ۔ جاؤ بیٹا رات کے کھانے میں ابھی" وقت ہے۔میں بھی ذرا کمر سیدھی کر لوں۔"رشیدہ بیگم حباب کے آرام کی غرض سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔حباب نے بھی ان کی تقلید کی۔

دادی میں چھوڑ آؤں آپ کو۔"حباب نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ "ارے نہیں بیٹا میں" چلی جاؤں گی۔"حباب کے اتنے محبت بھرے انداز نے ان کی روح تک کو سرشار کر دیا تھا۔

جاؤ وشمہ۔۔۔لے جاؤ بھابی کو۔ "وہ آگے بڑھ گئیں۔وشمہ حباب کو لئے زینے کی" جانب بڑھ گئی۔وشمہ اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی اوپر لے ائی۔

یہ رہا آپ کا کمرہ۔۔ابھی آپ ارام کریں پھر گپ شپ لگائیں گے۔"وشمہ اسے ایک" دروازے کے پاس چھوڑ کر خود تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی۔

وہ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔اندر داخل ہونے سے پہلے وہ ہر طرح کے خیال سے پیچھا چھڑا کر آئی تھی مگر کمرے میں آنے کے بعد ایک بہت بڑا مسئلہ اسے درپیش ہونے کو بالکل تیار، آنکھوں پہ بازو رکھے بڑی فرصت سے بیڈ پہ استراحت فرما تھا۔یہ منظر اس کی سانس روکنے کو کافی تھا۔اس بارے میں تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔میثم نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز پہ آنکھوں سے بازو ہٹا کر مجسمے کی

صورت کھڑی حباب کو دیکھا۔حباب کی پھیلی آنکھیں اور رنگ اڑا چہرہ میثم کو ہنسنے پہ مجبور کر رہا تھا مگر وہ لب دبا کر ہنسی روک گیا۔

وہ۔۔۔میں۔۔یہ میرا کمرہ ہے نا۔ابھی وشمہ مجھے یہاں چھوڑ کر گئی ہے۔۔خیر میں" دوسرا کمرہ۔۔۔ "وہ حباب کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ وہ جھجھک گئی۔

بالکل یہ تمہارا کمرہ ہے، یہاں کی ہر شے تمہاری، یہ سامان تمہارا اور میں بھی تمہارا۔تو" اس بنیاد پر یہاں کی ہر شے پہ تمہاری دسترس ہے۔۔بے جان اور جاندار دونوں۔ "میثم نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے آخر میں انگلی سینے پہ رکھی۔"میں وشمہ وغیرہ کے ساتھ روم شیئر کر لوں گی۔ "وہ اسے بیڈ سے اترتے دیکھکر پلٹ کر جانے لگی۔"ارے ارے یہ کیا غضب کر رہی ہو۔ہم میاں بیوی کی حیثیت سے آئے ہیں یہاں بیوی صاحبہ۔ "وہ پھرتی سے آگے آکر اسکا راستہ روک گیا۔"کیوں۔۔کسی کو بھی کوئی "اعتراض۔۔۔

ارے میری پیاری بیوی۔۔۔میرا تماشا لگانے کو تم کیوں ہر وقت تیار رہتی ہو۔چلو یہ" سامان اپنی جگہ پر رکھو۔۔میں ذرا سستا لوں۔ "اس نے دروازہ لاک کیا اور دوبارہ بیڈ پہ اپنی جگہ سنبھال لی۔دوسری جانب حباب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کسطرح اس سچویشن کو ہینڈل کرے۔اس نے کچھ پل آنکھیں موندے لیٹے میثم کو دیکھا۔وہ جتنا پرُسکون تھا وہ اتنی ہی پریشان تھی۔"مجھے پتہ ہے کہ میں بہت ہینڈسم ہوں لیکن پہلے

وہ کام کرو۔۔۔پھر یہ کام کر لینا۔ "وہ اس سے کہتا اس کی جانب سے رخ پھیر گیا۔وہ اسکی پشت کو گھورتی سوٹ کیس کھولنے لگی۔

رات کے کھانے پہ اسکی ملاقات صداقت احمد، ماجد احمد اور زاہد احمد سے ہوئی۔وہ اتنی ڈھیر ساری محبتوں پہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزار تھی۔وہ خود پہ رشک کر رہی تھی لیکن کہیں دل کے کونے میں ایک کچوکے لگا رہا تھا کہ اتنا عرصہ وہ ان سب محبتوں سے دور رہی اور میثم پہ غصہ۔۔۔کہ اس نے بھی اسے ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور اسے ان سے دور رکھا۔

شادی میں کم دن رہ گئے تھے اس لیے وہ کمرے میں جانے کے بجائے وشمہ اور زرشہ کے کمرے میں آگئی تھی تاکہ ان کی کچھ مدد کر دے۔حبیبہ تائی ان کے لیے چائے بنا رہی تھیں جبکہ باقی سب اپنے اپنے کمروں کا رُخ کر چکے تھا۔

نیلم کہاں ہے؟ "حباب نے کامدار کپڑوں کو احتیاط سے تہہ کرتے ہوئے وشمہ سے" پوچھا۔

وہ اپنے پورشن میں چلی گئی ہے، کہہ رہی تھی تھک گئی ہے۔ "وشمہ نے الماری" سے ایک اور کاسنی رنگ کا سوٹ نکال کر اسکی طرف بڑھایا۔جس پہ سفید موتیوں کا دیدہ

زیب کام ہوا تھا۔ "اچھا۔۔۔ "حباب نے سوٹ اس کے ہاتھ سے لیا۔"یہ رنگ میری نانی کو بے حد پسند تھا۔"

حباب کی آنکھوں میں چمک اتر آئی۔

میرا بھی فیورٹ ہے اور آپ کو پتہ ہے یہ ڈریس میری چوائس ہے۔ "زرشہ نے "کریڈٹ لیا۔

بہت خوبصورت ہے۔۔اللہ تعالیٰ پہننا نصیب کرے۔ "اس نے ڈریس کو سوٹ کیس "میں رکھا۔

آپ کی شادی یہاں ہوتی تو میں نے آپ کے لئے بھی ایسی زبردست شاپنگ کرنی" تھی۔۔۔لیکن افسوس۔۔ !!یہ ہیثم بھائی۔۔۔دادی نے اتنا کہا تھا کہ آپ کو یہاں لے آئیں مگر انہیں تو بہت جلدی تھی آپ کو اپنی زوجگی میں لینے کی۔ہمارے سارے ارمان دھرے کے دھرے رہ گئے۔پتہ نہیں کیوں انہیں اتنی جلدی تھی۔ "زرشہ نے اپنی ناراضگی اور حیرانگی بہ یک وقت ظاہر کی۔

"اس لئے کہ کہیں اس کے دل و دماغ کی بدصورتی تم لوگوں کے سامنے نہ آ جائے۔"

وہ صرف سوچ کر رہ گئی۔

کیا سوچنے لگیں؟ "وشمہ نے اسے ٹھوکا دیا۔"

ضرور خیالوں میں میثم بھائی کے پاس جا پہنچی ہیں۔ "زرشہ نے شرارت سے حباب کو دیکھا تو وہ مسکرا کر سر جھٹک گئی۔اسی دوران حبیبہ تائی چائے لئے کمرے میں آئیں۔

یہ لو بچو چائے۔ "انہوں نے ٹرے ان کے قریب نیچے قالین پہ رکھ دی۔ "یہ کیا تم دونوں نے میری بیٹی کو کام پہ لگا دیا ہے۔ "انہوں نے کپ حباب کی طرف بڑھاتے ہوئے دونوں بیٹیوں کو سرزنش کی۔ "کوئی بات نہیں تائی۔۔مجھے خوشی ہو گی ہاتھ بٹا کر۔ "حباب نے کپ ان کے ہاتھ سے لیا۔ "یہ تو تمھاری محبت ہے بیٹا۔۔۔تم تھک گئی ہو گئی۔چائے پیو اور آرام کرو اور تم دونوں بھی اب یہ سب سمیٹو اور سونے کی تیاری کرو۔۔باقی کام کل دیکھ لینا۔ "وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔"جی امی بس ہو گیا۔ "وشمہ نے سوٹ کیس بند کر کے دیوار کے ساتھ لگایا۔ان کے جاتے ہی وہ پھر چائے پیتے ہوئے باتوں میں مشغول ہو گئیں۔

رات کے تقریباً ایک بجے وہ دبے قدموں کمرے میں داخل ہوئی۔ڈر تھا کہ کہیں میثم کی نیند نہ کھل جائے۔اس نے قریب جا کر دیکھا۔وہ گہری نیند میں تھا۔اس بات پر حباب نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔اب اگلا مسئلہ اس کا اس کمرے میں سونے کا تھا۔کمرے میں بیڈ کے علاوہ سونے کے لئے کوئی شے نہیں تھی۔صوفہ بھی سنگل

سیٹر تھا اس نے آہستگی سے بیڈ سے دوسرا تکیہ اٹھایا اور نیچے کارپٹ پر رکھتی وہیں لیٹ گئی۔اپنے دوپٹے سے خود کو سر تک ڈھانپا اور آنکھیں موند لیں۔سارے دن کی تھکاوٹ نیند تو آرہی تھی مگر دماغ بیداری پہ مُصر تھا۔تھوڑی دیر میں وہ اردگرد سے غافل ہوگئی۔ابھی اسے سوئے پونا گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ کسی نے جھٹکے سے دوپٹہ اس کے چہرے سے ہٹایا۔اس نے پٹ سے آنکھیں کھول کر اپنے سر کے قریب میثم کو دوزانوں بیٹھے دیکھکر وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی اور اسی پھرتی سے دوپٹہ خود پر پھیلا لیا۔

کیا مصیبت ہے۔ "کچی نیند سے بیداری نے اسکا موڈ بگاڑا۔ "تم یہاں کیوں سو رہی ہو؟ "وہ سادہ سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

تو اور کہاں سوؤں۔۔۔آپ کی گود میں۔ "وہ نیند سے بوجھل ہوتی خمار آلود نگاہوں سے" بولی۔وہ اس قدر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہی تھی کہ اپنے جملے پر بھی غور نہیں کر سکی۔

مجھے تو کوئی اعتراض نہیں اگر تم میری گود سونا چاہتی ہو تو۔۔ "وہ اسکی جھنجھلاہٹ کا" مزا لیتا اس کے قریب ہوا۔جبکہ اس کی بات پر غور کرتی خجل ہوتی اپنا چہرہ دوسری پھیر گئی۔ "تنگ نہ کریں مجھے۔ "وہ دوبارہ دوپٹہ پھیلاتے ہوئے لیٹ گئی۔

اٹھ کر بستر پر سوؤ۔۔۔بیمار پڑ گئی تو لینے کی دینے پڑ جائیں گے اور میں اتنا فارغ" نہیں کہ تمہاری تیمارداری میں لگا رہوں۔ "وہ اسے بازو سے پکڑ کر اٹھاتا کڑے لہجے میں بولا۔

میثم--- !!اللہ کا واسطہ ہے آپ کو پلیز--- "وہ رو دینے کو تھی۔"

تمھیں کیا لگتا ہے کہ تمہارا یہ نہ ہونے والا حسن مجھے بہکا دے گا۔اب ایسی بھی کوئی" حور پری نہیں ہو، نہ ہی میں تمھارے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا ہوا ہوں۔اتنا کمزور نہیں ہوں میں-- اسکا ثبوت تو تم سے بڑھ کر کون دے سکتا ہے۔ "وہ اسے اٹھاتا بیڈ تک لے آیا اور تکیہ لگا کر اسے لیٹنے کا اشارہ کیا۔اس کے لیٹتے ہی خود واش روم میں گھس گیا۔وہ لجاتی، گھبراتی کمبل پیروں پر پھیلا کر لیٹ گئی۔نیند اڑ چکی تھی اس لئے رخ موڑے وہ سونے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہی تھی۔کان واش روم کے دروازے سے لگے تھے۔دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو اس نے آنکھیں بند کیں اور مزید آگے ہوتی ہوتی تقریباً بیڈ کے کونے تک آ گئی۔وہ بھی ایک سرسری نظر حباب پر ڈالتا اپنی جگہ پر آکر رخ پھیر گیا۔حباب کے دل اور دماغ دونوں اپنے پیچھے لیٹے وجود سے لگے تھے۔اسے لگ رہا تھا کہ اب نیند اس سے ساری رات روٹھی رہے گی۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو حالات و واقعات سمجھنے میں اسے چند سیکنڈز لگے۔پلٹ کر اپنے پہلو میں نظر ڈالی۔میثم گہری نیند میں ہونے کے باعث اس کی جانب رخ کیے اس سے قدرے قریب لیٹا ہوا تھا۔وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔دن کی روشنی میں مغرور اور انا پرست دکھنے والے شخص کے چہرے پہ اس وقت اس قدر معصومیت تھی کہ

حباب کے چہرے پر مسکراہٹ آن ٹھہری۔اسے لگا جیسے اس کا دل میثم کی محبت سے لبالب بھر گیا ہو۔اس محبت سے جسکی کونپل پھول بننے سے پہلے ہی مرجھا گئی تھی۔اس سوچ نے اسکے عنابی لبوں سے مسکراہٹ چھین لی۔وہ ہونٹ سکوڑے بیڈ سے اتری۔بناء کوئی آہٹ پیدا کیے وہ الماری سے کپڑے لیتی واش روم میں گھس گئی۔دور کہیں فجر کی اذان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

آج وہ دونوں زاہد چچا اور خالدہ چچی کی طرف دعوت پر مدو تھے۔ان دونوں کے ساتھ باقی گھر والے بھی شامل تھے۔حباب ان کے درمیان خود کو بالکل اجنبی تصور نہیں کر رہی تھی۔اسے لگ ہی نہیں رہا رہا تھا کہ وہ ان سب سے پہلی مرتبہ مل رہی ہے اور اس میں سب سے بڑا ہاتھ ان سب کے پُرشفقت اور محبت بھرے رویے کا تھا۔

پُرتکلف کھانے کے بعد وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

سچ حباب بیٹا۔۔۔تم سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔یقین کرو مجھے یقین ہی نہیں آ" رہا کہ تم یوں ہمارے بیچ موجود ہو۔" خالدہ چچی نے اسے پیار سے اپنے ساتھ لگایا۔جن سے وہ آج مل رہی تھی۔ "مجھے بھی بہت خوشی ہوئی ہے اپ سب سے مل کر اور سچ تو یہ ہے کہ آپ سب کی اتنی ڈھیر ساری محبتوں پر آپ سب کی بے حد مشکور ہوں۔شاید میں اس کی اہل نہیں تھی۔" وہ بے حد ممنون لہجے میں کہہ رہی تھی۔

ارے نہیں بیٹا یوں نہیں کہتے۔ہم سبھی تمہارے اپنے ہیں، تمہارے خونی" رشتے۔۔اور بھلا خون بھی کبھی اپنا رنگ کھوتا ہے، اپنی خوشبو بھولتا ہے۔ تم تو ہمارا خون ہو اس خاندان کا ایک ایسا ہو۔ "زاہد چچا نے اس کے لہجے میں نمی محسوس کرتے ہوئے اسکے سر پر ہاتھ رکھا جس سے اسکا اعتماد بڑھ گیا۔ "بھئی یہ سارا قصور میثم کا ہے۔اس نے نہ ہی تمہیں ہم سے ملوایا اور نہ ہی تمھیں ہمارے متعلق بتایا۔ یہ تو میں نہ آتا تو تم یوں ہی لاعلم رہتی۔کیوں برخوردار۔۔۔؟؟ ایسی کیا جلدی تھی کہ ہمارے بناء ہی سہرا سجا لیا۔ "ماجد چچا جن کو سبھی داجی کہتے تھے میثم کے کندھے پر بازو پھیلاتے ہوئے اس سے پوچھنے لگے تو وہ سر جھکا کر مسکرا دیا۔"داجی اب آپ یہ زیادتی کر رہے ہیں۔آپ کو بتایا تو تھا فون پر اور پھر آپ کی اجازت سے ہی کیا تھا بلکہ نکاح کے وقت آپ کال پر موجود تھے اور آپ سب کو پتہ تھا کہ نکاح کن حالات میں ہوا تھا پھر بھی۔۔۔ "میثم نے نروٹھے انداز میں کہا تو سبھی ہنس دیئے۔

بس تو پھر داجی اب ولیمہ یہیں ہوگا۔ "عاصم اچانک بولا جو میثم کے ساتھ ہی بیٹھا" تھا۔

"ہاں بھئی یہ خیال برا نہیں۔۔کیوں ماجد۔۔؟؟ ویسے بھی ولیمے کی تقریب رہتی ہے۔" حبیبہ ماجد کو عاصم کا خیال پسند آیا تھا۔وہ شوہر کی جانب دیکھ رہی تھیں جو متفق نظر آرہے تھے۔ "بالکل بہت نیک خیال ہے۔ "وہ بھی اقرار میں سر ہلا گئے۔

او۔۔ہو داجی۔۔ !!بس رہنے دیں۔اب تو کافی وقت گزر گیا ہے۔ویسے بھی میں"
"شریعت کے مطابق شرط مکمل کر چکا ہوں۔
میثم نے فوراً انہیں کسی فیصلے سے روکا۔
بالکل صحیح فیصلہ ہے ماجد بیٹا۔۔وشمہ کے ولیمے میں ان دونوں کا ولیمہ بھی نمٹا"
"دیتے ہیں۔
رشیدہ بیگم نے ماجد احمد کے فیصلے پر مہر لگا دی۔دوسری جانب حباب حیران و پریشان کبھی ان سب کو دیکھتی اور کبھی میثم کو۔۔۔"دادی۔۔۔ "میثم کا رخ اب ان کی جانب تھا۔ "بس چپ رہو تم لڑکے۔۔۔کوئی خوشی تو دیکھ لینے دو مجھے یا میں یہ ارمان دل میں لیے مر جاؤں۔ "وہ اسے ٹوک گئیں۔
اللہ نہ کرے دادی مریں آپ کے دشمن۔۔ "میثم نے ان کا ہاتھ آنکھوں سے لگایا۔"
بس تو پھر مان جاؤ۔۔میں تمہارے دادا سے بات کرتی ہوں، وہ بھی بے حد خوش" ہوں گے۔ "رشیدہ بیگم خوشی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "ٹھیک ہے دادی جیسے آپ کی مرضی لیکن ابھی تو بیٹھ جائیں۔۔۔تھوڑی دیر میں چلتے ہیں۔ "میثم نے ہار مانتے ہوئے انہیں دوبارہ بٹھایا۔لڑکیوں میں ایک دم شور سا برپا ہو گیا۔وہ سب ایک ٹکٹ میں دو مزے پانے کو تیار پلاننگز میں مصروف ہو چکی تھیں۔ساتھ ہی ساتھ حباب کے چہرے کی سرخی انہیں اسے چھیڑنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"آپ نے منع کیوں نہیں کیا دادی کو؟ "جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ جو اضطراری کیفیت میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی فوراً اس کے پاس آئی۔ "منع کیا تو تھا۔ "وہ لاپرواہی ظاہر کرتا اس کی سائیڈ سے ہو کر کمرے کے وسط تک آیا۔ "آپ کا انکار بہت بودا اور بے دم تھا۔ "حباب اس کے پاس آئی۔اسکے لہجے میں غصہ چھلک رہا تھا۔

"تو تم خود انکار کر دیتی نا۔۔اس وقت تو ایسے مسکرا اور شرما رہی تھی جیسے کب سے مچل رہی ہو ولیمے کے لئے۔ "وہ خود بھی جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا لیکن حباب کو تو گویا آگ لگ گئی۔ "آپ کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں۔ "وہ تن فن کرتی صوفے پر جا بیٹھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے انہیں روکے۔

"ابھی بھی وقت ہے، جائیں جا کر انکار کر دیں۔ "میثم کو دروازے کیطرف بڑھتے دیکھا تو فوراً اس کے سامنے آئی۔ "اتنی ہمت وہاں جا کر دکھاؤ۔۔۔میرا دماغ نہ کھاؤ۔ "وہ غصے سے اسے پرے ہٹاتا کمرے سے جانے لگا۔

"ہاں تو میں منع کر بھی دوں اور اگر پوچھیں گے تو وجہ بھی بتا دوں گی۔"

وہ اس سے پہلے دروازہ کھولتی باہر نکل گئی جبکہ میثم اسکی دھمکی پہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

دو دن بعد مہندی کی رسم سے باقاعدہ شادی کا آغاز ہو جانا تھا۔زرشہ نے اسکے سارے کپڑے جو وہ ساتھ لائی تھی ولیمے میں پہننے کے لئے ریجکٹ کر دیئے اور اسے شاپنگ کے لئے لے گئی۔ولیمے کا جوڑا، جوتے اور جیولری خریدنے کے بعد وہ اسے پھپھو راشدہ کی طرف لے آئی جو دولہے کا گھر بھی تھا۔انہوں نے اسے زبردستی دوپہر کے کھانے کے لئے روک لیا۔کھانا کھانے کے بعد حباب نے ان سے شادی کے بعد آنے کا وعدہ کر کے رخصت لی۔گھر میں ڈھیروں کام ان کے منتظر تھے۔حباب بھی ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھی۔اپنی خدمت گزاری اور پرخلوص محبت سے وہ ان داغوں کو دھونا چاہتی تھی جو اسکی ماں اپنے نام پہ لگا گئی تھی۔کئی مرتبہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ میثم سے بھی اس بارے میں بات کرنے کا ارادہ کر کے توڑ دیتی۔دادی سے اس نے تجسس کی بناء پر اس واقعے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس سے کچھ بھی نہ چھپایا۔میثم کا دکھ اس نے اپنے دل پہ محسوس کیا تھا۔وہ چاہ کر بھی اسکے دکھ کا مداوا نہیں کر سکتی تھی۔

اپنی شاپنگ دادی کو دکھانے کے لئے وہ سیدھی ان کے کمرے میں آئی تھی۔وہ اس وقت جائے نماز پر بیٹھی ذکر میں مشغول تھیں۔وہ شاپنگ بیگز ایک طرف رکھ کر ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔کچھ بعد انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔اس دوران وہ

ان کے ملائمت سے پُر چہرے کو دیکھتی رہی۔دعا ختم ہونے کے بعد انہوں نے اس کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا دی۔اس نے شاپرز ان کے قریب رکھے اور ایک ایک کر کے انہیں دکھانے لگی۔

خریداری اپنی مرضی سے کی ہے یا زرشہ ہی اپنا چمچہ چلاتی رہی۔ "انہوں نے ولیمے کا" لہنگا کھول کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہم دونوں کی ہی پسند ہے۔۔مگر دادی خوامخواہ ہی آپ نے یہ ولیمے کی تقریب رکھ" دی۔۔۔اتنا خرچہ ہو گیا۔پہلے ہی وشمہ کی شادی پہ۔۔۔ "اسے شرمندگی نے آن گھیرا۔

بیٹا ہر کوئی اپنے نصیب کا لیتا ہے جتنا اس نے مقرر کیا ہے بس اتنا ہی۔۔وشمہ کی" اپنی جگہ ہے اور تمھاری اپنی۔۔اور تم فکر نہ کرو تمھارے شوہر کی ہی جیب ہلکی کروائی ہے میں نے۔ "وہ ہنسنے لگیں۔

یہ تو آپ سب کی محبت ہے ورنہ میں تو اس قابل بھی نہیں کہ ماضی کے داغ دھو" سکوں۔ "اسکی آنکھوں میں نمی کی تہہ جمنے لگی۔

نا میرے بچے۔۔۔ایسا نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ سے بہتر کون ہے جو جزا اور سزا کا فیصلہ" کرے۔ہر شخص اپنا کیا خود بھگتتا ہے بس اسکی نیک اولاد اسکے لئے جزا کا سبب بنتی "ہے۔ہم کسی سے کیا بدلہ لیں گے۔ تم ہر خدشہ اپنے دل سے نکال دو۔

وہ ایک گہری سانس خارج کرتی بولیں۔ "آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں دادی۔۔ لیکن میثم کچھ بھی نہیں بھولے۔۔۔وہ۔۔۔"

"اس نے تم سے کچھ کہا ہے کیا یا پھر تمھارے ساتھ اسکا رویہ تو ٹھیک ہے نا؟"

اچانک ان کے ذہن نے جیسے ان کے گرد خطرے کی گھنٹی بجا دی ہو۔ پریشانی ان چہرے پہ دکھائی دینے لگی۔ان کی حالت کے پیش نظر حباب ان کا تھام گئی۔

"نہیں دادی ایسا کچھ بھی نہیں ہے میثم نے تو کبھی اس بات کا ذکر تک نہیں کیا۔"

اس نے جھوٹ کا سہارا لیا جبکہ آنکھوں کے پردے پر تو وہ وقت پھر سے جاگ اٹھا جس نے اس کی زندگی بدل دی تھی۔ جس کی بدولت وہ نگاہیں اٹھا کر بات نہیں کر سکتی تھی۔ وہ نگاہیں پھیر گئی مبادہ وہ اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے دکھ نہ جان لیں۔ جو کسی جن کی طرح اس کی آنکھوں میں بسیرا کر چکا تھا۔

حباب ادھر دیکھو میری طرف۔ "انھوں نے شاید اس کے چہرے پہ لکھی سوچ کی" تحریر پڑھ لی تھی۔ حباب ان کی طرف دیکھ کر بمشکل مسکرائی تھی۔ "سچ بتاؤ میثم کا رویہ تمھارے ساتھ ٹھیک ہے نا تم لوگوں کے رشتے میں مجھے کھچاؤ سا محسوس ہوتا ہے۔ پہلے پہل تو میں نے اپنا وہم جان کر خود کو تسلی دی تھی مگر اب تمھارا چہرہ جو چغلی کھا رہا ہے وہ مجھ سے چھپ نہیں سکتا۔"وہ جیسے اسے پرت در پرت کھولنے پر تلی ہوئی لگ

رہی تھیں۔ "ایسا کچھ بھی نہیں ہے دادی آپ کو یونہی وہم ہو رہا ہے۔ہم بہت خوش ہیں ایک دوسرے کے ساتھ۔"

"زرینہ ذرا میثم کی طرف مردان خانے میں بلاوا بھیجو کہ دادی بلا رہی ہیں۔ "رشیدہ بیگم نے زرینہ سے کہا جو ابھی ان کے لیے چائے لے کر کمرے میں آئی تھی۔زرینہ چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتی پلٹ گئی جبکہ ان کے اس اچانک رد عمل پر حباب حیران ان کو دیکھنے لگی۔اس نے خود پہ گھبراہٹ نہ طاری ہونے دی۔

"دادی آپ انہیں کیوں بلا رہی ہیں۔میاں بیوی میں چھوٹی موٹی کھٹ پٹ تو ہوتی رہتی ہے، اس لئے آپ کو لگا ہو گا۔"

وہ ابھی تک ان کا ہاتھ تھامے ہوئی تھی۔

"چپکی بیٹھی رہو۔۔۔اگر ایسا کچھ نہیں ہے تب بھی مجھے تسلی کر لینے دو تاکہ اب جو گرہ میرے دل و دماغ میں لگ گئی ہے وہ کھل جائے۔ "انہوں مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔

"مگر دادی بے۔۔۔ "اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیسے انہیں روکے۔"

"بے فکر ہو جاؤ اگر ایسا کچھ ہے بھی تو میں ابھی اسکی خبر لیتی ہوں۔یہ ہوتا کون ہے میری بیٹی سے اس طرح کا رویہ رکھنے اور لڑائی کرنے والا۔۔۔دیکھو ذرا تم۔۔۔ابھی تمہارے سامنے اسکے چودہ طبق روشن کر دوں گی۔"

وہ اس کی اگر مگر کو خاطر میں نہ لاتی بولیں۔اس دوران میثم کمرے میں داخل ہوا۔

جی دادی آپ نے بلایا۔ "اس نے رشیدہ بیگم سے پوچھتے ہوئے حباب کی سفید پڑتی" رنگت کو کنکھیوں سے دیکھا۔

ہاں برخوردار یہاں آؤ۔۔۔ "انھوں نے اپنے پاس اس کے لیے جگہ بنائی تھی۔"جی" کہیئے بلکہ حکم کیجیے۔ "وہ محبت سے کہتا ان کے سامنے منتظر بیٹھا۔

یہ حباب کیا کہہ رہی ہے۔ "انھوں نے جیسے اسے سر سے پکڑنے کی کوشش کی اور" حباب کا سانس گلے میں ہی اٹک گیا۔وہ دل ہی دل میں یا اللہ خیر کا ورد کرنے لگی جبکہ دوسری جانب میثم خود کو ہر طرح کا سوالات کے لیے تیار کرنے لگا۔

کیا کہہ رہی ہے؟ "اس نے دل کا ڈر چہرے پر نہیں آنے دیا جو مستقل ڈینٹونک کا" اشتہار لگائے ہوئے تھا۔

تم بتاؤ تم نے اسے کس طرح رکھا ہوا ہے۔ "انتہائی دانائی سے وہ اسے کھل کر بات" کرنے پر مجبور کرنے لگیں۔

کس طرح رکھا ہوا ہے۔ "دیکھ لیں آپ کے سامنے کھڑی ہے پوچھ لیں۔نہ اسے" ڈانٹتا ہوں، نہ کسی کام سے ٹوکتا ہوں، جو پکاتی ہے جیسا پکاتی چپ کر کے کھا لیتا ہوں چون و چرا تک نہیں کرتا۔۔ اور کیا چاہیے اسے۔۔ "آخری بات کرتے ہوئے اس نے حباب کی طرف دیکھا۔جسکا چہرہ اسے خبردار ہونے کا اشارہ دے رہا تھا۔

میں سنجیدہ ہوں۔۔۔میری بات مذاق میں مت اڑاؤ۔ "انہوں نے اسے ٹوکا۔"

دادی یہ ٹھیک کہہ رہی ہے جو بھی کہہ رہی ہے۔اب مجھے کیا پتہ اس نے آپ سے" کیا کہا ہے۔آپ مجھے بتائیں گی تو میں وضاحت کروں گا نا کہ یہ محترمہ ٹھیک کہہ رہی ہیں یا پھر میرے صاف ستھرے کردار پر کیچڑ اچھال رہی ہیں۔ "وہ ان کے انداز پہ اپنا غصہ نہ دبا سکا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں اور خوش ہوں۔میں تو بہت شکر ادا کرتی ہوں کہ مجھے میثم" جیسا جیون ساتھی ملا ہے۔ "وہ انہیں یقین دلانے کی سعی کرتی ان کے قریب آ گئی۔

دیکھ لیجیئے۔ "میثم نے شکر کا سانس لیا۔"

تو پھر تم دونوں کے درمیان ایک نادیدہ سی کہر کیوں محسوس ہوتی ہے مجھے؟ اس قدر" دھند میں لپٹا کیوں دکھتا ہے تم دونوں کا رشتہ۔۔۔تم دونوں میں نئے نویلے جوڑے جیسی کوئی بات کیوں نہیں دکھائی دیتی۔۔۔جواب دو مجھے۔"

اب میں آپکو کیسے یقین دلاؤں کہ ہم بہت خوش ہیں۔میں بے حد محبت کرتا ہوں حباب سے۔۔۔آپ کہیں تو میں آپ کو اپنے عمل سے بتا سکتا ہوں۔"

وہ بیڈ سے اتر کر حباب کی طرف آیا اور اس کے دونوں ہاتھ ہاتھوں میں لیے لیکن اس سے پہلے کہ وہ حباب کے ہاتھ لبوں تک لے جاتا رشیدہ بیگم نے کشن کھینچ مارا جبکہ حباب نے جھٹ اپنا ہاتھ کھینچا۔

"دادی سارا موڈ۔۔۔"

ہٹ جا بے شرم۔ "وہ ہنسے جا رہی تھی۔"

حباب اور میثم نے ان کے چہرے پہ بکھرتی ہنسی دیکھی تو سکون محسوس کیا۔ "سچ دادی۔۔۔آپ چاہیں تو آج رات ہمارے کمرے لیٹ جائیں۔ "وہ انہیں چھیڑنے سے باز نہ آیا۔

"شرم نہیں ہے اس لڑکے کو دادی کے سامنے یہ سب کہہ رہا ہے"

بے تحاشہ ہنسنے کی وجہ آنکھوں میں آئی نمی کو پلو میں سمیٹا۔

لو۔۔ !!تو آپ کو یقین جو نہیں آ رہا۔۔اب میں اور کیسے ثبوت دوں۔آپ چاہیں تو" میں حباب سے شادی کرنے کے لیے چار مرتبہ اس کا دولہا بن سکتا ہوں یہ تو پھر "دوسری بار ہے۔

اس نے یوں کہا کہ حباب کا دل اس کی چالاکی پر اسے سلام کرنے کو چاہا۔ "ہاں ہاں "کیوں نہیں۔

ان کے چہرے سے تفکرات کا جال ہٹا تو وہ سکون کا سانس لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

اب اجازت ہے۔ "میثم نے رشیدہ بیگم سے پوچھا۔انہوں نے سر اثبات میں ہلایا تو" وہ حباب کی طرف دیکھے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

رات کو مہندی کا فنکشن تھا۔ سبھی مہمان آہستہ آہستہ آنا۔ شروع ہو گئے تھے۔ سارا انتظام اور اسٹیج لان میں ہی سیٹ کیا گیا تھا۔ میثم تیار ہو کر جا چکا تھا اور وہ ابھی تک کچن میں مصروف تھی۔

حباب بیٹا رہنے دو۔ زرینہ دوسری ملازماؤں کے ساتھ مل کر کر لے گی۔ تم جاؤ تیار ہو جاؤ۔"

حبیبہ تائی کچن میں آئیں تو وہ اسے وہاں مصروف دیکھ کر بولیں، ساتھ ہی انہوں نے اس کے ہاتھ سے برتن بھی لے لیا۔

کوئی بات نہیں تائی میں کر دیتی ہوں، بس یہ برتن ہی رہ گئے ہیں دھونے کے لیے۔۔ "وہ سنک کی طرف بڑھی۔

"بالکل نہیں۔۔ چلو جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ شاباش۔"

اسے یوں ہی کھڑے دیکھ کر انہوں نے کہا تو وہ سر ہلاتی کمرے میں آ گئی۔ زرشہ نے اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود اسے تینوں دن کی شاپنگ کروائی تھی۔ اس نے الماری کھولی۔۔ پیلے رنگ کا سلک کا سوٹ جسکی شرٹ پر کناری کا بے حد دیدہ زیب کام کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ نیٹ کا بڑا سا دوپٹہ جس کے چاروں طرف کناری کے ہی بیل بوٹے بنائے گئے تھے اور ساتھ سلک کا چوڑی دار پاجامہ، اس نے دل ہی دل میں زرشہ کی پسند کو ایک بار پھر سراہا اور کپڑے لیے واش روم میں گھس گئی۔

"اللہ۔۔ !!ابھی تک تم آپ تیار نہیں ہوئیں۔"

وہ شیشے کے سامنے کھڑی بالوں میں برش کر رہی تھی کہ زرشہ کمرے میں داخل ہوئی اور اس کا سادہ سا چہرہ دیکھ کر سر پر ہاتھ رکھتی بولی۔

بس میں تیار ہوں۔ "اس نے برش رکھ کر لپسٹک اٹھا لی۔"

واہ واہ کیا تیاری ہے۔۔زرشہ نے تالیاں بجا کر گویا اس تیاری کی داد دی۔ "اس طرح آپ جائیں گی سب کے سامنے سر جھاڑ منہ پھاڑ۔۔۔بھابھی صاحبہ کم سے کم اس جوڑے کی ہی کوئی عزت رکھ لیتیں۔ "وہ اسے آئینے کے سامنے بٹھاتی اس کے چہرے پر شروع ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد حباب نے آئینے میں خود کو دیکھا۔ "تم تو بہت اچھا میک اپ کرتی ہو۔ "وہ ائینے میں خود کو دیکھتی حیرت سے بولی۔

جی ایک حد تک لیکن آپ بہت پیاری ہیں، سچی آج میثم بھائی ایک بار پھر سے آپ" "پر فدا ہونے کو تیار ہو جائیں گے۔

زرشہ اس کے بالوں کی ڈھیلی سی چوٹی گوندھتی بولی۔

"یہ لپسٹک بہت ڈارک نہیں ہے۔۔۔اسے لائٹ کر۔۔۔"

ارے ارے نہیں۔۔ "زرشہ نے اس کا ٹشو کی طرف بڑھتا ہاتھ روک دیا۔ "آپ کوئی" آن میرڈ تھوڑی ہیں جو ڈراک اور لائٹ کے چکر میں پڑ گئی ہیں۔یہی اچھی لگ رہی "ہے خبردار جو صاف کی تو۔۔

آخر میں زرشہ نے دھمکی دے ڈالی۔

بس اب ایک کمی ہے۔"زرشہ نے پرفیوم کی تقریبا ساری بوتل ہی اس پر چھڑک" دی۔"اُفف زرشہ۔۔۔بس کرو۔۔ "حباب نے ناک پہ ہاتھ رکھا۔ "دیکھیئے گا جیسے ہی میثم بھائی سے آپ کا ٹکرا ہوگا تو وہ بھی کہیں گے۔ "کیا کہیں گے؟ "وہ بے دھیانی میں پوچھ بیٹھی۔ "کیا خوشبو ہے۔۔۔کون سا پرفیوم لگایا ہے؟ "زرشہ اسکے چہرے کے قریب جا کر گہرا سانس لیا۔

رہنے دو۔۔۔ٹکرا ہی نہ جائیں وہ مجھ سے۔۔۔۔ "وہ مدھم آواز میں کہتی ڈریسنگ ٹیبل" پر چیزوں کی ترتیب درست کرنے لگی۔

چلیں تقریباً مہمان آ چکے ہیں اور تھوڑی دیر میں دولہے والے بھی آ جائیں" گے۔دادی بھی آپ کا پوچھ رہی ہیں۔ "زرشہ اسے ساتھ لیے آگے بڑھی۔لان میں آتے ہی حباب کے انداز میں قدرے جھجک آ گئی اور اس کی وجہ زرشہ کا بلند آواز میں سب کو اس کی طرف متوجہ کرنا تھا۔میثم کی دلہن ہونے کے ناطے وہ سبھی کی نگاہوں کا مرکز بن گئی۔زرشہ قریبی رشتہ داروں سے اس کا تعارف کروانے لگی۔کسی کا انداز

پرجوش اور کسی کا سرسری۔۔۔کسی کی نگاہوں میں حیرت اور جاثرہ احمد کی بیٹی ہونے کے ناطے کسی کا لہجہ طنز سے بھرا ان کی نفرت کی ترجمانی کر رہا تھا۔وہ جانتی تھی جہاں اتنی محبت سمیٹ رہی ہے وہاں طنز کے تیر بھی جھیلنے ہونگے۔اسی لئے کڑوی کسیلی۔۔۔جیسی بھی تھی وہ مسکراتے لبوں سے جھیل رہی تھی۔سب سے مل کر وہ دادی کے پاس آکر بیٹھ گئی۔وہ اس سے اِدھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔

دولہے والے آئے تو مہندی کی رسم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔زنانہ اور مردانہ انتظام الگ الگ تھا۔اسی لیے خواتین اور لڑکیاں نہایت سکون اور بے پرواہی سے رسموں میں حصہ لے رہی تھیں۔حباب بھی بہت انجوائے کر رہی تھی اور سب کے ساتھ مل کر ہر رسم میں شامل ہو رہی تھی۔

رسم ختم ہوتے ہی کھانے کا دور شروع ہوا ہے۔اس دوران بھی کوئی مرد زنان خانے میں داخل نہ ہوا۔ سبھی لڑکیاں ملازماؤں کے ساتھ ملکر بڑی خندہ پیشانی سے کر رہی تھیں۔وشمہ نے حباب کو اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔دونوں نے رشیدہ بیگم سے کھانا کھایا۔

دادی آپ نے مجھے یونہی اپنے پاس بٹھا لیا، میں مدد کروا دیتی۔ "کھانے کے بعد" سب سمیٹتے دیکھ کر اس نے مدد کرنا چاہی تھی مگر رشید بیگم نے روک دیا تھا۔

تو تم تو ابھی نئی نویلی ہو اور پھر پرسوں تمہارے ولیمے کی تقریب بھی ہے تو آج کام" کرتی اچھی لگتی کیا اور پھر ملازمائیں ہیں نا۔۔۔کر لیں گی سب۔۔ "انہوں نے محبت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس کی ٹھوڑی کو چھوا۔

واہ۔۔ !!بڑی محبت ہو رہی ہے دادی پوتی میں۔ "میثم کی آواز پہ دونوں نے چونک کر" اسے دیکھا۔حباب میثم کی حیران نظروں کے ارتکاز پہ نگاہیں جھکا گئی۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ "میثم جو پہلی بار حباب کو اتنی سج دھج سے تیار دیکھ رہا بڑی" مشکل سے رشیدہ بیگم کے پوچھنے پر ان کی طرف متوجہ ہوا۔ "دراصل زعفران تائی نے بلایا تھا۔انہی سے بات کرنے آیا تھا۔وہ کنکھیوں سے حباب کی طرف دیکھتا بولا۔

لڑکے بات مجھ سے کر رہے ہو یا نظریں بیوی پر جما رکھی ہیں۔ "رشیدہ بیگم نے میثم" کے رجحان پر مصنوعی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اسے ڈانٹ دیا جبکہ وہ خجالت مٹاتا سر جھکا کر ہنس دیا۔ "دادی کل تو آپ کو ہمارے درمیان محبت دکھائی نہیں دے رہی تھی اور آج مجھے جی بھر کے دیکھنے تک نہیں دے رہی ہیں میری نصف بہتر کو۔۔بڑی ظالم ہیں آپ۔۔ "وہ خشمگیں نگاہوں سے انہیں دیکھ کر شرارت سے بولا۔

ہاں ہاں۔۔۔پتہ چل رہا ہے۔ "وہ بھی اسے تولتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ "کتنا" دبا کر رکھا ہے تم نے میری بیٹی کو نظر آ رہا ہے مجھے۔ "توبہ ہے دادی آپ تو نجیے

ادھیڑنے شروع کر دیتی ہیں--- اللہ کی پناہ ہے میری آپ سے تو۔ "ہیثم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

ادھر آ خبیث مجھے شیطان کہہ رہا ہے۔ "اس سے پہلے کہ اسے ان سے ایک آدھ" جھاپڑ پڑتا وہ چند قدم پیچھے ہوا تھا۔

نالائق--- "!!ہیثم کی اس خاطر تواضع پر حباب اور وشمہ ہنس دیں۔ "دادی میں" وشمہ کو اندر لے جا رہی ہوں--آپ جاری رکھیئے۔ "حباب انہیں تھمز آپ کا اشارہ دیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"دیکھ لیں دادی اپنی بہو کو--- کتنی خوش ہو رہی ہے۔"

اچانک اس نے حباب کا بازو اپنی گرفت میں لیا۔حباب نے پلٹ کر دیکھا۔سب کے سامنے اس کی حرکت پہ وہ سرخ پڑ گئی۔

آہم-- "!!ہیثم کی اس حرکت پہ وشمہ نے گلا کھنکار کر اسکا ریکارڈ لگایا۔"

اب یہ کام سے بھاگ رہی ہے۔ "اس نے جلدی حباب کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے" اس بے اختیاری عمل پر حجالت محسوس کرتا بولا۔ "چلو اب ہمارے کندھے پر بندوق رکھ کر مت چلاؤ، ہم سب نے جو سمجھنا تھا سمجھ لیا ہے۔ "رشیدہ بیگم اور وشمہ ہنستی چلی گئیں جبکہ حباب نظریں اپنے ہاتھوں پر گاڑھے ہوئے تھی۔

چلو حباب ہم اندر چلیں۔۔تمہارا شوہر کہیں یہیں پہ آدھی فلم نہ بنا لے۔ "وشمہ نے" اس کا ہاتھ تھام کر اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ "میں ذرا زعفران تائی سے مل لوں۔ان کے جاتے ہی اس نے مخالف سمت میں قدم بڑھائے۔

رات جب وہ لباس تبدیل کرنے کمرے میں آئی تو میثم اسکے پیچھے ہی داخل ہوا۔یوں جیسے وہ اس کے کمرے میں آنے کا انتظار کر رہا ہو۔

یہاں آؤ۔ "ہڑبڑاہٹ میں سائیڈ پر ہوتی حباب کو وہ بازو سے پکڑ کر بیڈ کی جانب لے" آیا۔وہ حیرت سے میثم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

،یہ کیا طریقہ ہے؟ تم نے دادی سے میری شکایت لگائی ہے؟ یا پھر اپنی دردناک" ہیبت ناک اور نجانے کون کون سی ناک لگا کر کہانی سنائی ہے؟ بتاؤ۔۔"وہ اسے باقاعدہ جھنجھوڑنے لگا۔ "میں نے ایسا کچھ نہیں کہا اور نہ وہ کچھ ایسا سوچ رہی ہیں۔آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ "وہ اسکی گرفت سے اپنا بازوں چھڑانے کی سعی کرتی بولی۔

میں سب سمجھتا ہوں۔۔چہرے سے معصوم اور اندر سے کتنی چالباز ہو تم۔۔۔بالکل" اپنی ماں کیطرح۔۔یہ سارے کرتب تم نے اسی سے تو پائے ہیں۔۔تمھاری جینز میں

شامل ہے مکاری اور چالاکی۔ "میثم نے اسے غصے سے بیڈ کی جانب دھکیلا جس سے وہ سنبھل نہ سکی اور اوندھے منہ بیڈ پہ گری۔اسکی آنکھوں میں مرچیں سی لگنے لگیں۔ اب یہ مگرمچھ سے آنسوؤں سے تم اپنی مکاری چھپا نہیں سکتی۔تمھارے لئے اتنا کافی" ہے کہ خاموشی سے پڑی رہو اور اپنی یہ منحوس صورت لے کر بار بار میرے سامنے مت آیا کرو۔۔ورنہ کسی دن میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی۔ "وہ نخوت سے کہتا واپس جانے کو پلٹا۔ "وہ سب میرے ماں باپ نے کیا تھا۔اس میں میرا کہاں قصور نکلتا ہے۔۔وہ ہیں اپ کے مجرم۔۔۔معاف کر دیں انہیں۔۔جزا اور سزا کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیں۔آپ کوئی نہیں ہوتے مجھے اس طرح کٹہرے میں کھڑا کر کے سزا سنانے والے۔ "وہ دبی دبی آواز میں چیخی مبادا اسکی آواز کمرے سے باہر نہ کوئی سن لے اور جو بھرم اسکی ذات کا رہ گیا وہ چکنا چُور نہ ہو جائے۔دوسری جانب وہ دروازہ اندر سے لاک کرتا نہایت خونخوار انداز میں اسکی طرف آیا۔وہ خوف سے چند قدم پیچھے ہٹی۔

"میں انہیں کبھی معاف نہیں کروں گا اور تم۔۔۔تم سے تو میں بعد میں نمٹوں گا۔" بعد میں کیوں۔۔۔ابھی ہی نبٹا لیں مجھے۔۔کل تک کا انتظار کیوں۔اتار پھینکیں اپنا یہ" جھوٹ کا چولہ تاکہ سب کے سامنے آپ کا اصل چہرہ آ جائے۔سب کو معلوم ہو کہ آپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے، مجھے جھوٹے سپنے دکھائے ہیں۔میری معصوم نانی کو "دھوکہ دیا ہے اچھائی کا ناٹک کر کے۔۔۔میں سب کو بتا دوں گی آپ کی اصلیت۔۔۔

وہ اچانک فیصلہ کرتی دروازے کی سمت بڑھی۔ میثم نے اسے فوراً بازو سے پکڑ کر اس انتہائی قدم سے روکا۔

کیوں؟؟ ڈر لگ رہا ہے؟ "وہ جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچتی بولی۔ میثم بازی ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر چوکنا ہو گیا تھا کہ کہیں وہ سچ میں ہی ایسا نہ کر ڈالے۔چہرہ آنسوؤں سے تر، شگرفی لب کپکپا رہے تھے۔پھولی ہوئی سانسوں اور سرخ چہرے سمیت وہ اسے آنکھوں سے دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

انہی جذبوں سے تو وہ بھاگ رہا تھا۔وہ اپنے کمزور پڑتے دل سے خوفزدہ تھا لیکن دماغ اسے کمزور نہ ہونے کے دلائل دے کر قائل کر لیتا تھا۔اس وقت بھی وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔وہ اس بار جاثرہ احمد کو جیتنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

میں نے دھوکہ دیا ہے، تمھیں جھوٹے سے سپنے دکھائے ہیں۔یہ کون سی صدی کی" بات ہے بلکہ یہ تو اس صدی کا ٹاپ آف دا لسٹ لطیفہ ہے جس پہ مجھے ہنسی آ رہی ہے۔ "وہ حباب سے چند قدم کا فاصلہ مٹاتا اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"شادی کے لیے میں نہیں آپ مرے جا رہے تھے۔۔۔اور کیا سمجھتی میں۔۔"

ہاہاہا۔۔۔واٹ آ جوک۔۔۔امیزنگ۔۔ !!تو تم یہ سمجھتی رہی کہ میں تم سے کسی شدید" محبت وحبت میں مبتلا ہوں۔۔۔کمال ہے۔۔کچھ زیادہ ہی خوش فہم نہیں ہو تم۔ "میثم

نے استہزایہ ہنستے ہوئے گویا اسکا مذاق اڑایا۔حباب نے میثم کے اس انداز پر نگاہیں چرائی تھیں۔وہ اسکی نفرت بھری نگاہوں میں دیکھنے کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔

سنو محترمہ میں نے تم سے شادی تمھیں تمھاری اوقات یاد دلانے کے لیے کی ہے" بلکہ شادی کا پروپوزل تو تمھاری نانی مرحومہ نے میرے سامنے رکھا تھا میں نے تو بس تمھیں منانے کی ذرا سی کوشش کی تھی---ورنہ تم سے اچھی اچھی میرے آگے پیچھے پھرتی تھیں، میں نے انہیں کبھی گھاس نہیں ڈالی تو تم کیا ہو---میرے معصوم ماں باپ کے قاتلوں کی بیٹی----جن کے ہاتھ میرے معصوم ماں باپ کے بہیمانہ قتل سے رنگے ہیں۔میڈم اس خوبصورت خوابوں کی گلی سے نکل آؤ اور آئینے میں خود کو "دیکھو---تمھارا وجود تو زنگ لگ جانے کے قابل ہے--ہونہہ !!محبت---مائی فٹ۔ وہ اسے گھسیٹ کر آئینے کے سامنے لے آیا اور استہزائیہ ہنس دیا۔اتنی توہین پہ اسکا دل شرم سے ڈوب مرنے کو چاہا۔

تو وہ سب کیا تھا۔ "اتنا سب کچھ سننے کے بعد بھی وہ اسے بالکل خالی کر دینا چاہتی" تھی۔اپنی ایک آخری امید بھی ختم کر ڈالنا چاہتی تھی---اپنے دل کو مار ڈالنا چاہتی تھی جو اس شخص کی خواہش کر بیٹھا تھا، جس کا دل سیاہ تھا---جس کے لفظوں میں سانپ کے زہر سے بھی زیادہ تیز زہر تھا۔اس کا دم گھٹنے لگا تھا کیا۔وہ سامنے یوں آن کھڑا ہوا کہ اس کا عکس میثم کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

تو وہ محبت کا دعویٰ کیوں کیا تھا مجھ سے؟ کیوں میرے شفاف چہرے کو محبت کا" رنگ دیا جو اب مجھے سیاہ دکھائی دے رہا ہے، اس قدر سیاہ کہ مجھے اپنے نقش تک دکھائی نہیں دے رہے۔۔ "آنسو تواتر سے اسکے خوبصورت چہرے کو بھگو رہے تھے۔

"تاکہ کوئی اور یہ گلال تمہارے چہرے پر نہ مل دے۔۔۔یہ صرف میرا حق تھا۔۔۔" سرخ چہرے پہ میک اپ کے مٹے مٹے نشانات۔۔۔وہ نظریں پھیر گیا۔ "پھر حق تو یہ تھا کہ قتل کے بدلے قتل۔۔۔جان کے بدلے جان۔۔۔آپ بھی مجھے اسی طرح مجھے مار ڈالتے جیسے انہوں نے مارا تھا۔۔۔ لیکن نہیں آپ کو تو مجھے قطرہ قطرہ کر کے موت دینی ہے۔اتنی آسان موت تو میں ڈیزرو نہیں کرتی۔ "وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔ میثم کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔ "ہوش میں تو ہو تم۔۔۔میں نے ابھی تو ایسا کچھ کیا نہیں۔۔زندہ ہو، سانس لے رہی ہو اور کیا چاہیئے تمھیں؟؟ میں اگر چاہتا تو وہ سب کر سکتا تھا جو تمہاری ماں نے میری ماں کے ساتھ اور پھر میرے ساتھ کیا تھا۔۔۔میرا جینا حرام کیا، مجھے اپنی ٹھوکروں پہ رکھا، مجھے میرے گھر سے نکال دیا۔۔۔میں نے تو بہت آرام سے رکھا ہے تمھیں۔۔۔ کبھی کسی چیز سے محروم نہیں کیا۔دیکھو ذرا اپنی طرف دیکھو اور بتاؤ کہاں زیادتی کی ہے میں نے تمہارے ساتھ۔۔۔بولو جواب دو۔ "میثم اس کے کندھے پر اپنے ہاتھ رکھے رکھے اس کی جانب جھکا۔ حباب کی بھیگی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ کر اسے کے دل کو کچھ ہوا۔

میرا حق یہ نہیں تھا میثم۔۔مجھے یہ سب نہیں چاہیئے تھا۔ مجھے تو ایک ہمراز۔۔۔ایک" ہمسفر، ایک دکھ بانٹنے والا ساتھی چاہیئے تھا جو میری آنکھ سے گرتے آنسوؤں کو اپنی پوروں سے چن لے۔جسے میں جب جب دیکھوں ایک چھاؤں کا سا احساس ہو۔جو میری روح کے اس اکیلے پن کو اپنی ساتھ سے دور کر دے۔۔لیکن میرا نصیب دیکھیں۔۔۔میں تو آپ کو پا کر بھی تشنہ ہوں۔۔اکیلی ہوں۔۔میں نے تو مذاق نہیں کیا تھا، جھوٹ نہیں بولا تھا۔میں نے تو سچے دل سے آپکا ہاتھ تھاما تھا۔میرے دل نے تو محبت کا پھول مانگا تھا، کانٹوں کا ساتھ تو نہیں چاہا تھا۔

"مجھے تو محبت ہے آپ۔۔۔بے لوث محبت، بے غرض چاہ۔

وہ زاروقطار روتی میثم کے سینے سے آ لگی۔وہ اچانک افتاد اور اتنے واضح اقرار پر حیرت سے گنگ تھا اور حباب اس کے سینے سے لگی کہہ رہی تھی۔

جو جرم میں نے کیا ہی نہیں میں اس کی سزا کی مستحق کیوں ٹھہروں۔۔میں تو محبت" کی چاہ میں محبت کے پیچھے آئی تھی۔اس کے تواتر سے بہتے آنسو میثم کی شرٹ بھی بھگو رہے تھے۔رو رو کر اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھی اور وہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں پا رہا تھا۔اسکے آنسو خواہش ہونے کے باوجود پونچھ نہیں پا رہا تھا۔کچھ پل یونہی بیت گئے۔میثم کو لگا جیسے وقت تھم گیا ہو پھر اس نے حباب کے کانپتے وجود کو

دھیرے سے خود سے الگ کیا۔۔اگلے ہی پل وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔۔۔۔میثم وہاں سے جا چکا تھا۔

پھر وہ جیسے کہیں کھو گیا۔حباب اسے ہر طرف سے ڈھونڈتی رہی لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔بارات کا دن گزر گیا، وشمہ رخصت ہو کر چلی گئی۔ سبھی تھے ایک وہ نہیں تھا۔وہ کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔وہ سارا دن سرسری نظروں سے یہاں وہاں دیکھتی رہی لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔پہلے تو وہ سمجھتی رہی کہ وہ مردان خانے میں ہو گا لیکن نہ وہ تیار ہونے کے لئے روم میں آیا اور نہ ہی رخصتی کے وقت دکھائی دیا۔

کیا بات ہے حباب؟ ایسے کیوں بیٹھی ہو۔ "رخصتی کے بعد جب تمام مہمان رخصت" ہو گئے تو وہ لاؤنج میں بیٹھی میثم کا انتظار کر رہی تھی جب رشیدہ بیگم اسے یوں اکیلے بیٹھے دیکھکر اسکے قریب آئیں۔

"کچھ نہیں دادی۔۔۔آپ کیوں؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

اس نے انہیں اپنے پاس بٹھایا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں بیٹا۔۔زرینہ میرے کمرے میں پانی رکھنا بھول گئی شاید۔۔"

انہوں نے اسے خالی بوتل دکھائی۔

لائیں۔۔۔میں لا دوں۔ "اس نے ان کے ہاتھ سے بوتل لی اور کچن میں چلی گئی۔وہ" واپس آئی تو رشیدہ بیگم اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

چہرا کیوں اترا ہوا ہے تمھارا؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا تم سے؟ "انھوں نے اسکی" آنکھوں کی اداسی بھانپ لی تھی۔

کچھ نہیں۔۔۔وشمہ کے جانے سے گھر میں کتنی خاموشی ہو گئی ہے۔زرشہ بھی" بہت اداس تھی۔کافی دیر تک روتی رہی۔ابھی کچھ دیر پہلے ہی میں اسے دوا دے کر "سلایا ہے۔ "وہ اپنے ہاتھوں پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔ "تم اپنا بتاؤ۔۔

انھوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔"کچھ نہیں دادی میں بس تھک گئی ہوں اور کل کا سوچ کر بھی تھوڑی بے چینی سی ہو رہی ہے۔ "وہ لبوں پہ زبردستی مسکراہٹ سجاتے ہوئے بولی۔رشیدہ بیگم نے سر ہلایا۔وہ نظروں سے دل کا حال جان لینے والی خاتون تھیں۔اس کے چہرے پر لکھی پریشانی وہ پڑھ سکتی تھیں لیکن انہوں نے مزید کریدنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ٹھیک ہے جاؤ آرام کرو۔حباب انھیں خاموشی سے جاتا دیکھتی رہی۔ "یہ میثم دکھائی" نہیں دے رہا۔ویسے تو مردوں کا زنان خانے کی طرف آنا منع تھا مگر وہ تو گھر کا بچہ ہے "بالکل دکھائی ہی نہیں دیا۔کیا ابھی تک نہیں آیا؟

وہ اچانک جاتے جاتے اچانک پلٹیں۔

نہیں دادی میں نے بھی نہیں دیکھا شاید وہی ہوں دادا بھی تو نہیں آئے"

ہیں۔"حباب اٹھ کھڑی ہوئی۔

لو دادا تو تمھارے کب کے سو بھی گئے۔ "وہ ہنستے ہوئے بتانے لگیں۔"

ہو سکتا ہے بارات کے ساتھ نہ چلا گیا ہو، اس کی اور وقار کی گاڑھی چھنتی ہے۔۔وہی"

"زبردستی ساتھ لے گیا ہوگا ورنہ میثم اتنا غیرذمہ دار نہیں ہے۔

جی۔۔۔ "ان کے بتانے پر اسکے دل کو تھوڑی ڈھارس ملی تھی۔اسے یہ خوف تھا کہ"

کہیں وہ واپس شہر نہ چلا گیا ہو اور یہ سوچ کر وہ مزید پریشان ہو رہی تھی کہ اگر ایسا ہوا

تو وہ گھر والوں کو کیا بتائے گی۔

حباب۔۔ !!جاؤ بیٹا جا کر سو جاؤ۔۔۔اس کے انتظار میں ہلکان نہ ہو۔اگر آنا ہوتا تو"

اب تک آ جاتا۔ "وہ اسے آرام کرنے کا کہتیں اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

ساری رات تقریباً آنکھوں میں کٹ گئی تھی جس کی وجہ سے آنکھوں میں چبھن اور سرخی بڑھ گئی تھی۔اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کا دل مسل رہا ہو۔ سینے کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ ایک ہی رخ پر لیٹے لیٹے جسم جیسے اکڑ گیا تھا۔میثم کی باتیں ساری رات گونج بن کر اس کے ذہن کی دیواروں سے ٹکراتی رہیں۔۔۔ فجر کے بعد عموماً وہ روم

سے باہر آ جاتی تھی مگر آج وہ اپنے کمرے میں ہی رہی۔۔جی چاہ رہا تھا کہ کہیں بھاگ جائے۔کہیں ایسی جگہ جا چھپے جہاں اس کا سایہ بھی نہ ملے مگر اتنی محبتوں کے ہوتے ہوئے وہ کہاں چھپ سکتی تھی، تھوڑی ہی دیر بعد زرشہ نہایت تیزی سے اندر آئی۔

یہ کیا آج تو آپ کا دن ہے اور آپ اب تک بستر پہ ہیں۔چلیں جلدی اٹھیں ناشتہ" کریں اور تیاری پکڑیں۔۔۔آج تو آپ بھی دلہن بنیں گی۔سچ بتائیں۔۔۔دل میں تو ضرور "لڈو پھوٹ رہے ہونگے۔

زرشہ نے اسے شرارت سے ٹھوکا دیا۔

بالکل بھی نہیں۔۔ "وہ نفی میں سر ہلاتی بیڈ سے اتری۔"

چلیں صحیح ہے۔۔۔آپ کہتی ہیں تو مان لیتی ہوں۔جلدی باہر آئیں میں ویٹ کر رہی" ہوں آپکا۔ "زرشہ اسے واش روم کیطرف بڑھتا دیکھکر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ماشاءاللہ کس قدر روپ آیا ہے آپ پر۔ "وہ دلہن بنی آئینے کے سامنے بالکل گم سم" بیٹھی اپنے عکس میں گم تھی۔بیوٹیشن بڑی مہارت سے اس کے فیس کو میک اپ کا لاسٹ ٹچ اپ دے رہی تھی۔وہ جو اپنے خیالات میں محوِ تھی چونک کر زرشہ کی طرف متوجہ ہوئی۔دل اس قدر اداس تھا کہ چاہ کر بھی مسکرا نہ سکی تھی۔

ارے بھئی اتنی سنجیدگی۔۔۔یہ ٹھیک ہے کہ آپ دلہن بنی ہیں لیکن اس قدر سنجیدگی" بھی سوٹ نہیں کر رہی۔آپ کو تو ہنستا کھلکھلاتا مکھڑا لوگوں کے سامنے لے کر جانا ہے۔آپ کے دولہا بھی خیر سے وہیں ہی اور شدت سے آپکے منتظر ہوں گے۔ "زرشہ نے اس کی حد درجہ سنجیدگی کو شدت سے نوٹ کیا تھا۔

یہ ریڈی ہیں۔ "بیوٹیشن نے زرشہ سے کہا اور اپنی بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔"

بہت شکریہ۔۔ "زرشہ نے حباب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور بیوٹیشن سے الوداعی" کلمات کہے۔وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

ارے بھابھی تھوڑا سا تو مسکرائیں نا۔۔۔کیا بات ہے؟ کیوں اتنی اداس لگ رہی" "ہیں۔

زرشہ نے اسکے خاموش چہرے کو بغور دیکھا۔

کچھ نہیں بی اماں یاد آ رہی ہیں۔ان کا بہت ارمان تھا مجھے دولہن بنے دیکھنے" کا۔۔۔چلو چلتے ہیں۔ "وہ ایک گہری سانس خارج کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اف۔۔۔ !!یہ کس قدر بھاری ہے۔ "حباب نے اپنا بھاری لہنگا سنبھالتے ہوئے" زرشہ کیطرف دیکھا۔

ویل۔۔ !!یہی تو چارم ہوتا ہے ویڈنگ ڈریس کا۔۔آپ کو پتہ ہے آپ کتنی خوبصورت" "لگ رہی ہیں، میثم بھائی تو گئے کام سے۔۔

زرشہ اسے تھامے ہوئے باہر آ گئی۔

دلہن بنی وشمہ اسٹیج پہ کھڑی مہمانوں سے مل رہی تھی۔خوشی اسکے چہرے اور ہر انداز سے چھلک رہی تھی۔حباب محویت سے اسکے حسین چہرے پہ نظریں جمائے اسے دیکھ رہی تھی۔ایک اداسی سی اسکے وجود پہ چھانے لگی۔اسکے ایک جانب زرشہ اور دوسری طرف رشیدہ بیگم تھیں۔ان کے ساتھ وہ سج سج قدم رکھتی آگے بڑھ رہی تھی۔زرشہ اسے اسٹیج تک لائی۔

"ماشاءاللہ۔۔ !!بے پیاری لگ رہی ہیں۔"

وشمہ نے مسکراتے چہرے سے اسکا استقبال کیا، جس پہ اس نے چہرہ جھکا لیا۔سبھی مہمان باری باری اسے مبارک باد دے رہے تھے جسے وہ مسکراتے چہرے کے ساتھ وصول کر رہی تھی۔رشیدہ بیگم نے اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔سبھی موجود تھے مگر وہ نہیں تھا جسکی تلاش اسکی نگاہوں کو تھی۔

کھانے کھانے کے بعد دور پرے کے مہمان جانا شروع ہو گئے۔

"یہ لیں بھابیاں صاحبان۔۔ !!آپ دونوں کو آپکے دولہے میاں مبارک۔۔۔ان کو میں پکڑ کر لایا ہوں۔۔۔نہیں بلکہ یہ تو کب سے اس انتظار میں تھے کہ لوگ جائیں اور یہ اندر آکر اپنی آنکھوں سے دھمال ڈالیں۔۔میں نے تو صرف ان کی مشکل آسان کی۔"

وہ مہندی سے سجی اپنی خوبصورت ہتھیلیوں پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی کہ اچانک اسے فاضل کی آواز آئی۔اس نے اسکی طرف دیکھا۔وقار اور میثم اسکے دائیں بائیں کھڑے رشیدہ بیگم سے مل رہے تھے۔

"تم ہماری بے چینی کا اعلان بند کرو، خود سے ہی پینگیں ڈال کر جھولنے لگتے ہو۔" وقار نے فاضل کو کالر سے پکڑ کر ایک طرف کیا تھا۔ وقار اور میثم دونوں ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔اس پل دونوں کی نگاہیں ملیں۔وہ فوراً نظریں پھیر گئی۔ "وشمہ تم کچھ بھی کہو حباب بھابھی تم سے نمبر لے گئی ہیں۔ "وقار نے وشمہ کو چھیڑنے کی غرض سے کہا اور اسکے پاس بیٹھ گیا۔ "بالکل جناب۔۔حباب ہیں ہی اتنی پیاری۔ "وشمہ نے مسکراتے ہوئے یوں تعریف وصول کی جیسے اس کی کی گئی ہو۔ "ویسے وقار بھائی مقابلہ آپ اپنا اور میثم بھائی کا کریں۔وہاں بھی وہ نمبر لے گئے ہیں آپ سے۔۔ "زرشہ میثم کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

یہ بھی کوئی بات ہے بلا اس کا فیصلہ تو حباب کریں گی۔چلیں بتائیں حباب کون" زیادہ ہینڈسم لگ رہا ہے۔ "وقار بالوں میں ہاتھ پھیرتا میثم کے ساتھ شانہ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔حباب میثم کی طرف دیکھ رہی تھی۔سیاہ ڈریس پینٹ، سیاہ شرٹ پہ گرے ٹائی ،لگائے وہ اسی کی طرف منتظر نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ "بھائی وہ زبان سے کیا بولیں گی ان کی تو آنکھیں ہی اپنے شوہر پر سے ہٹنے کو انکاری ہیں۔ "زرشہ نے حباب کو بناء

پلکیں جھپکائے دیکھتا پا کر ہنستے ہوئے کہا تو وہ سبھی بھی ہنسنے لگے۔۔سوائے حباب کے۔۔وہ نظروں کا رخ بدل گئی تھی۔اس وقت اسکے چہرے پہ بے طرح سنجیدگی تھی۔

"بھابھی ایسا بھی کیا حسن ہے میثم کا کہ آپ کی نظریں پلٹنا ہی بھول گئی ہیں۔"

فاضل کی رگِ ظرافت پھڑکی۔

بھئی تم لوگ خوامخواہ ہی ہاتھ منہ دھو کر میری معصوم سی بیوی کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ "میثم نے حباب کو نظر جھکاتے دیکھ کر کہا۔ اس کے لبوں سے مسکراہٹ سرے سے غائب تھی اور اس کی بے انتہا خاموشی کو وہ صاف محسوس کر رہا تھا۔نظریں تو اس کی بھی حباب کے ملیح چہرے سے ہٹنے کو انکاری تھیں۔اسکا سوگوار حسن اپنے اندر مقناطیسیت لیے ہوئے تھا۔وہ اسٹیج پر آیا۔

چلو بھئی ہٹو تم لوگ کہ میں اپنی بیگم کے ساتھ بیٹھوں۔ "وہ وقار کو سائیڈ پہ کرتا" حباب کے ساتھ بیٹھ گیا جبکہ وقار بھی ہنستے ہوئے وشمہ کی طرف آگیا۔

اس چمکیلے چہرے پر چمکیلی سی مسکان ہی سجے گی۔ "میثم نے حباب کے شانے" سے اپنا شانہ ٹکرایا اور اس کی طرف جھکا۔

آپ نے مجھے بتایا بھی نہیں کہ اپ یہاں ہیں یا پھر بارات کے ساتھ جا رہے" ہیں۔ "حباب کو اس کے انداز نے بات کرنے کی ہمت دلائی۔

میرا تمھارا ایسا کوئی رشتہ ہے جو میں تمہیں اپنے آنے جانے کے متعلق انفارم کرتا پھروں۔ "وہ اس کی آنکھوں میں سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں پوچھتا اس کے چہرے کو پریشانی کے رنگ دے گیا۔

تو پھر میرا آپ کا کیسا رشتہ ہے اور اس میں مجھے کتنی اجازت ہے؟ اور کس حد تک" اجازت ہے؟ "وہ اپنی اداس اور خمار آلود آنکھوں میں سوال لئے میثم کو دیکھ رہی تھی۔وہ ایک گہری سانس لے کر مزید جھکا۔ "ایک پرسنٹ بھی نہیں۔۔حد تو بڑی دور کی بات ہے۔ "میثم نے گویا اسے نکال باہر کیا تھا۔اس کے اندر کچھ چھنا کے سے ٹوٹا تھا۔۔اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔دوسری جانب اس کے چہرے پر چھاتے دکھ کو دیکھ کر میثم نے فوراََ نگاہیں پھیریں تھیں۔ "کیا کھسر پھسر ہو رہی تھی؟ "وشمہ اسکی جانب مڑی۔ "تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا حباب۔ "وشمہ نے اس کی اڑتی رنگت دیکھ کر اسکے دونوں ہاتھ تھام لئے جو ٹھنڈے ہو رہے تھے۔وشمہ کی آواز پہ میثم نے بھی حباب کی طرف پلٹا۔زرشہ بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ "پلیز وشمہ مجھے اندر لے جاؤ۔۔۔میں یہاں مزید نہیں بیٹھ سکتی۔ "حباب کے رخساروں پہ بہتے آنسو دیکھکر میثم کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ "بیٹھی رہو سین کری ایٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ "وہ زرشہ اور وشمہ سے نظر بچا کر حباب کی طرف جھکا۔

مجھے گھر جانا ہے۔ "وہ غم و غصّے کی تصویر بنی ہڈ دھرمی سے بولی۔اس نے تیزی" سے گالوں پر پھسلتے آنسو پونچھے اور جھٹکے سے اپنی کلائی کھینچی جو میثم پکڑنے کی تگ و دو میں تھا۔وہ اس کے آگے کھڑا اس پہ یوں جھکا تھا کہ وہ ان دونوں کی نگاہوں سے چھپ گئی تھی اور نہ ہی کھڑی ہو سکتی تھی۔

میثم بھائی میں لے جاتی ہوں۔ "زرشہ آگے آئی۔ میثم کو اسے گھیرے دیکھ کر وہ" " سمجھی کہ وہ پریشان ہو گیا ہے۔ "شاید اتنے لوگوں میں گھبراہٹ کا شکار ہو گئی ہے۔ زرشہ نے میثم کو ہٹانا چاہا۔ "نہیں تم بیٹھو میں لے جاتا ہوں۔۔چلو۔۔ "میثم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔جو حباب نے تھامنے سے انکار کر دیا تھا۔وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور میثم سے پہلے اسٹیج سے اتر کر رشیدہ بیگم کی طرف آئی۔ "دادی۔۔ "!!اس نے کسی بزرگ خاتون سے باتیں کرتی رشیدہ بیگم کو مخاطب کیا۔حباب نے اپنے پیچھے آتے میثم کو پلٹ کر دیکھا۔دونوں خواتین اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ "دادی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔میں گھر چلی جاؤں۔اس نے خود کو ان کے سامنے بکھرنے سے روکا تھا ورنہ تو جی چاہ رہا تھا کہ یہیں ان کے قدموں میں بیٹھ کر دھاڑے مار مار کر روئے۔ "کیا ہوا ہے؟ "وہ پریشانی سے اس کے ہاتھ تھام گئیں۔ "پتہ نہیں۔۔۔بس میں مزید یہاں نہیں رکنا چاہتی۔ "اس نے ناپسندیدگی سے میثم کو اپنے سر پہ کھڑے دیکھا تھا۔۔ "دادی میں بھی تھک گیا ہوں۔ "میثم بھی آگے آیا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ

وہ حباب کے چہرے سے کسی بھی قسم کا اندازہ لگائیں۔ "لیکن راشدہ بضد ہے کہ تم دونوں ایک دو دن ان کے پاس رہو ".انہوں نے کچھ دور کھڑی راشدہ کو دیکھا۔

دادی ہم کل آ جائیں گے۔میں پھپو کو بتا دیتا ہوں۔ "میثم راشدہ احمد کی طرف چلا" گیا۔

میثم نے کچھ کہا ہے بیٹا؟ "انہیں اس کا انداز پریشان کر رہا تھا۔پاس بیٹھی خاتون" کے اٹھ جانے کے بعد انہوں نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔

حباب گہرے گہرے سانس لیتی خود کو کنٹرول کرتی رہی۔

نہیں دادی ویسے شاید گھبراہٹ ہو رہی ہے۔۔یہ اتنا بھاری لہنگا، بھاری" زیورات۔۔۔گردن تھک گئی ہے میری۔۔ "انہیں کریدتے دیکھا تو وہ جھٹ بولی۔اسے ڈر تھا کہ وہ کہیں ان کے سامنے ہی نہ پھٹ پڑے۔اپنی وجہ سے وہ انہیں پریشان نہیں کر سکتی تھی۔اس دوران میثم بھی راشدہ احمد کے ساتھ ان کی جانب آیا۔

حباب میری جان کیا ہوا ہے ؟ "راشدہ احمد نے بڑی محبت سے اسکی ٹھوڑی کو چھوا" جبکہ میثم حباب اور رشیدہ بیگم کے چہروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ "آپ دونوں یونہی تل کا تار بنا رہی ہیں۔تھوڑی سی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، گھر جا کر آرام کر لے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔ "میثم کا انداز جھٹ پٹ ختم کرنے والا تھا۔ "نظر لگ گئی ہے

ہماری بیٹی کو۔۔۔پیاری بھی تو بہت لگ رہی ہے۔۔ٹھیک ہے جاؤ۔ "راشدہ نے حباب کو ساتھ لگا کر پیار کیا۔

پھپھو وعدہ کل ہم آ جائیں گے۔۔۔لنچ آپ کے ساتھ۔۔ "اس نے حباب کو بازو سر پکڑ کر یوں اٹھایا جیسے وہ کوئی ضدی بچی ہو جو کھلونا لینے کی ضد میں وہیں بیٹھ گئی ہو۔اس انداز پہ حباب کو طیش تو بہت آیا اس دوغلے شخص پر لیکن اس وقت اس نے غصہ پی جانے میں ہی عافیت جانی۔

چلو ٹھیک ہے میں کل انتظار کروں گی۔ "راشدہ احمد نے سر ہلایا۔حباب فوراً اٹھی" اور میثم کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ گئی۔ میثم اس کے پیچھے لپکا۔رشیدہ بیگم اور راشدہ احمد نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ "حباب کا موڈ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ "رشیدہ بیگم کی نگاہیں حباب کے قدموں سے الجھی ہوئی تھیں۔ "آپ پریشان نہ ہوں اماں۔۔میاں بیوی میں یہ چھوٹی موٹی کھٹ پٹ تو چلتی ہے۔ "راشدہ نے انہیں دلاسا دیا۔

تیز قدموں سے چلتا وہ اس کے قریب پہنچا۔

تم آخر ثابت کیا کرنا چاہتی ہو؟ "اس کے ساتھ قدم اٹھاتا وہ دبی دبی غصیلی آواز میں" تقریباً دھاڑا تھا۔

آپ پلیز مجھ سے بات مت کریں بلکہ ان فیکٹ میں آپ سے بات ہی نہیں کرنا" چاہتی۔ "وہ بھاگ جانا چاہتی تھی مگر یہ بھاری لباس اس کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔

تو پھر تم اپنی اوقات مت بھولو۔۔ "میثم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اسے" روکے۔۔وہ اسے اپنے ہاتھ سے نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔گاڑی کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی۔ میثم نے شکر کیا کہ اس وقت وہاں کوئی نہیں تھا۔ "آپ کچھ مت کریں۔مجھے اب آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔۔مجھے طلاق چاہیئے۔۔ "وہ ایک دم رکی اور میثم کو لگا جیسے گردشِ زمین رک گئی ہو۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حباب کے چہرے پہ جمی تھیں جو غصے کی شدت سے دہک رہا تھا۔اسکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ حباب اس ایسا کوئی مطالبہ کر سکتی ہے۔ "اس میں آپ کو زیادہ کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔بس تین لفظ ہی تو بولنے ہیں اور آپ اور میں آزاد۔۔۔آپ کو مجھے مزید جھیلنا نہیں پڑے گا، مجھے دیکھنا نہیں پڑے گا، میرے ہاتھ کا بدمزہ کھانا نہیں کھانا پڑے گا، میرے معاملے میں کسی کے آگے جوابدہ نہیں ہونا پڑے گا۔۔۔آزاد زندگی گزاریں گے آپ۔۔۔حباب سے پاک زندگی۔ "بھل بھل بہتے آنسوؤں کو اس نے نہیں روکا تھا۔

تم مجھ سے آزادی چاہتی ہو کیا؟ مجھ سے جان چھڑانا چاہتی ہو؟ میثم انتہائی سنجیدگی" سے کہتا ہے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ "آپ بھی تو یہی چاہتے ہیں۔ "اس کی زخمی

نگاہیں میثم کے چہرے کے گرد منڈلا رہی تھیں۔میثم کے چہرے کے عضلات تن گئے۔کچھ پل یونہی خاموشی سے گزر گئے۔ان چند گھڑیوں میں دونوں کی نگاہیں شکوے کرتی رہیں۔پھر حباب گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔میثم بھی ڈرائیونگ سیٹ پہ آ گیا۔گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی تھی۔اگلے بیس منٹ میں گاڑی گھر کے گیٹ کے سامنے رکی۔اس سے پہلے کہ وہ ہارن دیتا وہ گاڑی سے نکلی اور زوردار آواز سے گاڑی کا دروازہ بند کرتی چھوٹے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ہیل اتار کر ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے۔چوکیدار نے بھی اسکے جارحانہ انداز کو حیرت سے دیکھا تھا۔ میثم نے ایک اور بار ہارن دیا تو چوکیدار نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ "اب اس بھڑکتے آگ کے گولے کو کیسے قابو کروں۔ "میثم نے قدرے اونچی آواز میں خود سے دریافت کیا اور گاڑی کھلے گیٹ سے اندر لے آیا۔تب وہ اندرونی دروازہ کھول رہی تھی۔پورچ میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد وہ بھی اندر کی طرف جانے لگا۔تب چوکیدار نے آواز دے کر روک لیا۔

"صاحب باقی سب ہیں آپ کے پیچھے یا گیٹ بند کر دوں؟"

بند کر دو۔ "اس نے پلٹے بغیر کہا اور کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔اپنے کمرے" کے دروازے پر کھڑے اس کو کچھ پل خود کو فوکس کرنے میں لگے۔

کمرے میں داخل ہوا تو کمرے میں وہ نہیں تھی۔واش روم سے پانی گرنے کی آواز رہی تھی۔اس نے اپنا کوٹ اتار کر بیڈ پہ پھینکا۔وہ ابھی تک اس حیرت سے نکل

نہیں پا رہا تھا کہ حباب نے اس سے طلاق کی بات کی ہے۔اس نے تو تب بھی ایسا نہیں سوچا تھا جب وہ اپنے دل میں اس کے لیے نفرت کا ایک غبار لیے بیٹھا تھا۔اس کے دل نے بہت واویلا کیا تھا۔وہ باہر نکلی تو میثم کو سامنے بیٹھے دیکھ کر حباب کی تیل بھی چڑھ گئی۔دھلا دھلا سرخ چہرہ۔۔۔ میثم بغور اس کا جائزہ لیتا قریب آیا جبکہ وہ آئینے کے سامنے کھڑی یوں بال برش کر رہی تھی جیسے کمرے میں اس کے علاوہ کوئی نہ ہو۔

"یہ جو تم نے وہاں کہا ہے ذرا دوبارہ کہو۔ "میثم نے اسکے لاپرواہ انداز پہ طیش میں آکر" برش اسکے ہاتھ سے لے کر ڈریسنگ ٹیبل پر پھینکا اور اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

لگتا ہے آپ اونچا سننے لگے ہیں۔ "وہ رخ پھیر کر بال سمیٹنے لگی۔میثم کا جی چاہا کہ" اسے اٹھا کر باہر پھینک دے۔

تمھاری ہمت کیسے ہوئی میرے ساتھ اس لہجے میں اور اس انداز میں بات کرنے" کی۔۔تم بھول گئی ہو کہ تمہیں میں نے کس لیے اور کیوں کو اپنایا اور تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو یہ تمھاری بھول ہے۔مجھ سے پیچھا تو تم مر کر بھی نہیں چھڑا سکتی سمجھی تم۔۔۔ "وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

اگر آپ مجھے محبت نہیں دے سکتے، احترام نہیں دے سکتے، ساتھ نہیں دے سکتے" "تو پھر آزادی ہی دے دیں۔میں آپ کے ساتھ اب نہیں رہ سکتی۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔ میثم کا جی چاہا وہ سے بانہوں میں بھر کر خود میں سمیٹ لے، اس کے بہتے آنسوؤں کو اپنی پوروں پہ چن لے لیکن تاویلیں دیتا دماغ۔۔۔ بلاآخر اس نے اپنے دل کی سنی تھی۔ حباب کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ایک ہلکا سا جھٹکا دیا تو وہ اس کے سینے سے آلگی کیا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے۔ "اس اچانک حملے کے لئے وہ تیار نہیں تھی۔ وہ خود کو چھڑانے" لگی مگر میثم اس کے گرد بازوں کا گھیرا تنگ کر چکا تھا۔

بدتمیزی کہاں۔۔۔ میں تو وہ محبت دے رہا ہوں۔ وہ محبت جسکی تمھیں چاہ ہے۔ "وہ" حباب کے چہرے پہ جھکا تھا۔

مم۔۔۔ میں نے احترام بھی کہا تھا۔ "حباب نے میثم کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے" روکنے کی کوشش کی۔

میں احترام کے ساتھ محبت دینے کا قائل ہوں۔ "اس کے گلابی ہوتے گالوں پر" جھکا۔۔۔ حباب کا چہرہ دہک اٹھا۔۔۔ اسے لگا جیسے سارے جسم کا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا ہو۔ میثم کی بڑھتی جسارتوں نے حباب کے ہاتھ پاؤں پھُلا دیئے۔

میرے پاس تمہارے لیے یہی ہے۔۔ میں تم کو یہی دے سکتا ہوں۔ سمیٹنا چاہو تو" دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لو۔۔۔ "میثم کی سرگوشی اسکے کانوں کی لویں تپا گئیں۔ محبت میں بڑھتے میثم کے قدموں کی دھمک حباب اپنے دل پر محسوس کر رہی تھی۔

صبح فجر کی اذانوں کے ساتھ اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کچھ پل اپنے بے حد قریب سوئے میثم کو دیکھتی رہی۔ فراخ پیشانی پر بکھرے بال، خمدار پلکیں سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھیں۔اس کے دل میں محبت نے کروٹ لی تھی۔ حباب نے قدرے جھک کر اس کے ماتھے پر بکھرے بال سمیٹے اور آہستگی سے بیڈ سے اتر آئی۔ کل تک جو گلے شکوے تھے وہ آج کہیں دور جا سوئے تھے۔ صرف محبت فاتح ٹھہری تھی۔

تم یہاں ہو اور میں تمہیں یہاں وہاں ڈھونڈ رہا ہوں۔ "وہ دادی کے کمرے میں تھی" جب میثم کمرے کا دروازہ کھولتا اندر آیا۔ "رشیدہ بیگم اس کے لہجے میں بے قراری محسوس کر کے مسکرا دی تھی۔ "حباپ نے بھی چہرہ جھکا لیا۔ خوشی اسکے چہرے سے عیاں تھی جسے رشیدہ بیگم نے بڑے غور سے دیکھا تھا۔

چلو میں ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ "وہ حباب کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے لگا۔"

میں تو ناشتہ کر چکی ہوں دادی کے ساتھ۔ "حباب منمنائی تھی۔ "کیا۔۔۔؟؟"

میرے بغیر۔ "وہ دبے دبے لہجے میں چیخا۔

بیٹا جی یہ ٹائم لنچ کا ہے۔ "رشیدہ بیگم نے ہنسی ضبط کی اور اس کا دھیان گھڑی کی" طرف دلایا۔ "ہاں تو غلطی اس کی ہے۔۔ مجھے ناشتے کے وقت کیوں نہیں اٹھایا۔" وہ حباب کا ہاتھ چھوڑ کر رشیدہ بیگم کے قریب بیٹھ گیا۔

میں نے سوچا آپ خود ہی اٹھ جائیں گے اس لیے-- "حباب نے اپنی صفائی پیش کی۔

اچھا آؤ مجھے ناشتہ دو۔ "وہ آنکھوں سے حباب کو چلنے کا اشارہ دیتا دروازے کی سمت بڑھا۔اس کے انداز پہ حباب کے لبوں پہ ہنسی ٹھہر گئی لیکن وہ اسے تنگ کرنے کو بولی۔

زرشہ نے رکھا تو ہے کمرے میں---میرے سامنے وہ لے کر گئی تھی۔ "مجھے نظر نہیں آ رہا--لگتا ہے میری قریب کی نظر کمزور ہو گئی ہے۔ "وہ اتنی سنجدگی سے بولا کہ حباب اور رشیدہ بیگم ہنس پڑیں۔ "شاباش-- !!ایک سنجیدہ میٹر ہے اور آپ دونوں کو ہنسی آ رہی ہے۔ "وہ حباب کو گھورتا کمرے سے نکل گیا۔

جاؤ بیٹا دیکھو اس بچے کو کیوں سامنے پڑی شے دکھائی نہیں دے رہی۔ "رشیدہ بیگم" نے حباب سے کہا تو وہ سر ہلاتی کمرے سے نکل آئی۔

یہ کیا پڑا ہے ناشتہ ٹیبل پر-- "ناشتے کی ٹرے ٹیبل پر پڑی دیکھ کر حباب نے میثم" سے کہا جو کمرے کے بالکل وسط میں سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

ناشتہ کروانے والی نہیں ہے۔ "وہ اسے باہوں کے گھیرے میں لیتا گھرے لہجے بولا۔"

"روز تو میرے بنا ہی ناشتہ کرتے ہیں آپ---آج کیا ہوا؟؟"

وہ شرمیلی مسکان لبوں پہ سجاتی پوچھ رہی تھی۔

"آہ--- !!میری زندگی میں رات جو طوفان آیا تھا اس نے مجھے سر تا پیر بدل دیا ہے۔"

وہ شرارتی لہجے میں کہتا اس پہ جھکنے لگا۔

"ارے ارے کیا کر رہے ہیں--- خاموشی سے ناشتہ کریں۔"

حباب اسکے سینے پہ دونوں ہاتھ رکھے اسے قریب آنے سے روک رہی تھی۔ "کر تو رہا ہوں۔ "میثم کی جسارتیں حد سے تجاوز کرتی جا رہی تھیں۔ "دیکھیں اگر آپ مجھے تنگ کرنے سے باز نہ آئے تو میں دادی کو آپکی پہلے کی تمام چالاکیاں پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دوں گی اور وہ بھی مرچ مصالحے کے ساتھ--"حباب نے ٹرے اسکے سامنے کی۔

آہاں-- !!دھمکی تو سولڈ دے رہی ہو-- لیکن میں میثم ابراہیم احمد ہوں---ان" دھمکیوں سے نہیں ڈرتا۔ "اس نے فرضی کالر کھڑے کیے اور حباب کے قریب ہوا۔

آپ نے میری گود میں چڑھنے کی قسم کھا رکھی ہے کیا--ترس کھائیں میری نازک گود" پر۔ "وہ میثم کی اتنی نزدیکی پر کھلکھلائی-- میثم ساکت اسے دیکھتا رہا-- حباب بھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

کیا بات ہے--- بڑی خوش لگ رہی ہو--لگتا ہے جیسے قارون خزانہ ہاتھ لگ گیا" ہو۔ "وہ چائے کا کپ لبوں سے لگاتا بولا۔

اس سے بھی بڑھ کر--- "وہ چہرہ ہاتھ پہ ٹکائے، آنکھوں میں محبت کا ایک جہان" لئے میثم کو دیکھ رہی تھی۔

آہاں۔۔ "!!وہ کپ ٹیبل پہ رکھتا ہنس دیا۔"

آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔میں مذاق کر رہی ہوں؟ "وہ نروٹھے انداز میں بولی۔"

نہیں۔۔۔بلکہ میری زندگی میں اس سے بڑا سچ تو کوئی ہے ہی نہیں کہ تم میری زندگی کا حصہ ہو۔ "ہیثم نے گھمبیر لہجے میں کہا تو مسکراہٹ حباب کے چہرے کو مزید گلرنگ کر گئی۔

تو پھر میرا اقرار۔۔۔ "حباب نے اسکے سامنے اپنی شفاف ہتھیلی پھیلائی۔"

میں پورا کا پورا آپ کا۔ "وہ اسکی سرمئی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اسکا ہاتھ لبوں" سے لگا رہا تھا۔۔حباب کو لگا جیسے ہیثم کی محبت کی خوشبو نے اسکے چاروں اور حصار کر لیا ہو اور یہ محبت اسکی آنکھوں میں موتی بن کر چمکنے لگی۔وہ شکر گزار تھی اپنے رب کی کہ جو اس نے چاہا تھا وہ اسکے رب نے اسے عطا کر دیا تھا۔اس کی زندگی پہ چھا جانے والے سیاہ بادل پلٹ گئے تھے اور نرم گرم سورج اپنی روشنی بکھیرنے لگا تھا۔